

حیاتِ خیر
مُعَرَّفَہ
مَرْغُوبِ السَّلَکِ

مُصَنَّفَہٗ خَوَاجَہٗ مَحْبُوبِ عَالَمِ سِرِّعِ
قَدِیْقِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نُورٌ عَلَى نُورٍ ^{قَالَ شَيْخٌ} الْبَدَائِعُ مِنَ الْأَمْرِ دِينٌ كَرِيمٌ

نسخة فیض آگین مراد العاقبتین شرح السامعین

مسرّی سبب

حیات النبی

معرّوفیہ
مرغوب سلوک

مصنّف

عالم بانی عارف حقانی مظهر فیض زردانی محبوب بجانانی حضرت سیدنا و مرشدنا

خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب
نقشبندی سیدی
قدس سرّہ

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

نام کتاب ————— خیر الخیر معروف مرغوب السلوک

نام مصنف ————— حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ

تعداد ————— ایک ہزار ۱۰۰۰

بار ششم ————— نومبر ۱۹۹۵ء

مطبوع ————— معظمی پرنٹرز مال پلازہ راولپنڈی صد
فون نمبر ۵۸۴۴۴۶

قیمت ————— ۱۵۰/- روپے
علاوہ ڈاک خرچ

ملنے کا پتہ

صاحبزادہ محمد احمد سجادہ نشین آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ سید اشرف
تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین

فہرست مضامین کتاب خیر الخیر یعنی مرغوب السلوک

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۳	مراقبہ احدیت	۴۳	لطائف کی پڑوسنوں کا بیان	۱	تعارف
۸۳	مراقبہ معیت		جو ملکاتِ رذیلیہ ہیں		شیخ کمال اور اہل دل کی
۸۵	در بیان فنا لطیفہ نفس	۵۱	ارکان تصوف کا بیان	۱۷	شناخت و معرفت کا بیان
	جو انا ہے	۵۳	باب الاول فی طریقہ التعلیم	۲۳	دیباچہ
۸۷	مراقبہ محبت	۵۳	لطیفہ قلب کا سبق	۲۶	ہوشِ دردم
۸۹	ذکر تہیسی کا طریقہ	۵۸	لطیفہ روح کا سبق	۲۷	نظرِ برتدم
۹۲	طریقہ ذکر سلطاناً محموداً	۵۹	لطیفہ سر کا سبق	۲۸	خلوت در انجمن
۹۳	طریقہ ذکر سلطاناً نصیراً	۶۰	لطیفہ خفی کا سبق	۲۹	یاد کرد
	ضمیمہ مستعلق فصل	۶۲	لطیفہ اخفی کا سبق	۲۹	سفر در وطن
۹۷	ولایت کبریٰ	۶۲	لطیفہ نفس کا سبق	۳۰	بازگشت
	طریق زکوٰۃ کلمہ شریفہ	۶۵	لطیفہ قالب کا سبق	۳۰	نگاہداشت
۹۹	اسماءِ سبعہ	۶۶	نفی اثبات کے ذکر کا سبق	۳۱	یادداشت
۱۰۱	توجہات اسماءِ سبعہ	۶۷	وجود عدم فنا و بقا	۳۱	وقوفِ زمانی
۱۰۷	در بیان ولایت علیا	۶۹	نزولاتِ خمسہ کا بیان	۳۱	وقوفِ عددی
	ذکر سلطان الازکار	۷۲	حضرت شاہ صاحب قبلہ انبالی	۳۲	وقوفِ قلبی
۱۰۹	کا طریقہ		کے توحید و جودی کا حال	۳۲	اصطلاحات
	نعمت باطنی مفت علی	۷۳	ملکاتِ رذیلیہ کے مارنے کے معنی	۳۸	تمہید کتاب خیر الخیر
۱۱۱	ہوئی کیوں نہیں رہتی	۷۷	ایک بزرگ کا عجیب قصہ	۳۹	حکایت کیرا
	در بیان کمالات نبوت		حضرت علی رضی اللہ عنہ کے	۴۳	لطائف عالمِ امر
۱۱۳	رسالت و اولوالعزم	۸۱	اخلاص کا قصہ		

(ب)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۵	<u>عقیدت پیر</u>	۱۳۱	حب صرفہ ذاتیہ	۱۲۰	{ <u>در بیان حقائق الہیہ</u> <u>حقیقت قرآن شریف</u>
۱۲۸	<u>آداب پیر</u>	۱۳۲	سیف قاطع		
۱۵۵	{ <u>تذئیل وصایا خاص</u>	۱۳۲	دائرہ قیومیت	۱۲۱	حقیقت صلوة
	{ <u>برائے پیران</u>	۱۳۲	دائرہ حقیقت سوم	۱۲۲	دعویٰ خلافت ملائکہ
	{ <u>وصیت نامہ خواجہ</u>	۱۳۳	طریقہ بیعت	۱۲۶	مجبودیت صرفہ
۱۵۷	{ <u>عبد الخالق عجدوانی</u>	۱۳۵	<u>در بیان نزول سلوک</u>	۱۲۷	<u>در بیان حقائق انبیاء</u>
	{ <u>رحمۃ اللہ علیہ</u>	۱۳۶	ایک حاجی کا قصہ	۱۲۷	حقیقت ابراہیمی
	{ <u>بارہ کلموں کے</u>	۱۳۸	فائدہ	۱۲۸	حقیقت موسوی
۱۵۸	{ <u>فائدے</u>	۱۴۰	<u>در بیان حقوق پیرو</u>	۱۲۹	حقیقت محمدی
۱۶۰	<u>شجرہ طیّبہ</u>		<u>آزار پیر</u>	۱۳۰	{ <u>مجلس حضرت قبلہ نذول شاہ صاحب</u> <u>انبالوی کی کیفیت</u>
۱۶۲	<u>فاتحہ شریف</u>	۱۴۳	{ <u>بداعتقادی پیر کے</u> <u>بیان میں</u>	۱۳۰	حقیقت احمدی

تعارف

اس وقت جنید زمانہ اور بایزید وقت قطب العالم خواجہ محبوب عالم کی کتاب "خیر الخیر" کا مختصر تعارف مفسود ہے جن کی ذات گرامی قلت آمیزی کی وجہ سے جو اس مشرب کا لازمہ قرار دیا گیا ہے چشم عالم سے پوشیدہ رہی لیکن اپنے بعد طالبین حق کیلئے فن عرفان میں اپنی کتاب "خیر الخیر" ایک ایسی روشنی چھوڑ گئے ہیں جیسے بحر ظلمات میں روشنی کا مینار، اور اگر یہ اصول صحیح ہے کہ منکلم کی اگر معنوی ملاقات کا شوق ہو تو اس کو اس کے کلام میں تلاش کرنا چاہیے وہاں مل جائے گا۔ اگر خوشبو کی تلاش ہو تو پھول کو تلاش کرو وہاں مل جائے گی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے چار بار بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ آپ کی ملاقات کہاں اور کیسے نصیب ہو سکتی ہے چار بار ایک ہی جواب ملا کہ اپنی کلام میں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل

ہر کہ خواهد دید نم در سخن من بیند مرا

میرے قبلاً عالم کے عرفان کی معنوی اور زندہ جاوید اور صحیح فوٹو یہ کتاب لا جواب ہے۔ قبلاً عالم خواجہ محبوب عالم بنفس نفس سالہا سال طلب مولا میں آبلہ پالہ ہے اور تلاش حق کی ادبیاں عرصہ ہائے دراز تک مجاہدہ گاہ بنی رہیں اور شیخ کامل و مکمل و اکمل ساتی، شراب محبت صفر میدان ولایت حجتہ اللہ علی الخلق الملقب بالعرش حبیب الرحمن خواجہ توکل شاہ کے زیر تربیت کامل مجاہدات کے بعد مشاہدہ حق اور وصال الہی کی دولت پائی اور فن عرفان کے ایک ایک مقام کی تفصیلی سیر سے شاد کام ہوئے اور ہر مقام کے گوشہ گوشہ

اور کونہ کونہ کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ سیرِ نفسی اور سیرِ آفاقی کو جہاں تک الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن تھا خوبصورت اور سادہ لباس پہنا کر زیبِ قرطاس فرما دیا تاکہ رہروانِ طریقت اس راہ کے نقصانات سے بچ جائیں اور سمجھ میں آجانے سے ترقی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں اور طالبانِ حق غلط روش رکھنے والے متصوفہ کی غلط نقالی سے دھوکا کھا کر کہیں اصل حقیقت سے محروم نہ رہ جائیں۔ ایسے اُن دیکھے راہ میں پہلے قدم کا غلط اٹھ جانا یقینی اور بدیہی امر ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اس راہ کا بہت بڑا حادثہ ہے۔ پھر جو قدم اٹھے گا۔ غلط سمت کو ہی جائے گا۔ اس لئے حضرت خواجہ کی دور بین اور حکیمانہ نظر نے بھانپ لیا، کہ کم از کم طالبِ مولا کا ذہن اس تعلیم سے آشنا ہو جائے تاکہ اگر خوش نصیبی سے اس کے حصول کا موقع ملے تو ذہن انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔ اس لئے اس راہ کے مقامات کی نشاندہی ضروری تھی جس کا حق آپ نے ادا کر دیا۔ تصوف کی باریکیاں سالک کی ابتداء سے لیکر انتہا تک تمام احوالِ مرشدِ کامل کی شناخت اور یافتِ آدابِ شیخ، تربیت، خطرات سے آگاہی، نتائجِ تربیت، کشف و کرامات اور مقبولیت وغیرہ کو نہایت عمدہ پیراہ اور سادہ اسلوبِ بیان میں تحریر فرمایا۔ تصوف کے احوال و الوار جو ہدایت کی جان ہیں۔ اسلام کی رُوح ہیں وہ اس تحریر میں بول رہے۔ یہ کتاب حقیقت میں وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جس کو حضرت نے پورا فرمایا۔

روحانیت سے بیزاری اور بیگانگی کا سبب

یہ دور مادی دور ہے۔ روحانیت سے یہ دور بہت دور جا چکا ہے اور جا رہا ہے اس لئے فنِ تصوف پر جہاں موجودہ مادی دنیا کی طرف سے اعتراضات اور شبہات کے وار کئے گئے ہیں ان میں سب سے بڑا وار اور حملہ جو کیا گیا ہے اور اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور پیٹا جا رہا ہے نہ صرف عوام کی طرف سے بلکہ علمی دنیا کی طرف سے بھی یہ

کہا جا رہا ہے کہ یہ تصوف راہبانہ اور خلوت پسندانہ طریقہ ہے۔ یہ خالقِ ہی طریقہ لوگوں کی عملی قوت کو مفلوج کرتا ہے۔ تصوف کی تعلیم ایسی ہے جیسے ذیابیطس کے مرض کو شکر کھلانا اس کا ماخذ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ اسلام سے بیگانہ الگ چیز ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا رشتہ ہندوانہ جوگ سے جا ملا یا ہے اور ناموزوں الفاظ سے دہرایا ہے صرف اس لئے کہ لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اور تصوف کو اسلام سے بیگانہ خیال کیا جائے۔ حالانکہ تصوف کی زندگی اسلام کی زندگی ہے اور اس کی موت اسلام کی موت ہے کیونکہ کوئی جسم بلا جان زندہ نہیں رہ سکتا۔ توحید و رسالت جو اصل سرمایہ دین ہے اس کی تکمیل ہی اولین مقصد تصوف ہے اور بس۔

جو تصوف اور فقر اسلام سے بیگانہ کرے اور توحید و رسالت سے متصادم ہو تو میرے نزدیک وہ فقر نہیں وہ سراسر گمراہی ہے اور اس کے تصرفات اسدراج ہیں اس کا کمال ایمانی سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا حقیقی صوفی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا عکس ہوتا ہے اور رسالت کے تمام فرائض ادا کرتا ہے۔ تصوف اسلام کی خوابیدہ رُوح کو بیدار کرتا ہے یا اس سوز کو اور اس آتشِ محبت کو جو اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے بھڑکاتا ہے جس کی بنا پر یہ خداوندِ کریم کا قابلِ خطاب بنا اور خلعتِ خلافت سے نوازا گیا جو ماسوائے حق کو خاکستر بنا کر اس کو وحدت اور رسالت کا سچا عاشق بنائے یہی تصوف کا مقصد ہے۔ دین کے اس خالص لطیف ترین اور بلند ترین اور مظلوم شعبہ سے ہمارے زمانہ کے عوام و خواص کی بیگانگی اور بعد کے اسباب تو بہت ہیں لیکن ایک عمومی سبب یورپین اقتدار کے ساتھ مادیت و دہریت کا وہ سیلاب ہے جس کے زہریلے اثرات نے غیر محسوس طریقہ سے نہ صرف ذہنوں کو بلکہ رُوحوں تک کو کھا ڈالا اور دین کے اس بنیادی شعبہ یعنی رُوحانیت سے بیگانگی کا یہ عالم پیدا کر دیا کہ اس شعبہ کو دین سے ایک الگ اور جدا شے قرار دینے لگے۔ گویا کہ دین میں اور تصوف میں کوئی رشتہ ہے ہی نہیں۔

اور یہ شعبہ اہل زمانہ کی بے مہری کا شکار ہو کر رہ گیا۔ عیسائی دنیا کا تو یہ عقیدہ درست تھا کہ ان کی روحانیت کا ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ ان کا مذہب اس قدر غیر معتدل اور مسخ اور مردہ ہو چکا تھا کہ مذہب ان کو کچھ بھی دینے سے قطعاً قاصر تھا۔ مردہ کسی کو دے بھی کیا سکتا ہے لیکن تعجب تو اس قوم پر ہے جس کا مذہب اتنا مکمل اور زندہ ہو اور زندگی تقسیم کرنے کیلئے چشمہ سلسبیل لگا رکھا ہو۔ جس کے مذہب نے اس کے ماننے والوں کو وہ سب کچھ دیا ہو جس کی انسانیت کو ضرورت تھی۔ وہ روحانیت سے کیسے بیزار ہو سکتی تھی۔ خصوصاً سکونِ قلب کی وہ لازوال دولت جو بادشاہوں کو باوجود اپنی وسیع سلطنت کے نصیب نہ ہو سکی جس کی تلاش میں ایک دنیا سرگرداں ہے۔ جس کے مذہب نے اس آپ جیات کی سبیل لگا رکھی ہے اور اس کے پینے کی دعوت دے رہا ہو۔ وہ کیسے اس زہر سے متاثر ہو گئی؟

یاد رکھئے کہ مذہب سراسر اطمینان ہے کیونکہ اس کا مقصد معین اور اس کے وسائل اور راستے واضح اور روشن اور مرنے کے بعد ایک درخشاں زندگی کا تصور پیش کرتا ہے جس سے موت جیسی کڑوی چیز کی ناگواری کم ہو جاتی ہے اور بعض وقت خوشی سے موت کو قبول کر لیا جاتا ہے اور آج بھی یہ نعمت کسی مردِ مومن حق آگاہ کے جھونپڑے میں مل سکتی ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس کا نام تصوف ہے اور یہی سمجھانے کیلئے کتاب لکھی گئی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض دوستوں کی طرف سے اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت نہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ یہ اسرار ہیں اور اہل بہت قلیل ہیں بلکہ اس دور میں تو نایاب ہی سمجھے اور نا اہل سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ ان اسرار سے نا فہمی کی بنا پر ایک دنیا کو گمراہ

کرنے کا سبب بنیں گے۔ بلکہ بعض دوستوں نے ایسے واقعات بھی سنائے لیکن مجھے اس بارے میں ان حضرات سے اتفاق نہیں۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مصنف قدس سرہ ولایتِ خاصہ کے اس رفیع الشان مقام پر فائز تھے جہاں ولیٰ کامل کا مہر کام ارادہ مشیتِ الہی اور ارادہ ازیلی کے ماتحت ہوتا ہے اور یہ حضرات اپنے ارادے سے فانی اور اس کے ارادہ سے باقی ہوتے ہیں۔ اپنی تدبیران کے توحیدی مقام کے سراسر خلاف ہوتی ہے۔ بلکہ تدبیران کے نزدیک شرک ہے۔ لہذا یہ تصنیف ارادہ اور حکمتِ الہی سے منصہ شہود پر آئی۔ اور حضرت مصنف جو اپنے دور میں کشف و شہود کے بادشاہ تھے بغیر ارادہ الہی کیسے اتنا بڑا کام کرنے کی جرأت کر سکتے تھے۔ لہذا ان کے اس ارادہ کے مقابلے میں کسی کی رائے کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ جو کچھ آپ نے کیا وہ درست تھا اور ہے اور رہے گا۔ نیز یہ شبہ کہ نااہل لوگ جن کی بہت کثرت ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنی دوکان چمکانے کی کوشش کریں گے یا کر رہے ہیں۔ تو گزارش یہ ہے کہ کیا ڈاکوؤں راہزنوں کے خوف سے خالص سونے اور زرد جو اہرات کی دوکانیں بند کر دیں یا جیب کتروں کے ڈر سے لوگوں نے جیبیں لگانا چھوڑ دی ہیں؟ کتوں کے خوف سے کتنے گداگروں نے گداگری ترک کر دی ہے؟ سب سے بڑی اور آخری کتاب قرآن پاک جس کی کامل افادیت پر ایمان ہے اس کے بارے میں رب کریم خود فرماتے ہیں۔ **يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا** ط سینکڑوں گمراہوں نے اسی قرآن کا نام لے کر اپنی دوکانیں چمکائی ہیں اور چمکا رہے ہیں۔ کیا قرآن کی اشاعت بند کر دی جائے۔ یہی حال حدیث پاک اور فقہ کا ہے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حدیث پاک اور فقہ کی اشاعت کو تمام گمراہیوں کا منبع قرار دیتا ہے۔ ایسے گدھوں کی وجہ سے جن کو زعفران سے بو آتی ہے۔ زعفران کی افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی تخم ریزی ختم کی جاسکتی ہے۔ سردرد کا علاج سر کاٹنا نہیں۔ ہاں اس درد کا علاج سوچنا چاہیے۔ احباب کے سامنے اس کا تاریک پہلو تو ہے

لیکن روشن پہلو کیوں سامنے نہیں۔ سوا شاعت بند کرنے کی بجائے افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس خطرے کی وجہ سے جس کی بنا پر احباب اشاعت بند کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ مقامات سلوک اور ان کے طے کرنے کی حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ ان کا مفہوم غلط نہ سمجھیں۔ پھر بھی اگر نہ سمجھیں تو ہم اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

آئیے! ذرا مقامات سلوک پر مختصر سا تبصرہ کریں کہ مقامات سلوک اور ان کے طے کرنے کے معنی کیا ہیں؟ مہتدی طور پر سلوک کی چند باتیں سمجھ لیجئے۔

سلوک کہتے ہیں خدا تک پہنچنے کو بطور سیر کشفی نہ کہ بطریق استدلال۔

سلوک کی تعریف

جو یہ راستہ اختیار کرے اور ہر دم آگے بڑھے کسی جگہ پیام نہ کر بیٹھے اور جو قدم پڑے آگے ہی پڑے اسے سالک

سالک کی تعریف

کہتے ہیں۔

جو سالک کسی مقام پر رُک جاتا ہے اور اپنی حالت میں جمود پاتا ہے اسے واقف کہا جاتا ہے۔

واقف

جب ایسا شخص کسی مقام پر دیر تک اڑا رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پیچھے کو ہٹنے لگتا ہے ایسے شخص کو راجع کہتے ہیں۔ خدا نخواستہ اگر یہ صورت پیش آجائے تو اسے کوئی معقول انتظام کرنا چاہیے تاکہ مایوسی نہ پیدا ہو۔ کیونکہ مایوسی اس راہ میں خطرناک منزل ہے۔

راجع

رفتم کہ خار از پاکشتم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ را ہم دور شد

سلوک کی دو قسمیں

ایک سلوک حقیقی، دوسرا سلوک اصطلاحی، سلوک حقیقی میں سب سلاسل طریقت مشترک ہیں اور سلوک اصطلاحی میں سب کا منسوب الگ الگ ہے۔ کبھی کبھی سلوک اصطلاحی میں سلوک حقیقی بھی طے ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا۔ اس وقت ہمارے پیش نظر نقشبندی مجددی سلوک یعنی مجددی طریقت ہے کیونکہ یہ کتاب ”خیر الخیر“ مجددی سلوک میں تحریر کی گئی ہے۔ لہذا اس کے بارہ میں ہی بطور اختصار کچھ عرض کرنا ہے۔ آل ورلڈ ریڈیو پر اگرچہ بہت سے سٹیشن ہوتے ہیں مگر دبایا اسی بٹن کو جاتا ہے اور اسی سٹیشن کو لگایا جاتا ہے جس سے مناسبت ہوتی ہے۔

مجددی طریقت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں شریعت کی تجدید فرمائی ہے وہاں شریعت کے باطن جس کا نام طریقت ہے اس میں بھی تجدید فرمائی ہے۔ اگر اس میں تجدید نہ فرماتے تو تجدیدی کام مکمل نہ ہوتا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے دور میں طریقت اور مذہب میں ایک بڑا زبردست خلا پیدا ہو چکا تھا کہ معرفت اور مذہب یہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں جس سے صد ہا قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس وقت کی ایک اہم ضرورت اور بنیادی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں اظہار فرمایا کہ طریقت اور مذہب الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، یا الگ الگ دو حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ خدا نشاسی کی ایک ہی بنیاد ہے جس پر مذہب اور طریقت کی تمام عمارت رکھی گئی ہے۔ مذہب اور طریقت میں جسم و جان کی طرح وحدت ہے نہ جسم بغیر جان کے جسم کہلا سکتا ہے اور نہ جان بغیر جسم کے کوئی حقیقت ہے بلکہ ان دونوں

کی وحدت کا نام جسم ہے۔ اس دور میں آپ کا یہ نعرہ تھا کہ اصلی معیار مذہب ہے نہ طریقت۔ بلکہ طریقت وہی ہے جو مذہبی حدود کے اندر پھلے پھولے۔ اگر مذہبی حدود سے باہر نکل جائے گی تو حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنا اعتدال اور موزونیت کھو بیٹھے گی جو اعتدال اور موزونیت اسلام کا خاصہ ہے۔ عشق و محبت اگرچہ ہر قید سے آزاد واقع ہوئے ہیں اور ایسی صورت میں مذہبی پابندیوں میں طریقت کی جگہ اگرچہ بظاہر محمود نہیں لیکن بد مستی کو بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اور کوئی فطرتِ سلیمہ اور معتدلہ کسی بدخمار بد مست کو پسند نہیں کرتی۔ خواہ دنیا بدخاری کے نشہ میں بد مست ہو کر جھومنے کو پسند کرے لیکن جھومنا اور بات ہے اور عقل و فراست کا اعتدال اور بات ہے۔ نبوت نے جو معاشرہ قائم کیا ہے یا کرنا چاہتی ہے۔ ایسی طریقت جو جادہ اعتدال سے نکل جائے کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ ایسی بد مستی مزاج نبوت کے برخلاف ہے اور یہ اس لئے کہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی معیاری زندگی بہت بلند ہے اور انسانی فطرت کے ہر جذبہ پر حدودِ الہیہ قائم کر دیئے ہیں۔ **حُدُودَ اللّٰهِ ط وَ مَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ط** اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک جو طریقت اسلام کے معیار پر برابر نہ بیٹھے وہ اسلامی طریقت نہیں ہے۔ خواہ اس طریقت میں کتنی ہی جاذبیت کیوں نہ ہو اور پروانہ وار لوگ اس پر لٹ پڑتے ہوں کیونکہ اسلام ایک عالمگیر پروگرام لے کر آیا ہے اور عالمگیر حالات کیلئے ایسی طریقت کبھی موزوں نہیں ہو سکتی۔ صراطِ مستقیم وہی مفید ہے جو ہر زمانہ میں مفید اور موزوں ہو۔

سلوک کی بنیاد

سلوک طریقت کی بنیاد عشق و محبت ہے۔ جس سلوک اور طریقت کے اندر محبتِ الہیہ کی آگ نہ سلگتی ہو اور حبِ الہی کی آتش شعلہ زن نہ ہو اور جس کے اثرات ظاہر و باطن پر

عیاں نہ ہو وہ طریقت نہ طریقت ہے اور نہ ایسا سلوک کوئی سلوک ہے ہاں اسے صرف نام اور رسم کی طریقت کہہ سکتے ہیں۔ جس کے اندر بناوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی طریقت ذکر کے بھی قابل نہیں۔ ایسی طریقت کے پُجاریوں کو اپنے انجام کی فکر چاہیے۔ جو صاحب طریقت شریعت الہیہ کی حدود کو پھاند جائے وہ صرف اپنا نقصان نہیں کرتا بلکہ دنیاۓ اسلام کا نقصان کرتا ہے۔ جس کی تلافی کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

ایک عرس پر حاضر ہوا تو وہاں شرعی لباس سے عاری عریاں اہل طریقت ڈھول کی تھاپ پر رقص کر رہے تھے جس میں عورتیں، بوڑھے جوان سب ہی شامل تھے۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ یہ لوگ نہیں نایب رہے بلکہ اسلام نایب رہا ہے۔ جب اسلام ناچنے لگ جائے گا۔ تو اسلام کی معقولیت پسندی، اعتدال پسندی تو ختم ہو جائے گی جو اسلام کی روح ہے۔ کسی کے سر سے شریعت کے بوجھ کی گھٹری گرانا تو آسان ہے۔ لیکن اس بوجھ کو سنبھالے۔ منزل مقصود پر لے جانا مردانِ راہ کا کام ہے۔

برکتِ جامِ شریعت برکتِ سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جامِ سندانِ باختن

مجدد علیہ الرحمۃ کا دوسرا نام

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت کی بنیاد مذہب پر رکھ کر ایک اور بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا جس کا سہرا آپ کے سر ہے کہ سلوک طریقت میں ایک ایسا کامل نصاب بنا دیا جس میں تمام لطافتیں اور حد درجہ کا اعتدال سمو کر عین اسلام اور مذہب کی فطرت سلیمہ کے مطابق ڈھال کر تیار کر دیا۔ جس میں سکر و صحو کا عجیب امتزاج ہے جو شریعت و طریقت کے نازک پیمانوں کو خراماں خراماں منزل مقصود کی طرف لے جاتا ہے جس میں جام چھلک جانے کا خطرہ تک نہیں۔ سیرالی اللہ کی ابتدا سے انتہا

تک ہر مقام کی صحیح نشان دہی فرمادی تاکہ سالک کو ایک مقام طے کرنے کے بعد دوسرے مقام کی سیر کا شوق دامنگیر رہے۔ ایک مقام پر ٹھہر رہنے سے بددلی اور مایوسی پیدا ہونے کا بہت خطرہ ہے۔ سب سے بڑی چیز جو اس سلوک کو تمام دیگر مسالک اصطلاحی سے ممتاز کرنے والی ہے وہ ہے سیر الی اللہ کے حسن و کمال کی نازک ترین خوبیوں اور تمام تر لطافتوں کو اکٹھا کر کے اسے سلوکِ مجددیہ کا نام دیا۔ یوں سمجھئے کہ امام ربانیؒ نے عرفان کے پھولوں کا ڈھیر اکٹھا نہیں کیا بلکہ ان پھولوں کا رُوح اور عطر کھینچ کر بازارِ عرفان میں لاسجایا۔ پھر آپ کی اس تعلیم کو آں ذاتِ گرامی کے تبحرِ علمی نے اس قدر چمکایا کہ دیگر تمام طریقتیں ماند پڑ گئیں۔ گویا کہ یہ تعلیم ایک آفتاب بن کر چمکی۔ جس کے سامنے دوسری طریقتیں مثل ستاروں کے ماند ہو کر رہ گئیں۔ چار دانگِ عالم میں اس تعلیم کا ڈنکا بجنے لگا۔ شاہ و گدا اس آپِ حیات کے چہرے پر لوٹ پڑے۔ آپ کی یہ بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم آپ کے مجدد ہونے کا صحیح صحیح پتہ دے رہی ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا آج کی طبائع اس بلند ترین اور لطیف ترین تعلیم کے تقاضے پورے کر سکتی ہیں یا کر رہی ہیں؟ آئیے آج کی طبائع پر حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ان کی کتاب ”سبع سیارہ“ میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ ”استعداد کجا و کرا لیاقتِ این مقاماتِ بلند است۔ ع

نہ ہر کہ سر بر ترا شد قلندری داند

”بشاراتِ معمولہ ایں خاندان بے تحقیق آثار و علامات در خارج باطن سالک مسموع

نیست۔ مگر موشے بخواب اندر شتر شد“ اس سے آگے فرماتے ہیں۔

”حضرت ایشان فرمودند قریب است کہ راہ تسلیک تمام مقاماتِ مجددیہ

مسدود شود۔ معلوم نیست کہ بر روئے زمین کسے راقوتِ تسلیک تمام

مقامات باشد“

بہر حال جتنی یہ تعلیم بلند اور لطیف ہے۔ اسی معیار کی طبائع بھی درکار ہیں معیاری طبائع نہ ہونے سے شاہ صاحبؒ اس خطرے کا اظہار فرما رہے ہیں۔ کیونکہ محض لطائف اور مقامات سلوک یاد کر لینے سے اس تعلیم کا مقصد پورا نہیں ہوتا جیسے کسی سیاح کے سفر نامہ کے عجائبات ایک سمجھ دار گھڑ بیٹھے پڑھ کر لطف تو اٹھا سکتا ہے لیکن اس کی حقیقت سیاح کی نہیں ہوتی۔ تصویر کے دیکھنے سے تمام خط و خال تو نظر آجاتے ہیں لیکن تصویر کچھ اور ہے اور عین کچھ اور۔ تصویر کے دیکھنے والا عین کار و شناس نہیں ہو سکتا کسی حاجی کا سفر نامہ پڑھنے سے حاجی نہیں بن سکتا۔ بھلا جن دوستوں کو کیفیات اور اذواق نے کبھی اپنا چہرہ بھی نہ دکھایا ہو اور بے خطرگی و دوام نگرانی کا ملکہ بھی پیدا نہ ہوا ہو اور ساتھ ہی فنائے فنا کے مدارج طے نہ کئے ہوں تو کیونکر ایسے صوفی کو صاحب کمالات ولایت یا نبوت خیال کیا جائے۔ آخری بات یہ ہے کہ اگر سلوک مجددی طے کرنے سے صرف سند حاصل کرنا مقصود قرار دیا جائے تو طالب کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی ستم قاتل نہیں چونکہ اس وقت طبائع کا میدان آرام طلبی کی طرف ہے اور اسناد لینے کے درپے ہیں اسلئے زمانہ موجودہ میں یہ سلوک کسی حد تک مُضر ثابت ہو رہا ہے اور چونکہ سالک زیادہ غور سے کام نہیں لیتے اور اپنی باطنی نسبت سے اُن کی باطنی نسبت نہیں جانچتے بلکہ طالب کے وہم و گمان پر ہی اگلے سبق پر ترقی دے دی جاتی ہے۔ چنانچہ چند دنوں میں ولایت علیا کی سند سے کمالات نبوت کے مسند پر بٹھا دیا جاتا ہے اور خود طالب بھی اپنی خامی کی طرف نہیں دیکھتا۔ بخلاف بزرگان سلف کے کہ طالب کو سالوں بلکہ عمر میں ایک ہی مقام میں گزار دیتے لیکن مقام تبدیل نہ فرماتے کہ خامی باقی نہ رہے۔ بلکہ مستعد طبیعتوں کے باوجود بارہ چودہ سال صرف ہو جاتے۔ پھر پیشوا کی آخری وصیت ہوتی کہ ہر آن تحفظ نسبت ضروری است۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ میٹرک پاس کئے بغیر بی۔ اے میں داخل کر لیا گیا ہو۔ لیکن آج کے سلوک میں یہ تعجب ہے کہ

کمالاتِ ولایت میں ملکہءِ راسخہ پیدا ہوئے بغیر کمالاتِ نبوت میں پہنچا دیا جاتا ہے بہر کیف محض سٹیشنوں کے نام یاد کر لینے سے سفر طے نہیں ہو جاتا۔

سَالِکِیْنِ كے دو گروہ

موجودہ دور میں جو علمی طبقہ ہے ان کے ہاں صرف باریک مسائل کو فلسفیانہ لباس میں ذہن نشین کرنا اس تربیت کی تکمیل سمجھی جاتی ہے اور حضرت امام ربانی کے مکتوبات سمجھنے کو نصب العین قرار دیا جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ سالکین کا ہے جو حقیقتِ محمدیؐ، حقیقتِ احمدیؑ، دائرہ محبتِ صرفہ، دائرہ محبتِ عامہ، دائرہ تعین اور لاتعین کی حقیقتوں اور ان کے تعینات میں ساری قوت صرف کر دیتا ہے۔ پہلے فسریق کے پاس سوائے علمی موشگافیوں کے اور کچھ نہیں۔ نہ اخلاق ہیں نہ عادات نہ اذکار ہیں نہ اشغال بلکہ سلفِ صالحین کی بُو تک نہیں۔ لیکن یہ طبقہ بھی کمالات کا مدعی ہے۔ دوسرا طبقہ اس سے بھی زیادہ قابلِ رحم ہے کہ سالوں سلوک مجددی طے کرنے میں صرف کر دیتے ہیں اور اصطلاحات کو بھی یاد کئے ہوئے ہیں، لیکن کسی ایک اصطلاح کا صحیح تصور بھی ان کے دماغ میں نہیں۔ میں نے کئی ایک سالکین سے مراقبہ کا تصور پوچھا۔ تو انہوں نے ہر مراقبہ کا تصور کتابی عبارت پڑھ کر ذکر کرنے کو مراقبہ بتایا۔ ایک صاحب سے سبق پوچھا کہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مسیحی الباطن پر۔ اور ایک نے کہا کہ مراقبہ احدیت پر۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے واردات، الوار، مراقبات کا ان کے ظاہر پر کچھ بھی اثر نہیں۔ حرص ہے تو کامل۔ خیالات ہیں تو فاسد۔ لیکن گھنٹوں انہیں مراقبے میں سر جھکائے دیکھتا ہوں۔ کچھ ایسے صاحبِ اجازت حضرات سے ملنے کا اتفاق ہوا کہ ان بے چاروں کو سلوک کی غرض و غایت تک معلوم نہیں۔ کمالاتِ نبوت کے فیوض کا اتنا زعم کہ داتا گنج بخشؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ کو مراتبِ ولایت سے

آگے بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ افسوس کہ مسلک مجذوبی سے منسلک ہو کر امام ربانیؒ کی اس عبارت پر بھی توجہ نہیں کہ محبتِ راہ شرط است۔ رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

ع "از محبت مس ہا ز رمی شود"

اور جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اصل ناسہی مجازی محبت کی بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ع

"مناب از عشق روگر چہ مجازی است"

ع "جو سیس تلی پر رکھ نہ سکے وہ پریم گلی میں آئے کیوں"

افسوس کہ یہ حضرات یہ بھی نہیں سمجھ رہے کہ بجائے سالک کے رجعتِ قہقری شروع ہو گئی ہے۔

کیا سلوک سے لطائف کا روشن ہونا مقصود ہے؟

بعض سالکین بلکہ اکثر سالکین لطائف پر تمام ہمت اس لئے خرچ کر دیتے ہیں کہ لطائف میں روشنی اور حرکت پیدا ہو جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر بزرگِ عم خود اسی کو سلوک کا مقصد اور خدائی مشاہدہ خیال کرنے لگتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ سلوک کا یہ مقصد قرار دینا اور اس میں مگن رہنا بڑی غلط فہمی ہے بلکہ سہمتی کا ثبوت ہے۔ افسوس کہ عمر کا ایک کثیر حصہ اسی میں ضائع کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ جس غرض کیلئے یہ راہ سلوک اختیار کیا گیا تھا وہ گم ہو رہا ہے اور ذکر کی ایک لے میں منزل مقصود کی طرف قدم نہ بڑھاسکے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کیجئے کہ شیشے کی جلا کا مقصود چہرہ زیبا کو دیکھنا ہے نہ یہ کہ خود شیشہ کو جلا دیتے رہنا۔ ایسا ہی ذکر کو اور اس کے آثار کو مقصود بنانا اور مذکور سے غافل رہنا۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو احکامِ شریعت کا پابند بناتے چلے جائیں۔ اگر اس کو طریقت کے فیوض حاصل نہیں ہوئے تاہم نقصان کا بھی اندیشہ نہیں۔ لیکن ایسی طریقت کیا کہ سلوک تمام کیا۔ مگر نہ خوفِ الہی اور نہ محبتِ الہی۔

نہ توکل ہے نہ زہد و تقویٰ۔ پھر بھی باکمال۔ کمالاتِ نبوت کی مسند پر فائز۔ نہ صورتِ رسولی نہ سیرتِ رسولی۔ کمالاتِ نبوت جب آتے ہیں تو چھپے نہیں رہتے۔ لطائف میں حرکت اور چمک تو پیدا ہوئی مگر آدابِ الہی بجالانے کی توفیق حاصل نہ ہوئی تو اس صورت میں یہ ایک تماشا ضرور ہوگا اور بس۔ اس مثال پر غور فرمائیے کہ ایک شخص نے کنواں چلایا لیکن کنویں کا پانی کنویں میں ہی گرتا رہا۔ اور پانی باہر نکل کر سیراب نہیں کرتا اور کھیتی باڑی کے کام نہ آیا تو ایسے کنویں کے چلانے سے کیا فائدہ؟ بلکہ اس کا وجود ہی لاف حاصل ہے۔ ایسے کنویں کو کنواں کہنا بھی غلطی ہے۔ ایک لاری یا ٹرک کے انجن میں پٹرول ڈالنے سے انجن کے اندر کا پنکھا تو چل رہا ہے۔ پنکھے کے چلنے کی آواز بھی آرہی ہے۔ لیکن لاری یا ٹرک کی باڈی نہیں چل رہی اور اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہو رہی تو اس کے پنکھے کے چلنے اور اس کے شور مچانے سے کیا فائدہ؟ پٹرول ڈالنے اور پنکھا چلنے سے مقصد پٹرول یا پنکھے کا چلنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ باڈی کو چلائے اور اس کو رواں دواں منزل مقصود پر پہنچائے۔ تو اسی طرح طریقت سے لطائف کی حرکت یا چمک مقصود نہ تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہ حرکت اور کیفیت تمام لطائف سے گزرتی ہوئی انسانی حرکات و سکنات اور اعمال پر اثر انداز ہو ورنہ تو سلسلہ طریقت تمام کا تمام بیکار ہو کر رہ جائے گا۔ مگر کیا کیا جائے یہ حضرات بھی معذور ہیں کیونکہ جس کسی نے شاہی جلال اور تزک و احتشام اپنی آنکھوں سے کبھی نہ دیکھا ہو اور شاہی جاہ و جلال اور شان و شوکت کی ہیبت اس کے قلب پر وارد نہ ہوئی ہو تو وہ آدابِ شاہی بجا بھی کیسے لاسکتا ہے۔ جن سالکین نے صرف نامِ خدا ہی سنا ہو اور اس کے عظمت و جلال بطور مشاہدہ کبھی بھی اس کے تصور میں نہ آئے ہوں وہ ان حقائق کا صحیح عرفان کیسے کر سکتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ

آخری گزارش ہے کہ طریقت سراسر محنت ہے۔ اس کا سرمایہ سوز و گداز ہے۔

طریقت اسی سے پرورش پاتی ہے اور پھلتی پھولتی ہے۔ اسی کے وہ شیریں پھل ہیں کہ اگر کسی خوش نصیب کو اس کا ذائقہ نصیب ہو جائے تو شاہی اسی داؤ پر لگانے کو فخر سمجھتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ متاعِ حیات رائگاں نہیں گئی۔ وہ سب کچھ لٹا کر بھی سمجھتا ہے کہ میں نے سب کچھ پالیا۔ ۷

ما اگر قلاش دگر دیوانہ ایم

مست آں ساقی آں پیمانہ ایم

اور اسی ایک چیز کے نہ ہونے سے شجرِ طریقت پر خزاں کا سماں آ چکا ہے اور ایسا بھیانک چہرہ نکل آیا ہے کہ دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کچا گوشت خواہ کتنا بہترین ہو۔ لیکن اگر پکایا نہیں گیا تو اس کو کون کھانا گوارا کرتا ہے۔ اور اگر کچا کھائے گا تو پیٹ میں درد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ ۷

تیرے اک نہ ہونے سے ساقیا نہ وہ دور ہے نہ وہ جام ہے
نہ وہ صبح اب میری صبح ہے نہ وہ شام اب میری شام ہے

یاد رکھیے

جان دلائل پر نہیں دی جاتی جانِ حسن پر دی جاتی ہے۔ دلائل کو تو دلائل سے توڑا جاسکتا ہے۔ لیکن محبت کی زنجیر تو ہتھوڑوں کی ضربوں سے بھی نہیں توڑی جاسکتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ سوز و تڑپ بھی قدرت کا عطیہ ہے۔ نہ سوز اپنے اختیار میں ہے نہ تڑپ۔ ۷

نہیں موقوفِ مدبر و حرم پر جلوہ فرمائی
خدا نے حُسن کی دولت جہاں چاہی وہاں رکھ دی

بہر حال ظاہر و باطن کی صفائی یکساں چلانے کا نام اسلام ہے۔ طریقت ہے۔ ان تمام پر رحمت ہو جو اس کی تلاش و محبت میں سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صراطِ مستقیم دکھائے۔ آمین ثم آمین
 سے نگاہِ بلند سخن و نوازِ حبان پر سوز
 یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

راستم

نیاز مند فقراء و علماء

صدیق احمد شاہ توکلی

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
وَعَلَىٰ آلِهِ
وَأَقْبَابِهِ

اللَّهُمَّ
صَلِّ وَسَلِّمْ
وَعَلَىٰ آلِهِ
وَأَقْبَابِهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُقَدِّمہ

شیخ کامل مکمل اور اہل دل کی شناخت و معرفت کا بیان

از معمولاتِ مظہرہ صفحہ ۳۰

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ المقالة الرضیہ فی النصیحہ والوصیۃ کے حاشیے میں لکھتے ہیں
کہ طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ علم لدنی کی طلب اور نسبت صوفیہ کی تلاش میں جو کہ غنیمت کبریٰ ہے
مشغول رہے اور اہل دل کی تجسس اور شیخ کامل مکمل کی جستجو میں کوشش کرتا رہے۔ پس
اگر کسی ایسے بزرگ کو پالیوے کہ جس کی صحبت نسبت جذبی کی کنجی ہو اور اس کی تاثیر
صحبت لوگوں کی گرفت کر رہی ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے تاکہ حالت مطلوبہ یعنی
یادداشت اور دوام حضوری و آگاہی کا ملکہ ہو جائے لیکن چونکہ علم لدنی ایک معاملہ ہے۔

پوشیدہ اور حق باطل کے ساتھ اشتباہ رکھتا ہے اور جس جگہ کہ نفعِ عظیم کی امید ہے وہاں ضررِ عظیم کا بھی اندیشہ ہے اور جہاں خزانہ ہے وہاں سانپ اور چور کا بھی احتمال ہے پس بیعت کرنے اور کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کیلئے واجب ہے کہ جلدی سے کام نہ لے۔ اندیشہ ہے کہ اس کا ہاتھ کسی شیطان کے ہاتھ میں جا پڑے اور ایمان کو بھی ہاتھ سے دے بیٹھے۔ اور یہ نصیحت صرف اسی زمانہ والوں کے واسطے مخصوص نہیں۔ بلکہ اکابر سلف بھی اسی طرح فرما گئے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دست
ترجمہ: بہت شیطان ہیں آدم کی صورت نہیں ہراک لائق بہر بیعت
اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نگہدار آل مرد در کیسہ دُرّ کہ داند ہمہ خلق را کیسہ برّ
ترجمہ: بچائے وہی اپنے موتی جو جانے کہ ہے خلق سب جیب کتروں سے معمور

اور شیخ کامل مکمل کے دریافت کرنے کا طریقہ اس میں منحصر نہیں ہے کہ اس سے کرامات اور دلوں کی باتیں معلوم کر لینے کا ظہور زیاد ہو یا وجد و حال اور ذوق و شوق اس میں پایا جائے کیونکہ ان میں سے بعضی چیزوں میں جوگی، فلسفی و برہمن بھی شرکت رکھتے ہیں۔ پس یہ امور سعادت کی دلیل نہیں۔ بلکہ شیخ کامل مکمل کے پہچاننے کی صحیح دلیل و علامت یہ ہے۔ جان تو اے سعید نیک بخت کرے تجھ کو اللہ تعالیٰ۔ اول چاہئے کہ شیخ کو ظاہر شریعت پر مستقیم اور کلام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل دیکھ لے تاکہ اس کی نسبت متقی کہنا ممکن ہو۔ کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ یعنی پرہیزگاری میں منحصر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اَوْلِيَاءَ وَاِلاَّ الْمُتَّقِيْنَ ترجمہ۔ یعنی نہیں اولیاء (میعنی دوست) اس کے مگر پرہیزگار۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعض اولیاء اللہ نے طریقہ ملائیت اختیار کیا ہے اور ان سے بظاہر کوئی آثار پرہیزگاری کے نظر نہیں آئے اور باوجود اس کے بعض لوگوں کو ان سے فیوضِ باطنی

بھی پہنچے ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ یہ نادر ہے اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور دوسرے عقل و مترع کا حکم یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنا جلب منفعت سے زیادہ اہم اور مقصود ہے۔ پس جس جگہ کہ ضرر کا احتمال ہو وہاں سے بھاگنا بہتر ہے۔ اور جو شخص کہ ظاہر میں مستفی پایا جائے۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کے ساتھ صحبت رکھنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس جگہ ضرر کا احتمال مفقود ہے۔ فائدہ اس سے پہنچے یا نہ پہنچے۔ پس اگر اس کی صحبت وہ تاثیر کرے جو کہ علمائے باطن کے نزدیک معتبر ہے تو ایسے مردِ کامل کی صحبت کو کبریتِ احمر (اکبیر) جان کر غنیمتِ کبریٰ شمار کرے۔ اور اگر اس کی صحبت تاثیر نہ کرے یا وہ تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر نہ ہو تو اس شخص کے ساتھ حسنِ ظن تو رکھے لیکن اس کی صحبت و بیعت کو ترک کر دے اور جس جگہ اپنا رشد و ہدایت دیکھے وہاں رجوع کرے کیونکہ مقصود حق ہے جلّ شانہ، نہ کہ وہ مرد۔ ۷

باہر کہ نشستی او نشد جمع دلت

وز تو نر امید زحمت آب و گلت

ترجمہ: اگر تونے کسی کی صحبت اختیار کی اور تیرے دل کو جمعیت حاصل نہ ہوئی اور نہ ہی تیرے باطن سے پانی دھٹی کی کلفت دور ہوئی تو خبردار اس کی صحبت سے بھاگتا رہ۔ ورنہ عزیزان کی روح تجھ کو معاف نہ کرے گی۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جو تاثیر اکابر کے نزدیک معتبر ہے اس کو ذرا اور واضح بیان کرنا چاہیے تو جواب دیا جائے کہ وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کی صحبت میں ایک ایسی حالت پیدا ہو کہ دل دنیا سے سرد ہو جائے اور محبتِ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دوستوں اور نیک اعمال کی پیدا ہو۔ نیکیوں کی توفیق اور برائیوں سے پرہیز و بیزاری حاصل ہو جائے اور بمقتضائے اِذَا رُوِيَ ذَكَرَ اللّٰهَ یعنی جب وہ نظر آئیں تو خدا تعالیٰ یاد آجائے اور دوامِ حضور حاصل ہو اور اطمینان و جمعیت میسر آئے اور جس قدر کہ نیک اعمال کرے۔ وہ

نسبت اور حالت جو کہ اس شخص کو اس مردِ کامل سے پہنچی ہے اس میں قوت پاتا چلا جائے اور جس قدر گناہ اس سے سرزد ہوں۔ تنگی و بے آرامی اسی قدر اس کو آدبائے اور جو نسبت و حالت کہ اس بزرگ سے اس کو پہنچی ہے اس میں نقصان آجائے اور وہ جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَانْتَ مُؤْمِنٌ (ترجمہ) یعنی جس وقت خوش کرے تجھ کو تیری نیکی اور رنجیدہ کرے تجھ کو تیری برائی۔ پس سمجھ لے کہ تو مومن ہے۔

اس میں اشارہ اسی اطمینان و تنگی کی طرف ہے پس ایسے مرد کو کہ جس کی صحبت یہ تاثیر رکھتی ہو کامل مکمل جاننا چاہیے اور یہ صفت جو اس کی صحبت میں حاصل ہو اس کو کمال سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ صفت شریعتِ قطعہ کے موافق ہے اور دوامِ حضور کیلئے مفید طاعات سے نزدیک کرنے والی اور گناہوں سے دور کرنے والی ہے۔ عاداتِ رذیلہ یعنی کبر، غرور، حسد، رینہ، حُبِ جاہ و مال وغیرہ کو دور کرتی ہے اور اخلاقِ جمیلہ و اوصافِ جمیلہ جیسے حُبِ فی اللہ، بغضِ للہ، اخلاص، صبر، شکر، رضا اور دنیا سے زہد وغیرہ کیلئے مفید ہے۔ پس ایسا مردِ کامل مکمل اگر پایا جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جاننا اور ان کے ہاتھ میں اپنے آپ کو اس طرح سے دینا چاہیے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور احوال و واردات جو کچھ وارد ہوں ان کو شریعت کے ترازو میں تولنا چاہیے اگر شریعت ان کو قبول کرے تو قبول، اور جو وہ رد کرے تو رد کر دینا چاہیے۔ وجد، ذوق و شوق اور مواجید وغیرہ اگر بے اختیار پیش آئیں تو ان میں معذور ہے۔ لیکن ارادے اور اختیار سے کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ جس کو عقل اور شریعت پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ اکابر نے کبھی ایسے کام اپنے ارادے اور اختیار سے نہیں کئے اور اہل باطل یعنی جھوٹوں کا اعتبار ہی نہیں اور کونسی نیک نیت اور درست مصلحت اس میں ہو سکتی ہے کہ دیوانوں کی کسی حرکتیں اپنے لئے روار کھے اور وہ جو بعض اکابر نے کہا ہے کہ صوفیوں کی رسمیں بالکل بیچ

ہیں۔ اس کے یہی معنی ہیں۔ انتہی

اور حضرت مجدد و صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مریدِ شہید اور طالبِ سعید راہِ سلوک میں ہر لمحہ پیر کے خوارق و کرامات کو معلوم کرتا رہتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر وقت اس سے مدد مانگتا ہے اور پاتا ہے۔ خوارق و کرامات کا ظہور دوسروں کے لئے ضروری نہیں لیکن مریدوں کے حق میں کرامات پر کرامات اور خوارق در خوارق ہیں۔ مرید کیسے پیر کی کرامات کا احساس نہ کرے۔ حالانکہ پیر نے مرید کے مردہ دل کو زندہ کیا اور مکاشفہ اور مشاہدہ تک پہنچایا ہے۔ عام لوگوں کے نزدیک جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان ہے۔ لیکن خاص بزرگوں کے نزدیک قلب اور روح کو زندہ کرنا رفیع الشان ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ رسالہ ”قدسیہ“ میں فرماتے ہیں کہ جسم کو زندہ کرنا چونکہ اکثر عوام کے نزدیک اعتبار رکھتا ہے۔ اس واسطے اللہ والوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور رُوحوں کو زندہ کرنے میں مشغول ہو گئے اور اپنی تمام توجہ طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف مبذول کر دی اور حق بات یہی ہے کہ قلب و روح کو زندہ کرنے کے مقابلہ میں جسم کو زندہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ راستہ میں روٹے کنکر پھینکے ہوئے ہوتے ہیں اور فعلِ عبث میں داخل ہے کیونکہ یہ زندہ کرنا حیاتِ چند روزہ کا سبب ہے اور وہ زندہ کرنا لاوامی زندگی کا وسیلہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود ہی فی الحقیقت کرامات ہیں سے ایک کرامت ہے اور ان بزرگوں کا خلقت کو حق جل شانہ کی طرف بلانا اللہ جل جلالہ کی رحمتوں میں سے ایک خاص رحمت اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا آیاتِ خداوندی میں سے ایک عظیم الشان آیت یہی بزرگوں کا اہل زمین کیلئے باعثِ امن و امان ہیں اور غنیمتِ روزگار بِہِمَّ يُمْطَرُونَ وَبِهِم يَرْزُقُونَ (ترجمہ) یعنی انہی کے طفیل سے لوگوں پر بارشِ رحمت برسی ہے اور انہی کے وسیلہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ انہی کی شان میں ہے کہ ان کی

کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفاء ہم جلساء اللہ و ہم قوم لا یشتقی جلیسہم و لا یخیب انیسہم (ترجمہ) یعنی وہ اللہ جل جلالہ کے ہم جلس ہیں اور یہ بزرگوار وہ قوم ہیں کہ ان کا ہم جلس شقی یعنی بد بخت نہیں رہتا۔ اور ان کا دوست رحمت خداوندی سے مایوس نہیں رہتا۔ وہ علامت جو اس پاک گروہ کے سچے بزرگواروں کو جھوٹوں سے جدا اور ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہر شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور اس کی مجلس میں دل کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ایک طرح کا میلان اور توجہ پیدا ہو جائے اور غیر خدا جل شانہ کی طرف سے دل کے اندر ایک قسم کی سردی محسوس ہونے لگے تو جان لو کہ یہ شخص سچا اور اولیاء اللہ کی شمار میں ہے خواہ کسی درجہ میں ہو اور یہ بھی ارباب مناسبت پر نظر کر کے کہا جاتا ہے ورنہ بے مناسبت محض محروم مطلق ہے۔

بہر کہ اوروئے بہ بہبود نداشت دیدن روئے نبیؐ سود نداشت
(ترجمہ) جو شخص نیک بختی کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے بھی فائدہ نہ پہنچا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک مکتوب میں فرماتے کہ جو مرضی صحت کاملہ (یعنی نسبت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ اتباع سنت نبویہ کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے اور جو اوزار و برکات کہ اس پر مرتب ہوں ان کو تمام فیوضات سے افضل جانے اور یہ وجد و حال اور ذوق و شوق جو آج کل کے زمانہ میں ناثق ہے جمعیت باطنی اور دوام حضور کے مقابلہ میں اس کا کچھ اعتبار نہ رکھے اور جس بزرگ کی صحبت میں امور مذکورہ بالا کا کچھ اثر پائے تو اس کو نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان کر اس کی خدمت و صحبت لازم پکڑ لے اور اس راستہ کے اخروٹ و کشمش پر فریفتہ نہ ہو جائے اگرچہ لذیذ ہی ہوں۔

والسلام

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیْمِ الْعَلَّامِ حَمْدًا لَا اِنْتِهَاءَ لَهُ ط وَالصَّلٰوةُ
 وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ خَيْرِ الْخَلْقِ وَالْاَنَامِ ط وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ
 هُدٰیةً النَّاسِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ط وَعَلٰی اَوْلِیَائِهِمْ شُرَفًا بِالْقُرْبِ
 وَمَعْرِفَتِهِمُ وَالْاَحْوَالِ وَالْمَقَامِ ط وَزُیْنًا سِرًا اِثْرُهُمْ بِالْفِرَاسَةِ
 وَالْاِلْتِهَامِ ط

اما بعد بندہ محبوب عالم توکل ہاشمی نسباً وحنفی مذہباً و نقشبندی نسبتاً و ماتریدی
 عقیدتاً عرض پرداز ہے کہ اس طریقہ نقشبندیہ کی ترویج و تعلیم کا امر حضرت قبلہ عالم حبیب الرحمن
 قطب الارشاد فرد زمانہ حضرت خواجہ توکل شاہ صاحب انبالیوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا
 اور آنحضرت کی طرف سے معمور ہو کر بندہ اس کا رخیر میں مشغول ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ او
 بہ برکت خواجگان انجام خیر کو پہنچا اور طالبان مولا کی کثیر جماعت نے اس فقیر کے ہاتھ پر
 بیعت کی اور مقامات نقشبندیہ حاصل کئے کہ کئی ابھی مبتدی ہیں اور کئی ملتہی ہو گئے اور
 بہت سے متوسط ہیں اور یہ سلسلہ بعنایت الہی کثرت سے جاری ہے۔ لہذا بعض طالبان مولا
 کو تحریر مقامات کی بالتفصیل ضرورت محسوس ہوئی۔ اگرچہ یہ حال ہے قال نہیں۔ تاہم یہ علم
 اجمالی سماعی نفع سے خالی نہیں کہ اس کے دیکھنے سے شوق تعلیم کا پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ اس
 کے اہل علم جو اس کو پڑھ سکیں گے قالی طور پر معلوم کر لیں گے کہ فقیر یہ ہے اور خدا تعالیٰ

ہدایت بخشے تو کسی کامل سے دیکھ بھال کر سیکھیں اور ناسحق اندھا دھند کسی دوسرے راستہ گمراہی پر نہ پڑیں بلکہ صراطِ مستقیم پر رہیں۔

چونکہ منشی کرم الہی قوم درزی ساکن رسول نگر معروف رام نگر ضلع گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد جو سعید اذلی اور معصوم طبیعت ہیں اور جن کو مقاماتِ مجددیہ میں پورا وصول ہے اس بات کے زیادہ درپے ہوئے کہ ایک کتاب بطور دستور العمل اسی طریقہ عالیہ میں تحریر ہونی چاہیے تاکہ طالبان اس طریق پر اپنی روش بنائیں اور اذکار ہر مقامات کے علامات ہر مقام کی اور تمیز ایک مقام کی دوسرے سے بیان ہو تاکہ طالب مولا کو اخفانہ رہے۔ لہذا اس فقیر قلیل البضاعت نے یہ کام شروع کیا واللہ الموفق والمعین والیہ المرجع والمآب (ترجمہ) اور اللہ توفیق دینے والا اور مددگار ہے اور اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانا ہے۔ ۱۲ پہلے اس میں چند خصوصیات جو اس سلسلہ عالیہ کی ہیں اور چند اصطلاحات جو خاص اکابرین سلسلہ کی ہیں تحریر کرتا ہوں تاکہ اس راستہ میں آنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس راستہ کے اصول یہ ہیں جن کے ذریعہ سے طالب مشاہدہ ذاتی اور دوام حضور تک پہنچتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

جاننا چاہیے کہ چند اصطلاحات ہیں کہ خصوصیت اس عالیہ خانہ ان کے ساتھ رکھتی ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں کہ بناء طریقہ نقشبندیہ کی انہی پر ہے اور بعض ایسی ہیں کہ تاثیر ان پر موقوف ہے اور وہ یہ ہیں :-

- ① ہوش دردم
- ② نظر برتدم
- ③ سفر در وطن
- ④ خلوت در انجمن
- ⑤ یاد کرد
- ⑥ بازگشت
- ⑦ نگہداشت
- ⑧ یادداشت

یہ آٹھ کلمہ مذکور حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور یہ تین جو آگے ذکر ہوتے ہیں یہ حضرت امام الطریقیت خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں ① وقوف زمانی ② وقوف قلبی ③ وقوف عددی - یہ گیارہ کلمات

ہیں اور بارہواں خاصہ۔ اس طریقہ نقشبندیہ کا اندراج نہایت فی البدایت ہے یعنی نقشبندی طریق میں نہایت بدایت کے اندر داخل ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اس طریقہ کا اخیر ابتداء میں داخل ہے۔ یہ دلیل ہے اس طریقہ کے عالی مقام ہونے کی یعنی یہ دلالت کرتا ہے کہ مشروع ہی اس طریقہ فضلی کا ایسا عالی ہے کہ جس کے مشروع میں ہی انتہا کی صورت آجاتی ہے۔ اگرچہ حقیقت بعد میں وارد ہوتی ہے۔ اسی واسطے اکابر نقشبندیہ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ جہاں اوروں کی انتہا ہے وہاں سے ہماری ابتداء ہے۔ چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ع۔ اول ما آختر ہر منتہی است۔ یعنی جہاں دوسروں کی انتہا ہے۔ اس سلسلہ کے طالب کا وہاں پہلا قدم ہوتا ہے اور یہ طریقہ جامع الطرق ہے یعنی حضرات چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور جوان کی شاخیں ہیں جیسے شطاریہ، مداریہ وغیرہم۔ ان تمام کی وراثت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام سلسلوں کا وارث بنایا۔ چنانچہ شجرے ہر ایک سلسلہ کے آپ کی طرف منسوب ہیں۔

اس طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نعمت عطا کی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اور انہوں نے حضرت امام قاسم کو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حقیقی پوتے تھے اور حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر ام فردہ کا نکاح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو یہ صدیقی نسبت ہو حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دی۔ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وقت حصول اس نعمت کے فرمایا۔ وَكَذَلِكَ الصِّدِّيقُ مَرَّتَيْنِ ۝ یعنی مجھ کو صدیقی نے دو دفعہ جنا۔ ایک دفعہ اپنی پوتی کے واسطے سے اور دوسری دفعہ نعمت صدیقی کے عطا فرمانے سے۔ اب جامعیت ہو گئی یعنی جو نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلی آتی تھی اب وہ بھی اور یہ بھی اور اس سلسلہ میں یہی نسبت

جامعہ چلی آتی ہے جو حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ پر تفصیل کے ساتھ وارد ہوئی اور یہ طریقہ فضلی اقرب طرق الی اللہ ہے۔ اگر اس طریقہ کا سالک شام کو بیعت ہو کر کامل پیشوا سے ایک توجہ قلب پر لے اور اس کے قلب میں ذکر شروع ہو جائے اور پھر گلی صبح کو فوت ہو جائے تاہم ولایت کا درجہ اس کو حاصل ہو جائے گا اور اس طریقہ میں پابندی شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ درجہ پر ظاہر صورت میں بھی ہو جاتی ہے کہ تمام کام موافق شرع بیضا ہونے لگ جاتے ہیں اور باطن بھی نور معرفت سے بھر رہتا ہے۔

ماخذ کار میں دل یار میں۔ یہ اسی طریقہ کا خاصہ ہے کہ ظاہر شریعت سے پیوستہ اور باطن معرفت سے آراستہ۔ ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے اور ظاہر میں کسی کو خبر نہ لگے کہ یہ فقیر ہے یا نہیں۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ و شش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشنا رہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ ایسی خوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔ ۱۲

اب میں مشارح نقشبندیہ کی اصطلاحات کے کہ جن پر اس طریقہ کی بنا ہے اور جو تاثیر کیلئے شرط ہیں۔ اگرچہ وہ ذکر ہو چکی ہیں لیکن ان کے معنی تحریر کرتا ہوں تاکہ وضاحت ان کی طالب مولا کو فائدہ بخشنے۔ وہ ہوا

کے یہ معنی ہیں کہ طالب مولا مبتدی ہوشیار اور بیدار ہے کہ کوئی

۱۔ ہوش دردم دم یعنی سانس اسم ذات اللہ سے خالی نہ جائے اور ڈھونڈ

کرتا ہے کہ کونسا سانس میرا ذکر اور کونسا غافل گزرا ہے اور یہ صورت ذکر کی دوام حضور تک پہنچا دیتی ہے۔ جب دوام حضور حاصل ہو جائے تو پھر خواہ یہ تپس کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ ہوشیاری

کاتختس مبتدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب یہ پختہ ہو گیا تو سالک سلوک میں شروع ہو جاتا ہے۔ جس وقت یہ حالت ہو جائے تو پھر چاہے کھوج کرے یا نہ کرے لیکن دوام حضور حاصل ہونے سے پہلے تختس ضرور کرے۔ اس طرح پر کہ تھوڑی تھوڑی مدت میں کھوج کرتا ہے یعنی اپنی حالت کا اس طور پر فکر کرے۔ ہر ساعت کے بعد کہ اس ساعت میں غفلت تو نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی ہو تو استغفار کرے اور آگے کو اس غفلت کے چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ۔ اس طریق پر ہمیشہ ڈھونڈ کرنا ہے تا وقتیکہ دوام حضور کو پہنچے یہ طریقہ یعنی غفلت کے وقت یا مدت کی ڈھونڈ کرنا اس کا نام وقوفِ زمانی ہے یعنی زمانہ سے واقف ہے کہ کوئی زمانہ غفلت کا نہ گزرے۔ اس کو خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ نے استخراج کیا ہے۔ اس واسطے کہ انہوں نے معلوم کیا کہ متوجہ ہونا علمِ علم کی طرف یعنی دانست اور یافت کو ہر دم میں معلوم کرنا درمیانی حال والے سالک کو پریشان کرتا ہے بلکہ اس کے مناسب استغراق ہے توجہ الی اللہ میں اس طرح پر کہ اس کو اپنی طرف متوجہ ہونے میں مزاحم نہ ہو۔ حاصل کلام یہ کہ ہر دم کا محاسبہ جو عبارت ہے۔ ہوشِ دردم سے مبتدی کے واسطے مناسب ہے۔ نہ متوسط اور منتهی کے واسطے اور قدے قدے مدت کا محاسبہ کرنا جس کا نام وقوفِ زمانی ہے۔ یہ لائق ہے متوسط کے جب سالک دوام حضور اور استغراق کو پہنچ جائے تو ان وقوفوں کی حاجت نہیں رہتی۔

نظر بر قدم | اب نظر بر قدم کے معنی سمجھو۔ وہ یہ ہیں کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدموں کے اور بیٹھنے کے وقت آگے دیکھے۔ کیونکہ نقوش مختلف دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کی طرف نظر کرنا سالک مبتدی کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اپنے مطلوب سے روکتا ہے ایسا ہی مختلف آوازیں لوگوں کی سننا اور ان کی باتوں پر کان لگانا۔ اکابر نقشبندی نے فرمایا ہے کہ نیچی نظر رکھنا مبتدی کے واسطے مفید ہے اور منتهی پر واجب ہے کہ اپنے حال میں فکر کرے کہ میں کس نبی کے قدم پر

ہوں۔ بعضے اولیاء اللہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہوتے ہیں۔ ان کو جامعیت کمالات کی ہوتی ہے اور بعضے حضرت موسیٰ بعضے حضرت عیسیٰ اور بعضے حضرت ابراہیم و نوح علی نبینا وعلیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں۔ پس سالک کو چاہیے کہ جب اپنے پیشوا کو پہچان لے تو اس کے بعد اپنے حالات و واقعات کو ان کے مناسب کرتا چلا جائے اور اس فقیر کے نزدیک نظر بر قدم کے معنی بتدری کے واسطے تو وہی ہیں جو اوپر گزر چکے لیکن منتہی کے واسطے یہ ہیں کہ جب سالک اپنی صفت علمی کو حرکت دیتا ہے یعنی توجہ ذات کی طرف کرتا ہے تو یہ سیر مشروع ہو جاتی ہے تو لازم ہے کہ جو تجلی سالک منتہی پر کھلے سالک منتہی نظر قدم اٹھانے پر رکھے۔ لیکن ٹھہرے نہیں جیسا کہ راستہ طے کرنے میں قدم اٹھانے سے آگے بڑھتا ہے۔ ایسا ہی راہ سلوک میں چاہیے کہ سالک منتہی فکر یعنی صفت علمی کو آگے بڑھائے۔ جو کچھ منتہی کی نظر میں آیا ہے اللہ اس سے آگے ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

سُن اے طالبِ مولا والے دل مولا سے آویں

دم دم قدم اگیرے رکھیں ٹھیر نہ کتے کھلوئیں

جہاں تک تیری سیر قدمی ہے وہاں تک قدم اور نظر کو بڑھانے پر رکھ۔ ہذا ما خطر سبالی

خلوت در انجمن کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح فقیر کو حجرے اور خلوت

میں بیٹھ کر تخلیہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ویسا ہی تخلیہ مجلس

عام میں رہتا ہے۔ مراد یہ کہ سالک کا دل اللہ کے ذکر میں ایسا مشغول ہو کہ جمیع حالات

یعنی پڑھنے کلام کرنے اور کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے

ذکر یعنی اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ ایسا ملکہ پختہ ہو جائے کہ یاد سے بالکل غفلت نہ ہو خواہ کیسے

ہی مجالس اور ہجوم ہوں دل مولا کی یاد میں رہے۔ سوائے مولا کے دل کو کسی کی خبر نہ ہو جیسا

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (ترجمہ)

کہ بہادر مرد وہ لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی۔ ذکر اللہ تعالیٰ

سے اسی واسطے خواجہ رامتینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

ازدرون شو آشاؤانہ بروں بیگانہ و شش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(ترجمہ) اندر سے آشارہ اور باہر سے بیگانوں کی طرح۔ ایسی خوبصورت چال جہاں کے اندر کم ہے۔ ۱۲

یعنی ظاہری صورت شریعت دیانت و امانت والوں کی ہو اور دل خدا کی یاد میں ہو اس زمانہ میں اگر ظاہر صورت علمائے صالحین کی ہو اور دل ذکر الہی میں تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ اس زمانہ میں عوام الناس علماء و صلحاء کو بیگانہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی صورت بنالینے سے فقیر محفوظ رہے گا۔ جیسے ملامتیہ فقر کو محفوظ رکھنے کے واسطے ملامت کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے۔ اب فی زمانہ یہ صورت ظاہری بنالینے میں فقر بھی محفوظ رہے گا اور خلاف شرع ملامت کی روش بھی نہ بنانی پڑے گی اور دوسرے علماء و صلحاء کی ظاہری صورت و روش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت پر اللہ تعالیٰ عاشق۔ پس یہ صورت اختیار کرنے سے خدا تعالیٰ کے معشوقوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ترجمہ) یعنی جس نے کسی گروہ کی مشابہت پیدا کر لی وہ انہی میں داخل ہے۔

یاد کرد یاد کرد کے معنی یہ ہیں کہ ذکر اللہ تعالیٰ کا خواہ نفی اثبات خواہ اثبات مجرد یعنی ہمیشہ ذکر فرمودہ مرشد کا تکرار بلا ناغہ کرتا رہے یہاں تک کہ حضور حاصل ہو جائے اور دل ہمیشہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہے بوصف محبت و تعظیم حق کے۔

سفر در وطن سفر در وطن کے معنی یہ ہیں کہ اپنے وطن میں رہ کر سفر کرتا رہے یعنی حالت اقامت کے اندر سفر میں ہو۔ حالانکہ ضدوں کا جمع ہونا ہے تو اس کے معنی اکابر نے یہ لکھے ہیں کہ ملکاتِ رذیلہ یعنی بری خصلتیں چھوڑ کر نیک خصلتیں حاصل

کرتا ہے۔ جیسا کہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر دوسرے وطن میں چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی سالک ایک خصلتِ رذیلہ کو ترک کر کے اچھی خصلت کی طرف چل پڑا تو مسافر کی طرح خصلتِ حمیدہ تک جا پہنچتا ہے۔ مسافر کی یہ حالت ابتداء میں ہوتی ہے جب منتهی یا متوسط ہو جائے تو سفر اس وقت بہت لمبا ہو جاتا ہے کہ سیر مقامات میں سفر کرتا ہے جیسے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و علیا کمالاتِ نبوت، حقائقِ الہیہ، حقائقِ انبیاء، ملک و دود۔ حتیٰ کہ فیضِ غیبِ الغیب کا لینے لگ جاتا ہے یا غیبِ الغیب سے اس سالک پر خود فیضان آنے لگ جاتا ہے۔ یہ عجیب سر ہے کہ اپنے گھر بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے اور پہلی صورت یعنی ابتدائی حالت میں جو انتقال ملکاتِ رذیلہ سے حمیدہ کی طرف ہے۔ اس میں سالک پر واجب ہے کہ اپنے رگ و ریشہ بدن کے اندر ڈھونڈ کرتا ہے اور جہاں کہیں غیر اللہ کی محبت پائے اس کو لا الہ کی لا کے نیچے لا کر دور کرتا ہے اور **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تَطِيْبًا** ہے (ترجمہ) بخشش مانگتا ہوں میں اللہ اپنے رب سے ہر گناہ سے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ اگر غیر اللہ کی محبت رہی تو ظاہر ہے کہ وہ یادِ خدا سے روکنے والی ہے پس جو چیز خدا تعالیٰ سے باز رکھنے والی ہو اس کو دفع کرتا ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ذکر شروع کیا تو تین یا پانچ یا سات الغرض **بازگشت** عدد و ترتیب یعنی طاق عدد کی رعایت رکھے اور ہر طاق عدد پر ذکر کے بعد رجوع مناجاتِ الہی کی طرف کرے یعنی بحضورِ قلب اس طرح دعا کرے کہ الہی مقصود میرا تو ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا و آخرت کو واسطے تیرے۔ تو اپنا پورا وصل اور اپنی محبت و معرفت میرے نصیب کر۔ بعض اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ذکرِ طاق کے بعد یہ دعائیں شریعتِ اعظم ہے۔ سالک کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ اس دعا کو ترک کرے۔ ہم نے جو کچھ پایا۔ اس کی برکت سے پایا کیونکہ اس سے اخلاص حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اگر کمال میں اگر دوسوہ غزور نخر آجائے تو اس کی برکت سے وہ دفع ہو کر اخلاص اور محبت و معرفت حاصل

ہو جاتے ہیں۔ اگر دُعا سے بھی خلوص قلب میں نہ آئے تو اپنے مُرشد کی صورت کا تصور کر کے اس کے طفیل سے دُعا مانگے تو بہت جلدی تاثیر ہوتی ہے۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے

نگاہداشت

دل سے دُور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دفع کر دے۔ آگے نہ بڑھنے دے۔ آگے بڑھ گیا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور اس کا پھر زائل کرنا مشکل ہوگا۔ البتہ اگر اس وقت ذکر اللہ میں مشغول ہو جائے تو جلدی جاتا رہتا ہے۔ اگر ذکر سے باقی رہ جائے تو اپنے مُرشد ہادی کی صورت کا تصور کرنے سے بہت ہی جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے زوال کی ترکیب آگے کتاب میں بہت عمدہ لکھی گئی ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے اور ہر خطرہ کو دل میں ایک ساعت بھی نہ رہنے دے۔ لیکن ذکر کو چھوڑ کر اسی کے پیچھے بھی نہ لگ جائے بلکہ اس کی ایسی صورت رکھے۔ جیسا کہ گداگر کسی کے دروازے پر سوال بھیکہ کا کرے اور وہاں مالکِ خانہ کا کتا دروازے پر بیٹھا ہوا ہے وہ گداگر کو بھونکنا شروع کر دے۔ سو اگر گداگر اس کے پیچھے دُور کرنے کے واسطے بھاگا تو بھیک سے رہ گیا کہ دروازے پر نہیں رہا۔ اور جو کتے کو دفع نہ کرے بلکہ صرف بھیک ہی کی طرف متوجہ رہے تو کتا ٹانگ کاٹ کھائے تو اب گداگر ایسی صورت کرتے ہیں کہ اپنی لاطھی کو تو کتے کی طرف رکھیں تاکہ اس سے محفوظ رہیں اور زنبیل مالکِ خانہ کی طرف کہ اس میں بھیک پڑ جائے۔ غرض یہ دونوں کام وہ ایک ہی وقت میں کرتے ہیں۔ بس اسی طرح سالک کو چاہیے کہ خطرہ کے وقت ذکر میں مشغول رہے اور اسی ذکر سے خطرات کو دفع بھی کرتا رہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک دھیان رکھے۔ حقیقت واجب الوجود یعنی

یادداشت

ذات کی طرف جو خالی الفاظ و خیالات سے ہو اور حق بات یہ ہے کہ ایسی متوجگی بعد فنا و بقا کاملہ کے مستقیم ہوتی ہے اور یہ دولت دراصل منتہیان کا حصہ ہے۔ اس دولت والے کئی کئی سال مراقب ہوئے تو پھر اس طرف کی ہوش نہیں آتی۔ واللہ اعلم بالصواب

اے دل یہ بھید ہے۔ اس کو پوشیدہ رکھتا کہ کوئی نااہل نہ سُنے۔

وقوفِ زمانی | ہوشِ دردم کی تفسیر میں بالتفصیل ذکر ہو چکا۔

وقوفِ عددی | وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد و تر کا نگاہ میں رکھنا یعنی عدد طاق کی حفاظت کرنا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ

وَتُرْوِيحُ الْوِثْرِ یعنی اللہ ایک ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے اور اس کی تفسیر بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔

وقوفِ قلبی | عبارت ہے اس مضغہ صنوبری یا مخروطی کی محافظت سے جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کی طرف

توجہ رکھنا ایسا ہی حکمت والا ہے۔ جیسا کہ قادر یوں کے ہاں ضرب لگانے میں حکمت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہوتا کہ بتدریج صرف ذاتِ الہی پر توجہ منحصر رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اثنائے ذکر میں دل پرواقف رہے کہ کوئی چیز دل کو ذکرِ حق سبحانہ سے روک نہ لے اور دل مفہوم ذات کی طرف سے مہمل نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ اللہ اللہ کرے اور اللہ کی ذات کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر سے مذکور میں مشغول رہے۔ خواجہ لغتِ شہدِ رحمۃ اللہ علیہ نے جس دم اور رعایت عدد کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا۔ مگر وقوفِ قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطہ مرشد اور مراقبات لازم ہیں۔ کیونکہ مقصود ذکر سے رفع غفلت ہے اور وہ بدوں وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔

عَلَيْكَ بَيْضَ قَتَبِكَ كَأَنَّكَ دَارِيَّةٌ

فَمِنْ ذَاكَ الْآخْوَالُ فِيكَ تَوْلَدُ

(ترجمہ) تو اپنے دل پر ذکر اللہ تعالیٰ کا اس طرح بٹھا جیسا کہ پرند اپنے انڈے پر بیٹھتا ہے پھر

جیسا کہ پرندے کے بیٹھنے سے اندھے میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے ہی تیرے دل پر اللہ تعالیٰ کا نام بیٹھ جانے سے تیرے اندر عجیب و غریب حالات پیدا ہوں گے۔

اگرچہ اس طریقہ عالیہ فضلی کی تحریر ہو چکی مگر ایک مسئلہ کے بیان کی یہاں ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بندہ اپنے مولا کی یاد

اور اس کی اطاعت میں آتا ہے تو وہ حال سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک گروہ تو وہ ہے کہ اس کے دل میں خوفِ الہی پیدا ہو اور اس نے اس کی ناراضگی اور غضب سے بچنے اور

دخولِ جنت کی امید میں اطاعتِ الہی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **إِنَّ السَّادِقِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ** (ترجمہ) تحقیق جن

لوگوں نے اپنے رب کا خوف کیا بن دیکھے ان کے واسطے بخشش اور اجر بڑا ہے اور یہ کہ وہ مغفور ہیں اور اسی گروہ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ بُلْدُهُ یعنی اہل جنت بھولے لوگ ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ وصل اور دیدارِ الہی کی طرف توجہ کی۔ اسی واسطے ان کو

بھولے لوگ فرمایا۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ ان کے دل میں محبت اور شوق مشاہدہ جمالِ الہی پیدا ہوا اور کھینچ کر اطاعتِ الہی میں لایا۔ وہ اس آیت کے تحت میں داخل ہیں **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** یعنی اللہ تعالیٰ ان کو پیارا رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پیارا رکھتے ہیں

کہ شوق اور محبت دونوں کو ایک دوسرے کی طرف سے غالب ہے اور اس محبت والے لوگ بڑے عالیشان صاحبِ ہمت ہوتے ہیں۔ اس بارہ میں کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے۔

اشعار : در دو غم عشق بواہوس رانہ دہند

ماوائے سمندری مگس رانہ دہند

ہم مورچہ را ملک سیماں نہ دہند

عزت و شرف شاہ عس رانہ دہند

(ترجمہ) عشق کا درد و غم کسی ہرجائی بندہ خواہش کو نہیں دیتے اور تازی گھوڑوں کا رات بکھٹی کو نہیں دیا کرتے۔ نیز چوہنیٹ کو سیمان کا ملک نہیں دیتے اور کوتوال کو بادشاہ کا سا اعزاز و مرتبہ نہیں دیتے۔ ۱۲

اس گروہ کے طالبِ مولا ایک ایسی ہستی رکھتے ہیں کہ دونوں جہان میں ان کی شان بلند ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الْجَنَّةُ سَجْنُ الْعَارِفِينَ اے بدون وصالہ کما ان الدنیا سجن المؤمنین اے بدون معرفتہ کمالہ۔ (ترجمہ) جنت قیدخانہ عارفوں کا ہے یعنی بغیر وصالِ الہی کے جیسا کہ تحقیق دنیایا قیدخانہ مومنوں کا ہے۔ یعنی بدوں معرفت کمال الہی کے۔

اسی واسطے فرمایا ہے کہ عاشقانِ الہی کو فی الحقیقت اگر وعدہ دیدارِ الہی کا جنت میں نہ ہوتا تو ہرگز ان کی زبان سے جنت کا نام کوئی نہ سنتا اور دوزخ چونکہ خالی جمالِ الہی سے ہے۔ اسی واسطے جگہ قہر اور بلا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ط (ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مشاہدہ جمالِ الہی کی جگہ ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اور درحقیقت رضامندی الہی جنت کی طلب گار اور غضب خداوندی دوزخ کا خواستگار ہے۔ اسی واسطے سلطانِ عارفین، پیشوائے عاشقانِ صادقین حضرت سلطانِ عارفین بایزید بسطامی قدس سرہ السامی سے منقول ہے کہ اگر ان کی زبان پر دنیا کا ذکر آجاتا تو آپ وضو فرماتے اور جو بہشت و عقیقے اور اس کی نعمتوں کا بغیر جمالِ الہی کے ذکر آتا تو آپ غسل کرتے اور فرماتے کہ دنیا حدیث کی جگہ ہے اس کے ذکر سے وضو کافی ہے اور جنت فضلے حاجت کی جگہ ہے اسی واسطے اس کا ذکر آنے پر غسل مناسب ہے۔ آپ کا یہ طریقہ سالکوں کی امداد کے واسطے تھا تا کہ طالبِ مولا اور سالک راہِ سلوک بہشت کو اصل مقصود بٹھرا کر عبادت نہ کریں۔ یعنی ان نعماء کو ہی اپنا محبوب نہ بنالیں اور ان کا

ذکر اپنے دل میں نہ لائیں۔ اگر بھول کر زبان یا دل میں آ بھی جائے تو توبہ استغفار کرے۔ اور اس واسطے آپ وضو اور غسل فرماتے۔ کیونکہ یہ دونوں لوازم کمال توبہ و استغفار سے ہیں۔

اے طالب! قصہ مردوں کا دوسرا ہے اور قصہ مخنت و مؤنت کا دوسرا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **طَالِبُ الدُّنْيَا مُخَنَّتٌ وَطَالِبُ الْعُقْبَى مُؤَنَّتٌ** وَطَالِبُ الْمَوْلَى مُذَكَّرٌ ط

(ترجمہ) دُنیا کا طالب مخنت ہے اور عقبی کا طالب عورت اور اللہ لعلے کا طالب مرد۔ اور دوسری حدیث شریف میں فرمایا ہے :-

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الْآخِرَةِ وَالْآخِرَةُ حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا وَكِلَاهُمَا حَرَامٌ عَلَى أَهْلِ اللَّهِ ط

(ترجمہ) دُنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دُنیا والوں پر اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ خلاصہ اس تمام عبارت کا یہ ہے کہ جو چیز تیرا مقصود ہے۔ وہی تیرا معبود ہے۔ ہمت عوام کا لالعام کی تمام پوست ہے اور ہمت عابدین و صالحین کی ہمہ از دست اور ہمت عاشقوں اور عارفوں کی وصل دوست۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔

وَأَهْلُ الدُّنْيَا فِي نِيرَانٍ مُّبِينٍ ط وَأَهْلُ الْآخِرَةِ فِي خُسْرَانٍ مُّبِينٍ ط وَأَهْلُ الْمَحَبَّةِ وَالْعِرْفَانِ فِي شُهُودٍ وَعَيَانٍ مُّبِينٍ لَوْلَا الْحَمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا ط

(ترجمہ) دُنیا دار بھڑکتی آگ میں ہیں اور آخرت والے سخت گھاٹے میں اور محبت و معرفت والے مشاہدہ جمال خاص میں ہیں۔ اگر احمق لوگ دُنیا میں نہ ہوتے تو دُنیا برباد ہو جاتی۔ اہل جنت کا بھولا ہونا اور احمق یہ ہے کہ حور و قصور اور دیگر نعمتے جنت کو جو بغیر دیدار الہی کے ہیں۔

اختیار کرنا اور نعمتِ ابدی یعنی طلبِ کمالِ جمالِ حضرتِ حق سبحانہ سے باز رہنا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ وَتَفَكَّرُوا يَا أُولِيَ الْأَفْكَارِ - اللَّهُمَّ

اقْطَعْ عَنِّي مَا يَقْطَعُنِي عَنْكَ وَخَلِّصْنَا عَنِ الْمَلَاهِي وَارِنَا حَقَائِقَ

الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ ط

(ترجمہ) اے اللہ کاٹ مجھ سے وہ چیز جو کاٹ ڈالے یعنی جدا کر دے مجھ کو تجھ سے اور خلاصی

دے ہم کو لغو اور بے فائدہ امور سے اور دکھلا ہم کو چیزوں کی حقیقتیں جیسی کہ وہ اصل میں ہیں۔

پس طالبِ مولا کو چاہیے کہ دل اور زبان کو ذکرِ دنیا و عقبیٰ سے باز رکھے اور منہ اپنا

حقیقتِ جمالِ الہی کی طرف لائے۔ مقربان اور مہرمان درگاہِ الہی کو مقاماتِ عالیہ طے کرنے

میں بند نہ ہونا چاہیے اور کسی ایک مقام میں ٹھہر رہنے پر خوش نہ ہونا اور سلوکِ اجمالی میں پڑا

رہنے کو پسند نہ کرنا تاکہ کسی ایک ہی مقام میں پھنس نہ رہے اور عروجِ مقاماتِ عالیہ سے

رہ نہ جائے۔ عاشقِ الہی کے واسطے حرص اور طمعِ مشاہدہِ جمال کی فرض ہے اور اس سے

بس کر کے بیٹھ رہنا کفر فی العشق ہے۔

الْعِيَاذُ بِاللَّهِ



تہذیب

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین نے تحقیق کی ہے کہ انسان مرکب ہے لطائف عشرہ سے اور اکابر اولیاء اللہ جو بانی طریقت ہیں ان سے بھی یہی بات معلوم ہوئی ہے لیکن امام ربانی نے بالتفصیل بیان کیا ہے اور طریقہ اسہل وصول الی اللہ کا تعلیم فرمایا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ آخری میں بسبب دوری زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یعنی گزر جانے زمانہ اسم ہادی کے اور ظہور تاثیر اسم مضل کے کہ ہمتیں کم ہو گئی ہیں اور شوق اور ذوق اطاعت الہی اور ذکر الہی کا قلیل الوجود اور نفس کشی کی جگہ نفس پروری عام ہو گئی ہے اور بجائے ترک دنیا کے طلب دنیا اور بجائے جوش و خروش عشق کے تساہل اور سستی، اور بجائے ہوشیاری کے غفلت، اور بجائے سہری کے رہزنی ہو گئی ہے۔ ————— لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحمت سے ہادی برحق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عالی ہمت تابعین کو قاصر ہمتوں کے واسطے پیدا فرمایا تاکہ باسانی یہ قاصر ہمت عالی ہمتوں کے ظل میں آکر ان کے روحانی انوار و برکات سے پرورش پا کر اپنے اصل کی طرف پرواز کر کے اپنے اصلی مقام میں جو نیمہ دائرہ عرش سے اوپر کا ہے اس میں ملائعہ حافین حول العرش سے مل کر عین مشاہدہ ذاتی اور جمال الہی میں اپنا مقام بنالے۔ جیسا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

چرازاں آشتیاں بیگانہ گشتی چو دونال ازیں ویرانہ گشتی

بیشاں بال و پرز آمیزش خاک بہ پرتا کنگرہ ابوانِ افلاک
 (ترجمہ) تو اس گھونسلے سے کیوں بیگانہ ہو گیا اور کمینوں کی طرح اس دیرانے کا اُلُو کیوں بن گیا
 مٹی کی ملاوٹ سے بال اور پرجھاڑ۔ پھر آسمانوں کے عالیشان محل کے کنگرہ تک اڑ۔ ۱۲
 ان حوادثِ فلکی وارضی خواہشاتِ نفسانی سے جو تجھ کو اسفل السافلین کی طرف
 لے جانے والے ہیں خلاصی پا کر اس نورِ قدیم میں جہاں سے آیا تھا وہیں جا کر مل جائے۔ کسی
 نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ ۷

دل گئے عاشق تے معشوق چرخہ بھن تے پونیا بھوک
 مگر یہ امر سوائے دستگیری شہبازِ منازل طے کر لینے والے کے اور سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حکایت کیرا

بعض بزرگوں نے ایک کیرے کی حکایت نقل کی ہے کہ اس کے دل میں یہ خواہش
 تھی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں۔ مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت دور تھا۔ وہ کیر اپنے دل میں
 خیال کرتا تھا کہ نہ تو میرے پر اور نہ ہی زور و زور۔ میں کس طرح ایسی معظّم جگہ میں جو موردِ و
 مہبطِ تجلیاتِ مسجود البیہ کی ہے پہنچ سکوں گا۔ اسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک جگہ جہاں گندم یا
 کوئی اور غلہ گاھا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول آکر دانہ چکنے میں مشغول ہو گیا۔ جب چکنے سے فارغ
 ہوئے تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چکنا ہے جلدی چگ لو۔ کہاں خانہ کعبہ جہاں ہم نے
 جا کر اپنے بچوں کی خبر گیری کرنی ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اڑیں گے تو
 پہنچیں گے۔ اس قدر دور دراز راستہ طے ہونا مشکل ہے۔ کیر ابھی وہیں دانہ چگ رہا تھا
 اسے حرص پیدا ہو گئی کہ اگر ان کا ساتھ میسر ہو تو میرا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ پر ان کے رہے
 اور پنجہ میرا رہا۔ چنانچہ وہ جلدی جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گیا اور کبوتر اڑ گئے۔ کیرا
 خیال کرتا جاتا تھا کہ اگرچہ میرے پر نہ تھے لیکن اگر میں نے اپنا پنجہ سخت مضبوط کر کے مار لیا تو اس

کبوتر کے تو پر ہیں مجھ کو پہنچا ہی دے گا۔ چنانچہ کبوتر خانہ کعبہ میں جا پہنچے اور ایک دوسرے کو آواز دی کہ طواف و زیارت خانہ کعبہ کا کر لو۔ کپڑا سمجھ گیا کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہِ اس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور تجلیات کا مشاہدہ کر رہا ہے اپنے مطلب کو پہنچ گیا اور شکر ادا کیا۔

جس طرح اس کپڑے نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور خانہ کعبہ میں پہنچ کر مقصود حاصل کر لیا اگر وہ اس کے پنجے چھوڑ دیتا تو ظاہر ہے کہ یقیناً مقصود حاصل کرنے سے محروم رہتا اور نہ صرف محروم ہی رہتا بلکہ نیچے گر کر نیت و نابود ہو جاتا۔ اسی طرح اگر طالبِ مولا شہباز منازل طے کئے ہوئے کے دامن میں سختی سے چنگل مار لے تو جہاں وہ پہنچے گا وہیں اپنے ساتھ اس کو لے جائے گا۔ اور اگر چنگل سست مارا یا چھوڑ دیا تو نیچے گر کر قعرِ دوزخ میں جا پہنچے گا۔ کسی بزرگ نے اس مضمون کو فارسی میں کیا ہی اچھا بیان فرمایا ہے۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(ترجمہ) ایک مسکین چوہنی کی خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی۔ ۱۲

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بابے میں خوب تشریح فرمائی ہے۔

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسول
نفس نتوان کشت الا ذات پیر دامن آن نفس کش را سخت گیر

(ترجمہ) جب تو نے مرشد کی ذات کو قبول کر لیا تو اس کی ذات سے خدا بھی مل گیا اور رسول بھی نفس نہیں مار سکتا مگر پیر کی ذات۔ تو اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔ ۱۲

اے ہاستمی تو کلی اس بات کو سنے دے اس کا انتہا نہیں۔ کتاب طول پکڑ جائے گی۔

مطلب کی طرف رجوع ہوتا کہ سامعین کی سمع خراشی نہ ہو اور اصلی مطلب سے نہ رہ جائیں۔

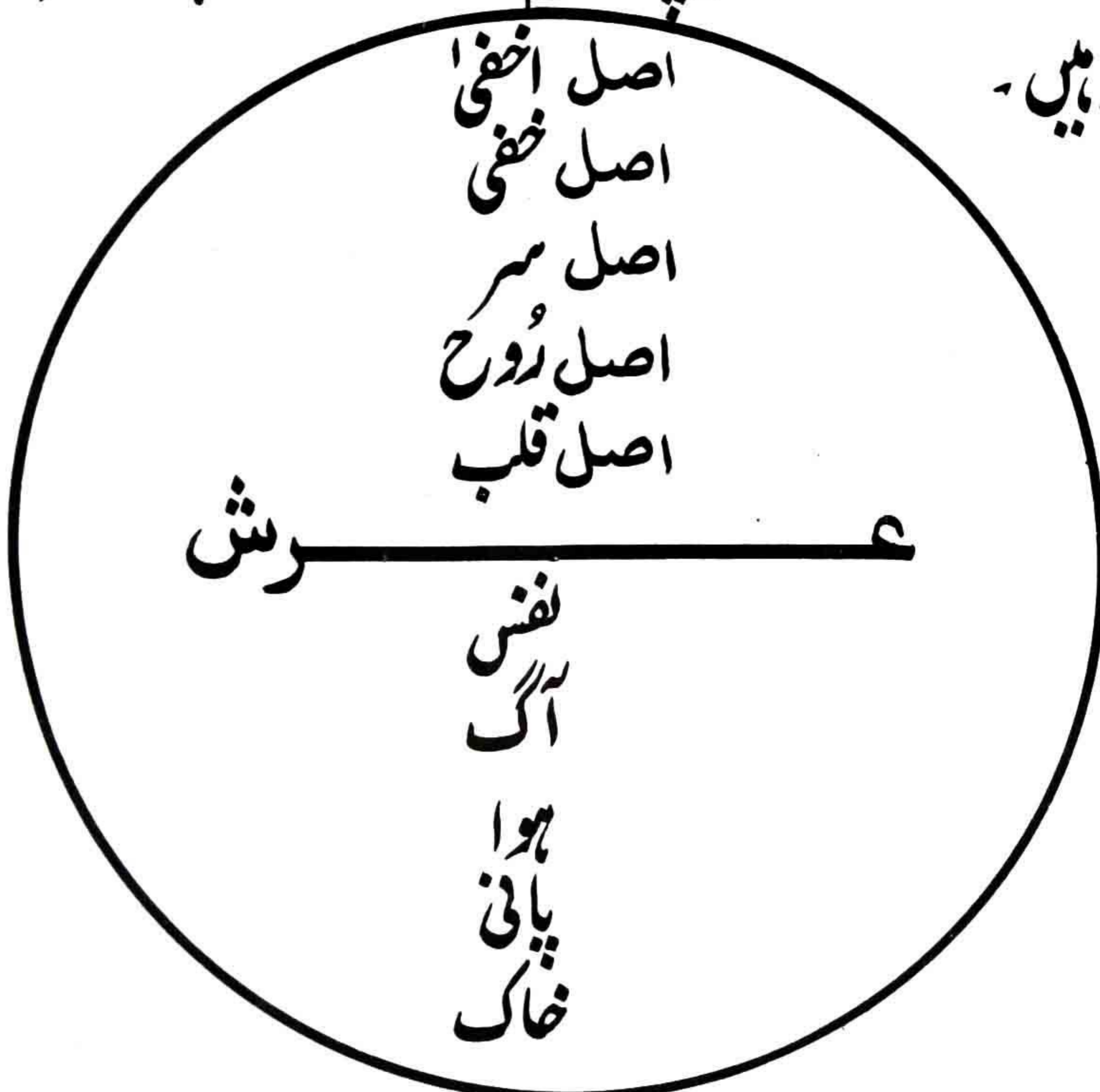
اس طریقہ فضی نقشبندیہ مجددیہ میں یہ بات متحقق طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان یعنی

یعنی بنی آدم مرکب دس لطیفوں سے ہے۔ ان میں پانچ عالم امر اور پانچ عالم خلق سے۔ جو عالم امر سے ہیں وہ یہ ہیں۔ قلب۔ رُوح۔ سر۔ خُضی۔ اُخفی۔ اور جو عالم خلق سے پانچ ہیں وہ یہ ہیں۔ نفس۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ خاک۔ عالم امر کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ کُنْ فرمایا تو فیکون یعنی کُن کے فرماتے ہی فوراً وہ چیزیں بن گئیں۔ اسی واسطے فرمایا کُنْ فیکون پس اسی وقت وہ چیزیں یعنی فرمان ہوتے ہی ان چیزوں کا موجود ہو جانا زمانہ حال میں جیسا کہ سورج نکلتا ہے تو فوراً دھوپ بھی ساتھ ہی ساتھ نمودار ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ پہلے سورج چڑھے پھر کچھ دیر کے بعد دھوپ نکلے بلکہ جس قدر سورج نکلتا ہے۔ اسی قدر دھوپ بھی ساتھ ساتھ ہوتی جاتی ہے اور جو عالم خلق کے پانچ لطیفے ہیں یہ امر کُن کے بعد بتدریج یعنی دیر کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوتے گئے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ يَعْنِي رَبُّنَا الَّذِي أَمَّا يَوْمَ يَخْلُقُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِدًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَخَبِيرٌ بِّمَا تَعْمَلُونَ ۚ

ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن کی مقدار میں۔ یہ تصریح ہے دیر کے ساتھ پیدا کرنے کی۔ جس میں مخلوق کے فائدہ کے واسطے مصلحتِ خداوندی ہے۔ عرشِ عظیم ایک حجابِ نوری ہے درمیانِ عالمِ امر اور عالمِ خلق کے نیمہ دائرہ کے نیچے کا عالمِ خلق میں داخل ہے اور اسی عالمِ خلق کو عالمِ امکان بھی کہتے ہیں۔

اور نیمہ دائرہ اوپر کا عالمِ امر میں ہے۔ اصولِ لطائفِ عالمِ امر کے اوپر کے نیمہ دائرہ عرش ہیں۔ اور اصولِ لطائفِ عالمِ خلق نیمہ دائرہ نیچے میں داخل ہیں جن کی صورت یہ ہے :-



اور یہ عالم خلق یعنی دائرہ امکان متضمن ہر دو عالم یعنی عالم امر و عالم خلق ہے۔ عالم خلق میں عالم امر بھی ہے۔ اور عالم امر نصف دائرہ عرش کے اوپر کا ہے۔ وہاں عالم خلق نہیں۔ لیکن دائرہ امکان میں جامعیت ہے۔ عالم خلق اور عالم امر کی عرش سے لیکر جہاں تک کوئی شے موجود ہے وہ سب دائرہ امکان ہے اور نیمہ دائرہ بالائے عرش عالم امر ہے۔ عرش کے نیچے عالم خلق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے شکل انسان کو بنایا تو اس عالم خلق میں چند جگہ عالم امر کے لطائف کا بھی انسان کے بدن میں تعلق پیدا کیا۔ تاکہ عالم امر کا جذب اور عشق پیدا ہو اور یہ بدن انسانی جو عالم خلق میں ہے اسی کو عالم امر کی طرف لے جا کر فلاح اخروی اور نجات ابدی حاصل کرائیں۔ یہ خاک جو پاؤں کے نیچے آنے والی ہے اگر کپڑے کو لگے تو دھونا پڑے اور بدن کو لگے تو غسل کرنا پڑے۔ اس کو اعلیٰ علیین میں لے جا کر مقام محبوبیت میں لباس معشوقیت پہنا کر بٹھائیں اور یہ اللہ اللہ کہے تو محبوب حقیقی کی طرف سے کَبَيْتِكَ يَا عَبْدِي (میں حاضر ہوا ہوں اے میرے بندے) کی ندا سے بہرہ یاب ہو۔ اسی واسطے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ یعنی انسان کو تمام مخلوقات میں سے بہت اچھی صورت میں پیدا کیا پھر ہم نے اسے نیچے پھینک دیا۔ یعنی عرش سے عالم امر کا محل اس کا بدن بنا دیا تاکہ عالم امر اور عالم خلق دونوں جہاں کی نعمتوں کا یہ بدن عالم خلق میں رہ کر مشاہدہ کر کے تصرفات دنیا و ما فیہا میں جاری کرے اور دنیا میں خلیفہ اللہ تعالیٰ کا بنے۔ پھر فرمایا کہ اسی جامعیت کے سبب سے یہ عالی ہمت ہو گیا۔ پھر اسے زمین پر پھینک دیا کہ دکھلائیں کہ یہ عالی ہمت میری اطاعت میں اپنے نفس پر ظلم کر کے اس کو اس کی خواہشات سے توڑ کر میری خوشی اور رضا میں لگائے۔ یہ اسی کا کام ہے اور کوئی اس امانت کو اٹھا نہیں سکتا تھا کیونکہ ماسوائے انسان کے یہ سبب نہ ہونے جامعیت کے وہ عالی ہمت نہ تھے۔ اس واسطے ڈر گئے اور یہ بار اٹھانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس عالی ہمت انسان کی تعریف خود فرمائی ہے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانَ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا

جَهُولًا ط یعنی اپنے پر ظلم کر کے میری اطاعت میں لانے والا جَهُولًا کے معنی میری اطاعت اور یاد میں لُذَائِدِ نَفْسَانِي، ملکاتِ رذیلیہ کو بالکل بھول جانے والا اور پھر میری یاد میں ایسا محو ہو جانے والا کہ میرے مشاہدہ میں آکر تمام غیر اللہ کو بھول جائے پھر فرمایا وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ہم نے بنی آدم کو بہت بڑی عزت دی۔ یعنی ایسی عزت تمام مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ پھر ایسے ہی جوشِ محبت میں دوسری جگہ فرمایا فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ یعنی تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں۔ اس آیت کے سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نعمت خاص خاکی بندہ کے واسطے ہے اور تمام مخلوق میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو یاد نہیں کرتا۔ مگر بندہ یاد کرے تو اللہ اس کو اسی وقت یاد کرتا ہے اسی عمدہ لقب کی وجہ سے جو خاکی پتلے کو عطا ہوا۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

حمد بے حد مر خدائے پاک را اُس کہ ایماں داد مُشتِ خاک را
(ترجمہ) بیشمار تعریفِ خدا کیلئے ہے جس نے ایک خاک کی مٹھی کو ایمان دیا یعنی مُشتِ خاک انسان اور ایمان سے مراد اس جگہ مشاہدہ ہے یعنی یہ خاک جو ظاہر میں سب سے زیادہ حقیر و ناچیز ہے اور پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاک انسان کو ایسی بے بہا نعمت سے سرفراز فرمایا کہ مخلوقات میں سے کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ اور وہ مشاہدہ اور وصل دیدارِ الہی ہے۔ جل شانہ اے طالبِ مولا سعادتِ ازلی تجھ کو نصیب ہو۔ جب تو نے ہیکلِ انسانی یعنی صورتِ انسانی کی ترکیب کی فضیلت سمجھ لی تو اس کی تفصیل بھی بیان کی جاتی ہے تاکہ تجھ پر کوئی اخفا نہ رہے وہ تعلق جو عالمِ امر کا عالمِ خلق یعنی بدنِ انسان کے ساتھ ہے۔ وہ یہ ہے ۔

لطائفِ عالمِ امر

پہلا لطیفہ | ایک مضغہ قلبِ شبکلِ صنوبری یا مخروطی بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہوا اس شکل کا (قلب) ہے اور اس کا اپنا نورِ زرد ہے جیسی کہ

زمین کی رنگت ہے یا جیسا کہ سرسوں کا پھول زرد ہوتا ہے۔

دوسرا لطیفہ | رُوح یہ عالم امر سے عالم خلق میں ہے۔ اس کا تعلق جس محل یا مضغہ میں ہے وہ دائیں پستان کے نیچے بفاصلہ دو انگشت ہے اور یہ بہ نسبت قلب کے مختور اسسا پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے۔ نور اس کا سرخ سہزی کی طرح کا ہے جیسا کہ سونے کا رنگ ہے۔

تیسرا لطیفہ | مترجوع عالم امر کا ہے۔ اس کا تعلق جس محل سے بدن کے ہے وہ برابر قلب کے سینے کی طرف واقع ہے نور اس کا سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ | خفی عالم امر کا ہے۔ جس کے محل کا تعلق عالم خلق میں برابر پستان دائیں کے دو انگل کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے۔ نور اس کا سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ | اخفی ہے اصل اس کا عالم امر میں ہے اور تعلق عالم خلق میں وسط سینہ کے اندر اس شکل ○ کا ہے نور اس کا سبز ہے۔

یہ تمام لطائف خود مع اپنے اصول کے انوار مجردہ اور مصفا برق و شغشان سے معمور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ ذاتی میں رہتے تھے لیکن اس عالم خلق میں کدورت سے بوجہ اپنی پڑوسنوں کے مکدر ہو گئے ہیں اور اپنے اصل وطن کو بھول گئے ہیں اور اسفل کی طرف ان کی کشش ہو گئی اور ملاء اعلیٰ کی کچھ بات یاد نہ رہی۔ اسفل کی طرف لے جانے والی ان کی پڑوسنیں ہیں جنہوں نے ان کو اپنی صحبت فاسدہ سے فاسد کر دیا۔

لطائف کی پڑوسنوں کا بیان جو ملکاتِ رفیلہ ہیں

پڑوسنیں یہ ہیں قلب اس کے نیچے کی طرف ایک کاغذ بھر مقدار کے فاصلہ پر شہوت ہے جس کو قوتِ باہ سے تعبیر کرتے ہیں اس نے بسبب لذت کے اپنی طرف کھینچ کر

اوپر یعنی اپنی اصل کی کشش بھلا دی اور اپنی لذت سے جو اسفل السافلین کی طرف لے
 جانے والی تھی اپنا عاشق و دیوانہ بنا لیا۔ اسی طرح رُوح جو منور اور خاص ملاءِ اعلیٰ کا رُس ہے
 اس کے نیچے غصہ ہے جو کہ غضب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نے اس کو ایسا مکر کیا کہ اپنی
 صفائی اور برق چمک سب مجھا بیٹھا اور اصل خصلت چھوڑ کر سبعت یعنی بھیرے پن
 کی عادت پکڑ لی۔ لطیفہ ستر کے نیچے کاغذ کے فاصلہ پر حرص ہے اس لطیفہ کو دیدار یعنی مشاہدہ
 ذاتِ الہی کا ہوتا تھا۔ کام تو اس کا یہ تھا کہ ہر وقت مشاہدہ جمالِ الہی کی طرف سیر کرے
 اور خواہش دیدارِ الہی کی رکھے۔ مگر حرص کی صحبت نے اس کو اسفل کی طرف جو چیزیں لے
 جانے والی ہیں ان کی خواہش شروع کر دی جیسے مال و زنا سرقہ، خونریزی وغیرہ کی حرص۔
 اس کی ہم جلیس حرص نے اس کو سیاہ کر دیا اور ملاءِ اعلیٰ سے پھیر کر اسفل کے مشاہدہ میں
 گرفتار کر دیا اور لطیفہ خفی کے نیچے حسد اور بخل ہے کہ فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے فعل
 وہ کرتی ہے اس نے اس کو ملاءِ اعلیٰ سے روک لیا اور اس کے نور کی سیاہی کو جو ملاءِ اعلیٰ
 کی بصارت دینے والی تھی بھلا دی۔ جیسا کہ آنکھ کی سیاہ پتلی ہوتی ہے اور وہی ہر چیز کو
 دیکھتی ہے اور ایسا ہی یہ لطیفہ خفی تھا۔ اس کی سیر حجاب کے لبطون البطون میں تھی۔ اس
 کو اس کے ہم جلیس نے مکر کر دیا اور اسفل سے ایسا مکر کیا کہ نابینا ہو گیا اور اصلی وطن
 کی طرف جانے کی تاب و طاقت نہ رہی۔ العیاذ باللہ اور لطیفہ انخفی کے نیچے تکبر اور فخر
 ہے اس نے اس کے نور کو بھلا دیا اور یہاں تک اس کو کیا کہ تمر و اور سرشی احکام و اطاعت
 الہی سے کرائی اور غضب الہی میں گرفتار ہو کر راندہ درگاہ الہی ہو گیا۔ چنانچہ قصے فرعون اور
 شداد اور مزود وغیرہ کے اس پر شاہد ہیں۔ اے طالبِ مولا! معلوم کر کہ یہ پانچ چیزیں
 ان پانچ لطائف کو اپنے مولائے حقیقی کے وصل سے دور کر رہی ہیں۔ یہ عرش کا رہنے والا
 ان دشمنوں کے پنجے میں اس طرح گرفتار ہو گیا اور مصائبِ دنیوی اور محرومیِ اخروی نے
 اس کو گھیر لیا ہے۔ اس مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے۔

مثنوی

پایہ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گر نگر دو باز مسکین زین سفر نیست ازوے بیچ کس محروم تر
(ترجمہ) مرتبہ تو اعلیٰ آدم ہی کا تھا لیکن آدمی مقام محرمی سے محروم ہو گیا اگر مسکین انسان
اس سفر سے نہ لوٹے تو اس سے زیادہ تر کوئی محروم نہیں۔ ۱۲

جب رحمتِ الہی بندہ کے شامل حال ہو جاتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ مریض کو حکیم
کے پاس بھیج کر دوا بھی موجود کر دیتا اور پھر شفا بھی بخش دیتا ہے اسی طرح کسی اپنے مقبول
بندہ کے پاس بھیج دیتا ہے اور ان دونوں میں موافقت کے سامان ہو جاتے ہیں تو پھر بندہ
اس بحرِ حیرت سے پار ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں کا نقشہ
مع ان کی پڑوسنوں کے اس طرح پر ہے۔

اخفیٰ

تکبر۔ فخر

خفیٰ

حسد۔ بخل

مسر

حرص

روح

غضب و غصہ

قلب

مشہوت

جنہوں نے اس کو اسفل کی طرف کھینچ کر دیدارِ الہی سے محروم کر رکھا ہے۔ مثنوی
صحبتِ کامل کو بس کراختیار تاکہ تو اس بحرِ حیرت سے ہو پار
صحبتِ کامل ہے بہ از کیمیا جس سے ہو قلبِ سیاہ کو بھی ضیاء
(ترجمہ) جب تجھ کو کوئی کامل پابند شریعت مل جائے اور وہ تجھ کو تعلیم دینا شروع کر دے
تو پھر تو مردہ بدست زندہ ہو جا۔

ایک دفعہ میں رات کو سفر کر رہا تھا اور چند درویش بھی ساتھ تھے ایک گاؤں کے
پاس گذر ہوا۔ اس وقت چاندنی رات تھی۔ دھیمی دھیمی ہوا چل رہی تھی۔ موسم گرمی کا تھا اور
میدان سفید نظر آ رہا تھا۔ اچانک گاؤں سے ایک عجیب سی آواز کان میں آئی۔ طبیعت ادھر

متوجہ ہو گئی جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ان شعروں نے اس مسئلہ کو خوب ادا کیا ہے۔

۵ حجرے شاہ مقیم دے اک جٹی عرض کرے

میریاں پنجے مرن گواہنڈناں شالاشاں نوں تاپ ٹپھے

تے اس تکیہ دار فقیر نوں لا دانانگ لڑے

پھر سنجیاں ہون گلیاں میرا کھلی باہیں یار پھرے

میں تینوں بکرا دیواں پیر جی جے سردا کونت مرے

پانچ گواہنڈناں یعنی پڑوسیں جن کا میں ذکر کر آیا ہوں یعنی کام، کرودھ، لوبھ، مودہ، ہنکار

جب یہ مرجائیں تو پانچ لطیفے عالم امر کے اور چھٹا لطیفہ نفس اور ساتواں قالب کو عشق الہی کا

تپ یعنی گرمی اور جوش ہو جائے تو یہ خناس جو تکیہ دار فقیر ہے اور ہر وقت طرح طرح کے خطرے

دیتا رہتا ہے اس کو لا الہ کی لا کے ساتھ جو اس کے حق میں بنزلہ زہریلے سانپ کے ہے

نفی کر کے کاٹ دے اور سر کے کونت مرنے کا یہ مطلب ہے کہ جیسا حدیث میں آیا ہے کہ جب

آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک شیطان پیدا ہوتا ہے بچہ پہلے

جب روتا ہے اسی شیطان کی چوک سے روتا ہے اور وہ موت تک آدمی کے ساتھ رہتا

ہے۔ جب آدمی مرنے سے تباہ ہوتا ہے۔ اسی شیطان کو یہاں لفظ کونت سے

تعبیر کیا ہے۔ پس شاعر کہتا ہے کہ اگر میرے سر کا کونت یعنی وہ شیطان مرجائے یعنی اسل

لے آئے اور احکام الہی کا تابع ہو جائے تو بکرا دوں۔ یہی وہ کونت ہے جس کی نسبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسَلَمَ شَيْطَانِيْ یعنی میرا شیطان

مسلمان ہو گیا۔ ۱۲۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ

علیہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شیطان آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا ہاں ہے مگر

اسلام لے آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے ملنے کا مانع کوئی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر تمام بد

اور کسی شے کا حصہ بدن میں نہیں رہا۔ فی الحقیقت اگر تجھ سے یہ کام ہو گیا تو سمجھ لے کہ تو خدا

کا معشوق یا مقبول بلکہ توہی اس معنی کا مصداق ہے جیسا کہ حدیث بخاری میں آیا ہے۔

خَلَقَ اللهُ الْإِنْسَانَ عَلَى صُورَتِهِ ط

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ ۱۲

تو خدا کی پیاری صورت بن گیا۔ ایک اکابر اولیاء اللہ نے لکھا ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ

فَهُوَ اللهُ ط (ترجمہ) جب فقیر پورا ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ ۱۲

جب فقیر پورا ہو گیا تو رگ و ریشہ ظاہر و باطن اللہ اور اس کی ذات کا نور ہے تو نہیں رہا بلکہ وہ ذاتی نور ہو گیا۔ اگرچہ ظاہر صورت انسانی ہوگی مگر باطن ربانی۔

اب ان لطائف کی صورت بیان کی جاتی ہے کہ نیمہ دائرہ جو عرش کے اوپر کا ہے۔

اس میں اصل لطائف اور نیچے کے نیمہ دائرہ میں ان لطائف کی فرع ہیں۔ جب لطیفہ قلب

روح، سر، حنفی، انحنی میں ذکر کیا جاتا ہے تو مضغہ میں کیا جاتا ہے۔ اور کشش مذکور کی

طرف ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تو مضغہ قلب کا نور اصل قلب میں جا پہنچتا

ہے۔ اسی طرح روح کا نور اصل روح میں جا پہنچتا ہے تو یہ سر اس سر کا نائب ہو جاتا

ہے۔ اسی طرح حنفی کا نور بھی اپنے اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا

ہے علی ہذا۔ انحنی کا نور اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور یہ اس کا نائب ہو جاتا ہے۔

جب یہ لطائف اپنے اصول میں جا ملتے ہیں تو ان کو اپنی حقیقت کے موافق قرب الہی

ہوتا ہے اور ہر ایک موافق اپنی حقیقت کے واصل اور قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن

شریف میں ہے۔ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَكُمْ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ط (ترجمہ) تم میں سے ہر ایک کا

مقام قرب مقرر ہے۔ اپنے مقام سے آگے سیر قدمی اس کا نہیں ہوتی البتہ سیر نظری کی

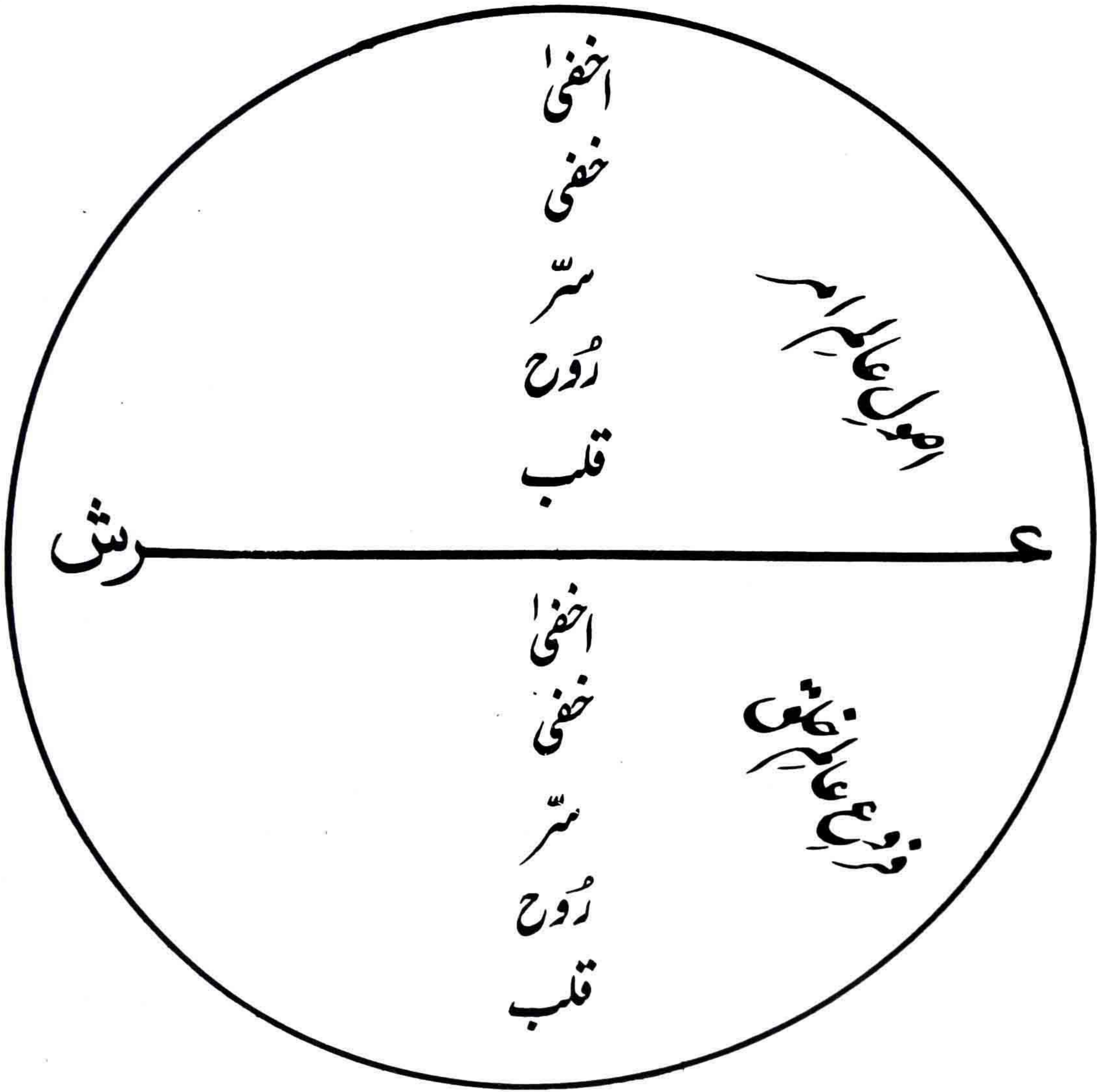
انتہا نہیں اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّهُ لَيَغَانُ عَلٰی قَلْبِيْ فَاسْتَغْفِرْ

اللَّهُ سَبْعِينَ مَرَّةً ط (ترجمہ) میرے دل پر کچھ میل سا بیٹھ جاتا ہے تو میں ستر بار

استغفار پڑھتا ہوں ۱۲۔ اس میں جو قلب پر کدورت وارد ہونے کا بیان ہے یہاں قلب سے

مراد یہی مضغہ گوشت ہے یعنی کدورت یا میل جو کچھ آتا ہے اس مضغہ قلب پر وارد ہوتا ہے اصل قلب پر وارد نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوسرے لطائف رُوح، ستر، خفی، اخفی کا حال ہے کہ ان کے مضغے جو بدن انسان میں ہیں ان پر کدورت یا میل آتی ہے۔ ان کے اصول پر کوئی کدورت وارد نہیں ہوتی اسی واسطے ان کی تربیت کی جاتی ہے تاکہ اصل کے ساتھ ملنے میں رکاوٹ نہ رہے۔

نقشہ اصول و فروع لطائف کا یہ ہے



اے طالبِ مولا! جب تو لطائف کی حقیقت سے واقف ہو چکا تو آگے تعلیم کا طریقہ

تیرے واسطے بیان کیا جاتا ہے اور انوار اور سیران کی۔ خدا تعالیٰ تجھ کو توفیق عطا فرمائے۔

اے طالبِ مولا! اس بات کو جان جیسے کہ پانچ رکن اسلام کے ہیں ویسے ہی پانچ رکن تصوف کے ہیں۔ اور یہ بھی جان لے کہ علم تصوف یا علم فقر یا علم معرفت یا علم سلوک یا جو کچھ تم اس کا نام رکھو۔ یہ دراصل چیز ایک ہے اور نام اس کے کئی ہیں۔ ہر ایک نے اپنی اصطلاح میں اس کا نام رکھا ہوا ہے۔ اور اس کے حصول کے قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں۔ مگر امتِ مرحومہ محدثہ میں جو ہے۔ یہ تمام معارف کے قواعد کا اصل اصول ہے اور موافق قانونِ قدرت اور مرضیاتِ الہی ہے۔ اس کو جمع الجمع کہنا چاہیے۔ کیونکہ کوئی طریقہ وصول الی اللہ کے لئے اس کے سوا نہیں۔ جو کچھ ہے اسی میں ہے۔ باقی جوگی یا اہل ہنود اور غیر مذاہب کے صوفیاء اور ریاضاتِ باطلہ کرنے والے یہ سب اپنے عناصر کے جوش اور سرور و لذتِ عنصری میں آکر اس جگہ رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَفْتَحْ لَهُمُ ابْوَابَ السَّمَاءِ ۖ لَا تَفْتَحْ مَضَارِعَ مَنَعِي كَا صَيْغَةَ هِيَ جَوْدَلَاتُ كَرْتَا هِيَ دَوَامِ تَجْدِدِي پَر یعنی ان کے واسطے نہ اب آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور نہ آئندہ کھولے جائیں گے۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ عالمِ امر کی سیران کو بالکل نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس طرف ان کا رجوع اور توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اگرچہ کوئی رکھ کھائے۔ جس کرے پھر بھی وہ محرومیِ ابدی میں ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا ۖ

(ترجمہ) جو شخص اپنے رب سے ملنے یعنی اس کے دیدار کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نیک عمل کرے۔

ذکرِ خیر المعروف صحیفہ محبوب

مشتمل بر حالات سراپا کرامات و خوارق عادات نمونہ سلف حجہ خلف
منوکل علی اللہ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ
مصنفہ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب سیدی خلیفہ اعظم حضرت قبلہ شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

جس کے

- ایک ایک باب معرفت کا بحر بے کنار
- ایک ایک فصل کتاب و سنت کی ترجمان
- ایک ایک صفحہ عاشقان مولا کیلئے حمرہ جان
- ایک ایک فقرہ ہدایت کا سبق
- ایک ایک لفظ ذوق و شوق کا مظہر
- ایک ایک حرف روحانیت کے نور سے پُر

○ سادہ زبان ○ سلیس اردو ○ دلکش انداز ○ عام فہم
لکھائی چھپائی، کاغذ نہایت اعلیٰ
قیمت بلا جلد ————— چھ روپے

ارکانِ تصوف کا بیان

اب اسلام کا جو تصوف ہے۔ اس کی حقیقت سمجھ لے۔ یہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے مثلاً ارکانِ خمسہ اسلام، کلمہ توحید، نماز، روزہ رمضان، زکوٰۃ، حج۔ ان کی حقیقت کی سیر بالتفصیل کا نام تصوف ہے اور اجمالی حالت میں ادا کرنے کا نام شریعت ہے۔ اگر میں اس کی حقیقت کے شیونات بیان کروں تو کبھی بھی ختم نہ ہوں۔ اے طالبِ مولا! اگر تجھ کو زیادہ ضرورت ہو تو میری تصنیف کردہ کتاب خیر کثیر کو دیکھ لے تو تیری تسلی ہو جائے گی اور جو پانچ رکن تصوف کے ہیں وہ یہ ہیں۔ رابطہ۔ مذاکرہ۔ مراقبہ۔ محاسبہ۔ مشاغلہ۔

اور وہ یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل کی تلاش کر کے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے پہلا رکن رابطہ بیعت کرنا اور داخل طریقہ ہو کر اس سے ایسی محبت اختیار کرنا کہ گویا ہر وقت ان کے سامنے ہے خواہ تصور میں خواہ حضور میں۔

دوسرا رکن مذاکرہ اور وہ یہ ہے کہ مرشدِ حق جو فرمائے وہ ذکرِ قضا نہ کرے اور نہ بغیر فرمانِ پیر اس میں کمی بیشی کرے۔

تیسرا رکن مراقبہ اور وہ یہ ہے کہ ذکر کے بعد موافق فرمانِ ہادی برحق فیضان یعنی انوارِ ذاتِ الہی یا حقائقِ الہیہ کو اپنے مقام پر کھینچ کر لانا یعنی شیخ برحق نے جو کچھ اور جس مقام کی تعلیم دی ہے۔ جیسے لطائفِ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ، ولایتِ علیا، کمالات، حقائقِ الہیہ، حقائقِ انبیاء وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ جس مقام میں طالب کا سبق ہے اسی مقام میں اس محل کا فیض کھینچ کر لانا۔

چوتھا رکن محاسبہ | اور وہ یہ ہے کہ پچھلی رات کو نماز تہجد کے توبہ کرے اور دن رات میں جو نیکے بد کام کئے ہیں۔ ان کا اپنے خیال میں حساب کر کے معلوم کرے کہ کتنے نیک کام مجھ سے ہوئے ہیں اور کس قدر بُرے یا مکروہ۔ نیک کاموں میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجلائے کہ اے اللہ تیرے ہی فضل و کرم نے مجھ سے یہ نیک کام کرائے اور جو کام بد یا مکروہ ہوئے ان کو اپنے خیال میں لاکر توبہ کرے مگر زبان سے اس خاص گناہ کا نام نہ لے کیونکہ دوبارہ لکھا جاتا ہے۔

پانچواں رکن مشاغلہ | اور وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک وقت خواہ سویا ہوا ہو خواہ چلتا پھرتا یا باتیں کرتا ہو۔ دن ہو یا رات غرض ہر وقت اپنے دل کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے۔ پہلے اکابر بزرگوں نے مشغولی نام الہی کو ہی فقر قرار دیا ہے باقی سب اس کی فروعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ط یعنی اہل ایمان سے بہادر اور پہلوان وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت کا کام بھی ذکر الہی سے غافل نہیں کرتا یعنی ان کاموں سے بھی ذکر الہی ان کو نہیں بھولتا۔ اسی طرح یاد الہی میں بھی اور کام میں بھی لگے رہتے ہیں اور بہت بڑا عالی مقام ہے۔ اس مقام کو تمام مقاموں میں اعلیٰ قرار دیا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے۔ اسی کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر کس و ناکس سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بہادروں کا یہ کام ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ کپڑا بنا کرتے تھے تو نال جس میں سوت کی ٹلی ڈالتے ہیں اس میں جو سوراخ ہوتا ہے اس میں سے تار نلی میں ڈال کر باہر نکالتے اور تانی بنتے ہیں۔ تو اپنی ماں سے کہتے تھے کہ یہ آپ ڈال دیں تاکہ میرا فکر ادھر نہ لگ جائے اور قلبی ذکر کا فکر سٹ کر نام الہی نہ بھول جائے۔ دیباچہ میں لکھا گیا ہے کہ دل یار میں ہاتھ کار میں۔ یہ مردوں کا کام ہے۔ ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن ذکر سے پیراستہ۔

الْبَابُ الْأَوَّلُ فِي طَرِيقَةِ التَّحْسِينِ

مُرشدِ برحق اپنے مُرید طالبِ مولا کو اس طرح تلقین بعد بیعت کے کرے کہ مُرشد اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں طالب کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف عرض میں رکھ کر اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سران انگلیوں کے آگے ملا ہوا رکھ کر بتائے کہ یہ قلبِ کامنہ ہے۔

اور اس جگہ پیر مرید کو نیت اس طرح بتائے۔ **لطیفہ قلب کا سبق** | زرد زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ اللہ مُرشد

زبان سے کہے اور مُرید زبان سے نہ کہے بلکہ دل سے نیت کرے۔ دو بارہ پھر یہی نیت مرید کو زبان سے بتائے اور مُرید دل سے کہے۔ اسی طرح تیسری بار پھر پیر یہ نیت مرید کو زبان سے بتائے اور طالب دل سے کہے۔ بعدہ مُرشد انگلی اٹھالے اور طالب کو ذکر قلبی اسم ذات کی ترکیب اس طرح بتائے کہ وقت ذکر زبان تالو سے لگالے اور اپنے خیال کو قلب پر رکھ کر ذکر اثباتِ مجرد یعنی اللہ کا کرے۔ یہاں تک کہ اس ذکر کی کثرت طالب مولا کو دل میں معلوم ہونے لگے اور سوائے سُننِ مؤکدہ اور صلوة مفروضہ و نوافل معمولی کے اور سب ترک کر دے اور بجائے اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ مُرشد کو اختیار ہے کہ چاہے ترکیب ذکر قلبی اسم ذات کی بیعت سے پہلے بتا دیں خواہ بعد بیعت کے بتائیں دونوں طرح جائز ہے اور بعد عشاء کی نماز کے مدینہ منورہ کی طرف دو زانو بیٹھ کر تصور کرے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے بیٹھا ہوں۔ میرا درود شریف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُن رہے ہیں اور آپ کے قلب مبارک سے میرے قلب میں زرد رنگ کا نور آرہا ہے اور یہ خیال کر کے کہ جس جگہ مُرشد نے انگلی رکھی تھی وہاں قلب کے مُنہ میں سوراخ ہو گیا ہے۔ اس راستہ سے یہ نور آرہا ہے اور اپنے خیال

کے ساتھ نور آپکے دل مبارک سے کھینچ کر اپنے دل میں لائے۔ اور اپنی زبان سے اس دُرود شریف صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی گیارہ تسبیح پڑھے اور ہر نماز کے بعد ایک تسبیح سو مرتبہ آیت کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ہمیشہ ورد رکھے اور مُرشد کا رابطہ بچتے کرے اور اپنے قلب پر توجہات کثیرہ لے کیونکہ توجہ سے قلب بہت جلد کھل کر ذاکر ہو جاتا ہے۔ سوچتے ایک مردِ کامل کی توجہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے بہت جلد آسان اور اقرب طرق توجہ مرشد کی ہے۔ کسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

سہ پنجاہ ہزار درمید اپنی اک قلب آایا
پر کامل مُرشد ہکے نظر سے سارا طے کرایا

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین
(ترجمہ) تبریز میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر سے میں نے جو کچھ پایا وہ زُہد اور چلے کا مذاق آتا ہے۔

سخرہ کند بزُہد و طعنہ زند بر چلہ
میرزا شمس الدین نے جو کچھ پایا وہ زُہد اور چلے کا مذاق آتا ہے۔

چلہ یعنی کہ ہادی مُرشد اپنے مُرید کو یہ امر فرمائیں کہ بدعتِ نواہی اور مکروہات سے نفرت کرے اور عزیمت پر عمل اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی شریعت کی سخت پابندی کرے اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کرے۔ بلکہ عزیمت پر عمل کا شیوہ رکھے۔ اگر بہت ہی لاچاری ہو تو رخصت پر عمل کرے۔ مگر اس زمانہ میں جواز اور رخصت کو ہر وقت نگاہ رکھے تو غنیمت ہے۔ اور ذکرِ اسمِ ذات کا جو بیان ہو چکا ہے سو ذکر کو پوشیدہ کرے یعنی قلب کے ساتھ کرے کیونکہ قلبی ذکر کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے۔ ستر درجہ فضیلت ذکرِ جہر پر ذکرِ خفی کو ہے یعنی پوشیدہ ذکر کو فضیلت ہے اور بطریقِ سبق کے ہر روز مرید کو توجہ دیا کریں اور مُرید کو چاہیے کہ پیشوا کی توجہ کا بہت شوق رکھے اور توجہ کے وقت کو غنیمت جانے۔ اور مُرشد سے توجہ لینے کا طریق یہ ہے کہ مُرید اس طرح نیت کرے کہ مُرشد کی توجہ میں بیٹھے کہ میں متوجہ ہوں طرف قلب اپنے کے اور قلب میرا متوجہ ہے طرف ذاتِ احدیت کے فیض آتا ہے۔ ذاتِ احدیت

سے میرے مرشد کے قلب میں اور مرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا لے اور خیال کرے کہ مرشد کے قلب سے پرنا لہ کی طرح میرے قلب میں نور آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آسمان کی طرف سے ایک نور کی دھار مرشد کے قلب میں آ رہی ہے اور مرشد کے قلب کے نیچے اپنا قلب لگا رکھے اور خیال کرے کہ مرشد کا قلب نور سے بھر کر اچھل رہا ہے اور اس قلب سے اچھل کر خود ہی میرے قلب میں پرنا لہ کی طرح نور آ رہا ہے اور میں کھینچ کر وہ نور اپنے دل میں ڈال رہا ہوں۔ یہ نیت تو مرید کرے اور پیر یعنی شیخ مرشد اپنے لطیفے کو جس کا فیض مرید کے لطیفے میں ڈالنا ہے۔ اس میں ذکر کرے اور اپنے پیر کی صورت کا تصور کرے۔ تصور کرنے سے لطیفہ جوش میں آجاتا ہے۔ بلکہ تمام طبیعت میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے لطیفہ کو مقابل لطیفہ مرید کے رکھ کر ہمت کر کے مرید کے لطیفہ قلب یا جس لطیفہ میں ذکر یا نور ڈالنا ہے ڈالے اور اپنے خواجگان سے طلب امداد اور جناب الہی سے التجا کرے۔ اسی طرح ہر روز مرید کے لطیفے میں ہمت کر کے فیض ڈالنا ہے۔ اسی طرح کرتے کرتے لطیفہ جوش میں آ کر ذکر ہو جاتا ہے اور اپنے مقام سے نکل کر اپنی اصل میں جا ملتا ہے۔ مگر اس مقام میں مرید کو چاہیے کہ تمام خطرات اور نفس کی باتوں سے دل کو پاک کر کے جمعیت اور تسلی دل میں پیدا کر کے ذکر کرے۔ اس مقام کی نگہداشت بہت کرے یعنی قلب کو خطرات سے نگاہ رکھے اور وقوف قلبی لازم ہے کہ اپنے قلب سے غافل نہ ہو اور وقوف قلبی کے معنی یہ ہیں کہ اپنی توجہ ذکر کی قلب کی طرف ہو اور قلب کی توجہ طرف مذکور کے یعنی ذات الہی کی طرف اور نگاہداشت خطرات سے اور وقوف قلبی یہ دونوں لازم ہیں بلکہ فرض ہیں اس کے سوا طالب مولا کو گنجائش نہیں۔ ہاں البتہ ہجوم خطرات کے وقت اپنے شیخ کی صورت کا تصور کرنے سے خطرات دفع ہونے میں بہت اثر ہے۔ حضرت امام طریقت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر طالب مولا فقط خطرات ہی دور کرنے میں مشغول ہو گیا تو خطرات بہت ہجوم کر آئیں گے اور ان میں پھنس کر گرفتار ہو جائے گا اور ذکر سے جاتا ہے گا ایسے وقت تو ذکر میں مذکور کا تصور

کر کے مشغول ہو جا اور خطرات کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہو۔ اس سے آپ ہی خطرات دفع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَنَا جَلِيسٌ مِّنْ ذِكْرِنِيْ بِعِنِيْ حَسْبِ وَقْتِ كُوْنِيْ مَحْبِيْ يَادِ كُرْتَا هِيْ مِيْنِ اِسْ كَا هِمَّ جَلِيْسٍ هُوَ جَاتَا هُوْنِ۔ پس جس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کے نور کا ظہور ہو جاتا ہے تو جب قلب اور دوسرے لطائف پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے ان سب پر بھی ضرور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہور ہو گا۔ پھر نہ خطرات کا نام و نشان باقی رہے گا اور نہ یہ پڑوسنیں ایزادیں گی بلکہ شیطان بھی خود ہی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعوت جب کھلاؤ پہلے پڑوسی کو کھلاؤ۔ یہ نوری کھانا جو قلب اور دوسرے لطائف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے بوجہ حکم حدیث شریف کے قلب اور دوسرے لطائف کے ذمے ہے کہ اس دعوت میں اپنی پڑوسنوں یعنی صفات ذمیمہ کو بھی شریک کر لیں یعنی ان کے محل میں موقع ذکر کا خیال لائیں اور دوسری حدیث شریف میں وارد ہے لَا تُوْذِيْ جَارَكَ يَعْنِيْ اِيْنِيْ پڑوسی کو ایزاد نہ دے بلکہ اس کو ذکر میں شریک کر اس کی رو سے ان پڑوسنوں یعنی صفات ذمیمہ کا نفع دینا فرض ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں یعنی قلب اور دوسرے لطائف کو ذکر کا فیض بھی پہنچائیں۔ پس جب خطرات کی طرف طالب کی توجہ نہ ہوگی اور مذکورہ تصور کر کے ذکر الہی میں مشغول ہو جائے گا تو انہی لطائف میں ذکر کرنے سے خود بخود پڑوسنیں اصلاح پا جائیں گی اور جو ایزاد لطائف کو ان کی وجہ سے پہنچتی تھی وہ رفع ہو جائے گی۔ جب کثرت ذکر سے وہ ہم جلس ہو گیا تو پھر خطرات سب دفع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنے دلوں کا اطمینان حاصل کرو۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ قلب میں وقت خطرات کے ذکر الہی کی کثرت سے خطرات دفع ہو کر تسلی اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَكَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی دوا ہے۔ دفع خطرات و بیات میں اور خطرات کا ایک لشکر عظیم ہے حوادث نفس میں سے تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ

اس میں پھنس کر اور ضلالت میں پڑھ کر اسفل السافلین یعنی دوزخ میں، گرتا ہے یا اس کو دفع کر کے ذکرِ الہی میں مشغول ہو کر اعلیٰ علیین میں جا کر نشانِ محبوبیت میں مشاہدہ جمالِ الہی حاصل کرتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ طیرے رب کے لشکر کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔ خطرات کے دفع کرنے اور اُن کے بُرا جاننے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ذَالِكَ صِرَاحُ الْإِيْمَانِ ط یعنی یہ صریح ایمان ہے۔ اب اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی تم نے سمجھ لی۔ اور اس کی فضیلت بھی معلوم کر لی۔ تو اب غم اور فکر ان خطرات کا نہ کرو بلکہ بجائے اس کے ذکر اللہ اللہ میں مشغول ہو جاؤ۔ قُلِ اللّٰهُ دَعَا مَا سَوَى اللّٰهِ (ترجمہ) کہو اللہ اللہ چھوڑ دے اس کے سوا اور خطرات آنا ایمان کی نشانی ہے۔ کافر اور گمراہ کو کبھی خطرات نہیں آیا کرتے۔ جب طالب کے قلب میں ذکر شروع ہو تو جس کے ساتھ اس طرح کرے۔ زبان تالو سے لگا کر سانس کو دل میں بند کر دے۔ دل سے اللہ اللہ اللہ اس قدر کرے کہ قلب سے ذکر کی حرکت خیال کے کان میں پہنچے۔ پہلے پہلے تھوڑے جس کرنے کا امر کریں۔ یعنی ایک ہزار تک جوں جو طالب مشتاق ہوتا جائے توں توں زیادہ بڑھانا جائے۔ مناسب ہمت اور طاقت اور وقت کے جوانی بڑھانے کا خیال کر کے زیادہ کرتا رہے۔ پھر پانچ ہزار، سات ہزار، بارہ ہزار آخر چوبیس ہزار تک پہنچائے۔ کیونکہ روزانہ آدمی کو دن رات میں چوبیس ہزار سانس آتے ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا فرض ہے اور غفلت کفر۔ اگر ہر سانس کے ساتھ نام لے تو پھر کاروبار دنیا رہ جاتے ہیں۔ اس واسطے اہل تصوف نے فرمایا ہے کہ ایک وقت میں چوبیس ہزار سانس کی قضا دے۔ چوبیس ہزار اسم ذات جس کے ساتھ کر لے تو گویا ہر سانس کے بدلے ایک اسم ذات ہو گیا اور اس صلوة دائمی سے جلدی فراغت حاصل کر لی۔ پھر اپنے دنیوی کاروبار بھی کر لے جب طالب اس حالت میں پہنچ جائے اور اس کے خیال میں ذکر اور قلب میں جوش اور زرد رنگ کا نور ظاہر ہو جائے تو قلب اپنے اصلی مقام میں پہنچ جاتا ہے اور قلب کے اصل میں پہنچنے کی اصل نشانی

یہ ہے کہ اس کی ہمت فوق کی طرف مضمحل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے سہو تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ تم کو کشف نہ ہو۔ کیونکہ اس زمانہ میں کشف بسبب حلال معاش نہ ملنے کے بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ہاں حالات کے تبدل سے معلوم کر سکتے ہو اور لذائذ و جوش و خروش قلب خود اس امر کا شاہد کافی ہے۔ کشف کے انتظار میں نہ بیٹھ رہو کیونکہ اس پایاں ندارد۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ سیر قلب تحت التری سے لے کر نیمہ دائرہ عرض کے نیچے تک ہے تو کہاں کہاں مخلوق کو دیکھتا پھرے گا۔ اپنے رب و خالق کو دیکھ اور اسی کے مشاہدہ کی طرف قدم اٹھا۔ فَادْکُرْ وِنِیْ اَذْکُرْکُمْ کی ندا کو سُن۔ آج کل کے زمانہ میں بسبب نہ ملنے حلال روزی اور احکام شریعت کے پورے طور پر جاری نہ ہونے کے کشف کم ہو گیا ہے ہاں بعض طبائع میں آج کل بھی کشف ہو جاتا ہے۔ اگر ہو بھی جائے تو اس میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ اگر گرفتار ہو گیا تو آگے قدم اٹھانے کا ذوق و شوق جاتا ہے گا۔ ہاں جب سلوک پورا ہو کر نزول قلب میں ہو جائے گا تو پھر جو کچھ بھی ہو کچھ ضرر نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بعد نزول کے ذکر قلبی کرنے سے تمام مقامات کے انوار اور ان کا کشف (مشاہدہ خود بخود ہوتا رہتا ہے۔ توجہ قلب ہی مقام ارشاد ہے یعنی ارشاد اسی میں جاری ہوتا ہے اور غیروں کو ہدایت اسی میں ہوتی ہے اور اسی میں توحید و جود ہی ہے اور نعرہ انا الحق و ہاؤ ہو، ہمہ اوست یہ تمام قلب میں ہی ہوتے ہیں۔ اس کا حال نفسی و اثبات میں تحریر کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حالات مقام فنا میں ظاہر ہوتے ہیں اور فنا نفسی و اثبات سے حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ کا ذکر جبروتی ہے اس میں اس قدر فنا نہیں بلکہ یہ بقا کی طرف لے جاتا ہے اور ذکر کلمہ ناسوتی ہے۔ یہ فنا کی طرف لے جانے والا ہے۔

نیت اس کی اس طرح ہے۔ دوسرا لطیفہ روح
 نور سُرُخِ سَنہرا زبیرِ قَدَمِ اَبْرٰہِیْمِ خَلِیْلِ اللّٰہِ وَ حَضْرَتِ

لطیفہ روح کے سبق کا طریقہ

نوح علی نبینا وعلی بنینا وعلیہما السلام ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ مگر پہلے نیت سے مرشد اپنے کبجے ہاتھ کی دو انگلیاں سجے پستان کے نیچے پہلو کی طرف رکھ کر دست راست کی

انگلی شہادت ان کے آگے رکھ کر سمجھائے کہ یہ مقام رُوح ہے اور اس کے مضغے کا اس جگہ منہ ہے جیسا کہ قلب کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے پھر اس میں بھی ذکر اسم ذات کرے۔ جس دم کے ساتھ اور پھر مرید کے لطیفہ رُوح پر توجہات کثیرہ دے اور مرید لے تاکہ یہ لطیفہ ہم شکل قلب کے جوش میں آکر ڈاکر ہو جائے اور اس کی سیاہی دُور ہو جائے اور اس کی شکل جو مثل کوئلہ کے سیاہ ہو گئی ہے وہ اس کے نور سے منور ہو جائے اور یہ اپنی پڑوسن کی کدورت کو بھی دُور کرے یعنی بے جا غصہ نہ رہے۔ جب بے جا غصہ دُور ہو جائے گا تو اس کا نور اپنی اصل کی جانب جو نیمہ دائرہ عرش کے اوپر ہے اس میں جا ملے گا اور یہ اپنی اصل کا نائب ہو جائے گا۔ جب یہ طے ہو گیا تو لطیفہ رُوح میں توحید شہودی کھلتی ہے۔ اس وقت یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر قلب میں ذکر کرے تو رُوح کا ذکر شروع ہو جاتا ہے گویا ان دونوں کی ایک ایک تار ہو جاتی ہے اور بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ طالب معلوم نہیں کر سکتا کہ قلب کونسا ہے اور رُوح کونسا بسبب جاری ہونے ذکر کے رُوح کو جو کوئی کدورت یا تنگی یا کسی قسم کی سیاہی جبرائے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تو اسی مضغے میں ہوتی ہے جو اس کی اصل ہے اس کو کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی حالت پر رہتی ہے۔ جب یہ صاف ہو گیا تو اس کا نائب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ توحید شہودی کا ذکر اس کے معنی نفی اثبات میں بیان ہوں گے کیونکہ اس وقت اس کو فنا ہوتی ہے جب رُوح کا ذکر سمع خیال میں آجائے اور حالت مذکور پر پہنچ جائے تو یہ سمجھ لو کہ اپنی اصل میں جا ملا اگر چہ بالکل یہ نہ ہو۔ یاد دہانی تو اپنے وطن کی ہو ہی گئی ہے آگے جس قدر ذکر اس میں ہوتا جائے گا اسی قدر تکمیل ہوتی جائے گی۔ اس مقام میں درود شریف پڑھے صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْآلِهِ وَسَلَّمَ اور یا یہ درود شریف پڑھے۔

صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْأُمِّيِّ وَالْآلِهِ وَسَلَّمَ ط لیکن یہ یاد رہے کہ ابتداء میں درود شریف کی کثرت کرے اور کثرت ایک تسبیح سے گیارہ تسبیح تک ہے لیکن غلبہ ذکر کا رکھے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔

لطیفہ ستر کے سبق کا طریقہ

نیت اس کی اس طرح پر ہے تیسرا لطیفہ ستر۔ نور سفید زیر قدم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ السلام ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ اس کو مثل قلب اور روح کے دو انگلیاں رکھ کر آگے انگلی شہادت رکھ کر سمجھاؤ کہ یہ ستر کا منہ ہے اور مقام اس کا قلب کے برابر سینہ کی طرف ہے اس انگلی رکھنے میں بڑا اثر ہے انگلی رکھ کر پھر اللہ اللہ اللہ کہہ کر سمجھاتے ہیں تو برکت خواجگان ذکر لطیفہ میں جاری ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی پیر کو چاہیے کہ مثل پہلے لطیفوں کے توجہات کثیرہ دے اور مرید کو چاہیے کہ ذوق و شوق سے توجہ لے۔ اس پر بھی اسم ذات جس کے ساتھ کرے۔ یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے۔ قلب میں مشاہدہ اور دیدار نہیں ہوتا بلکہ اس میں ذکر کرنے سے مذکور کی طرف کشش ضرور ہو جاتی ہے اور اس میں مشاہدہ اور دیدار الہی ہوتا ہے۔ پہلے اکابر نے جو قلب میں مشاہدہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب جب فانی ہو جاتا ہے تو ستر کا نور کھلتا ہے اور قلب قرب کی وجہ سے اس نور سے بھر جاتا ہے تو صوفی معلوم کرتا ہے کہ قلب میں مشاہدہ ہوتا ہے ورنہ قلب کے مضغہ میں یہ بات نہیں۔ اس کے ذکر میں عجائب و غرائب کیفیات ظہور میں آتی ہیں جو تحریر میں نہیں آسکتیں۔ اس کی لذت اوروں سے زیادہ ہے۔ جب اس کا نور شروع ہوا اور جب یہ اپنے مقام سے نکلے اس کے نور سے پڑوسن مر جائے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں

تو یہ اپنے اصل میں جا ملے گا تو اس کی سیر تجلیات ذاتیہ میں یا سیر فی اللہ کہو ہوگی۔ یہ مجمع اسماء مشاہدہ ہے جو پہنچے گا پائے گا۔ اور اس لطیفہ پر یہ درود شریف ایک سبب پڑھے۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَسَلَّمَ ط

اس لطیفہ کا مقام برابر روح کے سینہ کی طرف ہے اس لطیفہ خفی کے سبق کا طریقہ | پر بھی مذکورہ بالا طریقہ سے انگلیاں رکھ کر سمجھائے کہ اس جگہ لطیفہ خفی کا منہ ہے۔ نیت اس کی اس طرح پر کرے۔ چوتھا لطیفہ خفی نور سیاہ

زیرِ قدم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام، ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ۔ اس پر بھی ذکر اسم ذات دم بند کر کے ایک ہزار یا زیادہ حسب استعداد جس قدر پیرا مرفرائیں کرتا ہے سیر اس کی اس نور میں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زمین آسمان کچھ پیدا نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ کہاں رہتا تھا۔ فرمایا كَانَ اللهُ فِي عَمَاءٍ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اندھا دھند میں تھا یعنی مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اندھیرے میں تھا اس کی سیاہی اندھیرے کی طرح ہے۔ بعض بزرگوں نے اسی کو ذاتی تجلی سمجھ لیا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

شب تاریک و بیم موج گردا بے چینیں حائل

کجا دانشد حال ماسبسا ران ساحل ہا

اسی مضمون کو کسی نے پنجابی زبان میں خوب ہی ادا کیا ہے۔

رات اندھیری گھمن گھیری دریاں ٹھاٹھاں مارے

اوہ کی جانن سارا ساڈی جھڑے وسدے ندی کنارے

اور اس کی دلیل یہ ہے جیسے آنکھ کی پتلی کی سیاہی موجب بصارت ہے۔ اسی طرح یہ سیاہ تجلی موجب معرفت ذات الہی ہے۔ جب اس میں ذکر جاری ہو جائے اور لطیفہ جوش میں آجائے اور اس کی پڑوسن جو اس کے نیچے ہے اصلاح پا جائے تو اس کی متوجگی اپنے اصل کی طرف ہو جائے گی۔ مگر یہ حالت پیر کی توجہ دینے اور مرید کے توجہ لینے سے جلد حاصل ہوتی ہے۔ پیر مرید کے لطیفہ میں توجہ اور مہمت سے ذکر جاری کرے۔ تو مرید کے ذکر کرنے اور توجہ لینے سے لطیفہ اپنی اصل میں جا ملے گا۔ اس کا وجدان بھی ایک عجیب حالت رکھتا ہے۔ اس لطیفہ پر اس تسبیح کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ يَا لَطِيفُ اَدْرِ كُنِي بِدُطْفِكَ الْخَفِيِّ۔ اور درود شریف اس لطیفہ پر بھی پڑھے۔

صَلَّى اللهُ عَلَىٰ حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ اِيك تسبیح یا زیادہ۔

اس کی سیر اعلیٰ ہے بلکہ اس کی کچھ انتہا نہیں۔ سیر لطیفہ انحفی کے سبق کا طریقہ

اس کی فوق الفوق تمام لطائف سے اعلیٰ ہے اس کی انتہاء کو کوئی نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ امام الطریقیت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ بے انتہا ہے۔ یہ مقام ولایتِ محمدیہ خاصہ ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اس کا وسط سینہ ہے جو دونوں پستان کے درمیان گہری جگہ ہوتی ہے نیت اس طرح پر کہ اپنی دونوں انگلیاں شہادت اور وسطی لطیفہ کے محل پر رکھ کر طالب کو تلقین کرے۔ پانچواں لطیفہ انحفی نور سبز زیر قدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ اللہ یہ نیت جو ہر لطیفہ کی ذکر کر آئے ہیں ضرور اسی طرح تلقین کرے خواہ کوئی لطیفہ ہو۔ اور تین دفعہ کیا کرے۔ جب تین دفعہ کہہ چکے تو انگلی اٹھائے۔ اسی طرح ہر لطیفہ پر تین دفعہ نیت کے لفظ کہے۔ کیونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہی تھی کہ آپ جب کوئی امر تلقین فرماتے تو تین بار زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کے زمانہ مبارک سے لے کر تبع تابعین کے زمانہ تک یہی طریقہ رہا کہ پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد پڑھتا۔ تین بار اسی طرح پہلے استاد پڑھتا پھر شاگرد کہتا۔ تین بار کہنے میں اولیاء اللہ کے نزدیک بہت بڑا اثر ہے۔ ایک بات اور تیرے یاد رکھنے کے قابل بلکہ بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر لطیفہ کھلنے سے قلب و حضور اور جمعیت ہوتی ہے۔ جمعیت کے معنی اس جگہ پر یہ ہیں کہ بے خطرہ یعنی خطرات سے بالکل صاف ہو کر تسلی و تسکین کا ذکر حضور قلب میں ہو جانا حضور و جمعیت جیسا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو تھا۔ جب امت مرحومہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی تو سب ولایتیں ماتحت اس قرب کے ہو گئیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا۔ جس کو قلب میں یہ قرب و حضور اور ذکر آدم علیہ السلام کا ہو وہ آدمی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ روح میں قرب و حضور و جمعیت ہو وہ ابراہیمی و نوحی المشرب کہلاتا ہے اور جس کو لطیفہ سر میں قرب و حضور اور جمعیت ہو وہ موسوی المشرب کہلاتا ہے اور لطیفہ انحفی میں جس کو قرب و حضور اور جمعیت غلبہ پا جائے۔ اس کو عیسوی المشرب

کہتے ہیں اور لطیفہ اخفی میں جس کو جمعیت و قرب حاصل ہو اس کو ولایتِ محمدیہ کہتے ہیں یہ تمام مقاموں سے عالی مقام ہے جس کو یہ نصیب ہو۔ طَوْجِي لَكَ وَلِمَنْ رَاَهُ اس لطیفہ اخفی پر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ ط ایک تسبیح پڑھا کرے اور اس بات کا خیال رکھے کہ جس لطیفہ پر طالب کا سبق ہو درود شریف پڑھنے کے وقت اپنے اس لطیفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ کے مقابل کر کے درود شریف پڑھا کرے۔ اس طریقہ سے لطائف بہت جلدی ترقی پا کر کھل جاتے ہیں۔ جب لطائف کھل جائیں اور شیخ مقتدی آگے ترقی دیدیں۔ پھر ان کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر وہی گیارہ تسبیح صَلِّ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلِّمْ کی پڑھتا رہے اور ذکر کی کثرت رکھے اور حقیقتِ محمدیہ میں جا کر یعنی سلوک طے کر لینے کے بعد درود شریف کی جس قدر کثرت کرے۔ اسی قدر نفع ہے جہاں تک ہو سکے پڑھا کرے۔ اگر برداشت ہو جائے اور دن رات درود شریف ہی پڑھتا رہے تو نفع ہی نفع ہے۔ البتہ شروع میں ذکر ہی کا غلبہ رکھے۔

اے طالبِ مولا! خدائے تعالیٰ تجھ کو توفیق دے۔ اس مقام کی ولایتیں پانچ ہیں۔ جو متعلق عالمِ امر کے ہیں۔ ولایتِ آدمی، ولایتِ خلیلی، ولایتِ موسوی، ولایتِ عیسیٰ، ولایتِ محمدی۔ یہ جامع ولایات ہے۔ یہاں عناصر اربعہ اور نفس کو قربِ الہی ہوتا ہے۔ ان کے سمیت سات ولایتیں ہو جاتی ہیں۔ اولوالعزم نبی پانچ سوئے ہیں۔ ان چاروں کے اوپر ولایتِ محمدیہ ہے۔ اس طریقہ عالیہ میں پانچوں حاصل کرتے ہیں مگر جس کا غلبہ اور نصرت حاصل ہو۔ طالبِ مولا اسی ولایت سے نامور ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهِ۔ اس فقیر کو اس ولایتِ محمدیہ میں تمام غلبہ ہے۔ جب تو یہ سمجھ چکا کہ ملاکاتِ رذیلہ جو پڑوسنیں لطائفِ عالمِ امر کی بھین اصلاح پائیں اور قربِ الہی ہر ایک کو حاصل ہو گیا۔ علی حسبِ استعداد۔ تو آگے نفس جو عالمِ خلق سے بڑا مفسد اور موذی ہے۔ مقہور تو یہ ہو گیا

کیونکہ اس کی فوج معاون جو بمنزلہ اولاد کے تھی۔ کام کرودھ، لوتجہ، موہ، ہنکار، اصلاح پاگئے۔ تو اب یہ اکیلا رہ گیا ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح اب آسان ہوگئی اس کو اس طریق سے مار۔

مقام اس کا ماتھے کے وسط میں ہے۔ دونوں
لطیفہ نفس کے سبق کا طریقہ | ابروؤں کے وسط کے محاذات سے ذرا اوپر کو

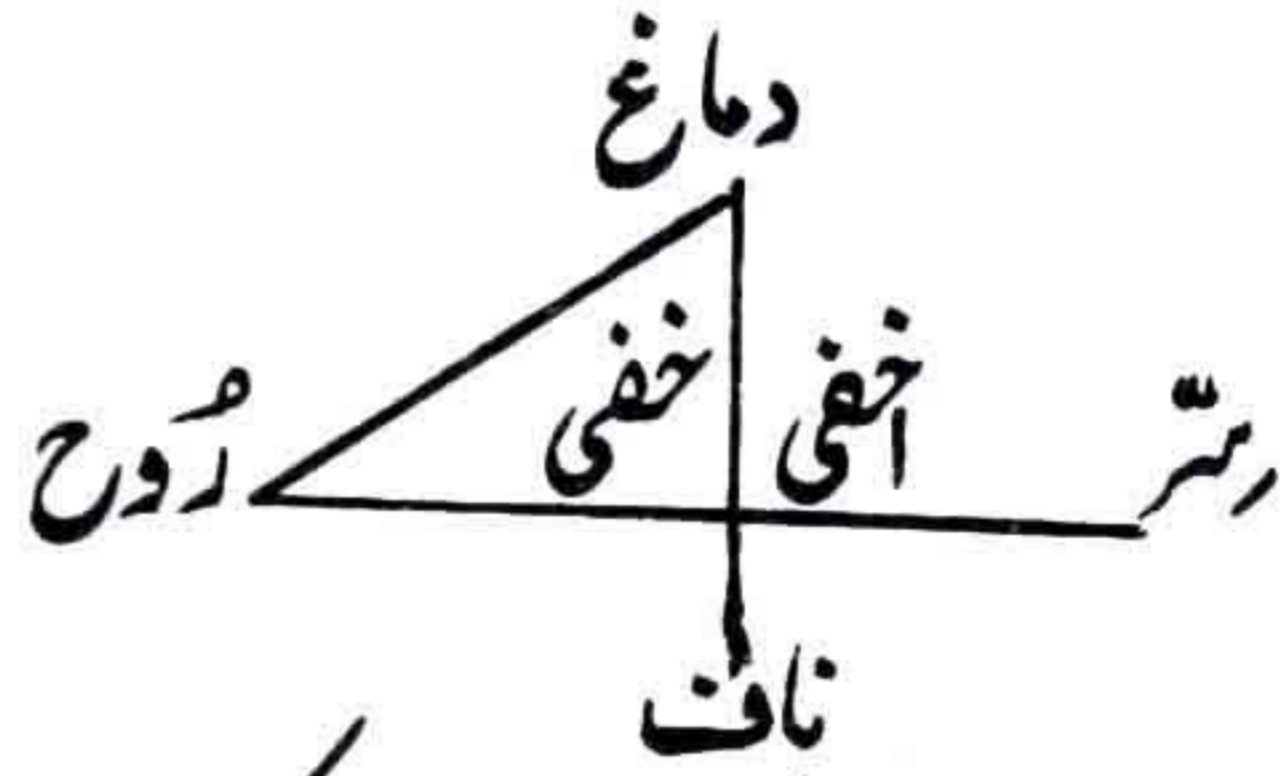
نیت اس کی اس طرح ہے۔ نوزیرنگ سیاہی مائل نیلگوں آسمانی رنگ ذکر اسم ذات اللہ اللہ اللہ مگر اس کو سچے ہاتھ کی سبابہ رکھ کر تین دفعہ نیت بتائے۔ اس کا ذکر خیال کے ساتھ کرے۔ اگرچہ حرکت اس جگہ چنداں نہیں ہوتی۔ تاہم پھر بھی جذب و شوق اور ذوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس مقام پر مرید کو توجہ پیر کی ضروری ہے۔ عالم امر میں اس کا مقام کوئی نہیں کہ جس جگہ یہ جائے بلکہ یہ قالب جو عناصر سے مرکب ہے نفس اسی کا حاکم ہے۔ لہذا مذکورہ ملکاتِ رذیلہ اس کے سر ہیں۔ اس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعضے اس کا مقام ناف سے نیچے دو انگل کے فاصلے پر بتاتے ہیں۔ مگر امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اس کا مقام پیشانی پر فرماتے ہیں۔ جس کے محققین نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر ہے اور زیرِ ناف اس کا دھڑ ہے۔ پس بہتر اور مناسب یہ ہے کہ جب نفس کے سر سے فارغ ہو چکے تو زیرِ ناف بھی ذکر اسی طریق اور نیت سے کرے اور اس ذکر میں ایک عجیب خاصہ ہے کہ جب کبھی شہوت غلبہ کرے اور محل حاجت نہ ہو یعنی منکوحہ نہ ہو یا موجود نہ ہو تو اس مقام میں یعنی زیرِ ناف ضرب کے ساتھ اسم ذات بلند آواز سے کرے فوراً وہ خطرہ یعنی غلبہ شہوت کا ہٹ کر طبیعت ٹھنڈی اور متنفر ہو جاتی ہے اور ذکر الہی کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ یہ بارہا تجربہ کیا گیا ہے جب نفس کی حالت میں بجائے ترقی کے لذت ذکر آجائے تو قالب کی طرف متوجہ ہو گیا کیونکہ اس کے ضمن میں نفس جلدی اصلاح پا جائے گا۔ یہ قالب زراعت کی جگہ ہے جب جگہ میں

زراعت کلمہ کی ہو گئی تو اس کو بھی کلمہ مزدوعہ فی الجسم کا کھانا خواہ مخواہ کھانا پڑے گا۔ اور آدمی غذا سے جلدی پاک ہو جائے گا۔

لطیفہ قالب کے سبق کا طریقہ | یہ عناصر اربعہ سے مرکب ہے اور یہ الگ الگ اصلاح نہیں پاسکتے۔ کیونکہ ان کی معتدل ترکیب ہے۔ اسلئے

ان کی اکٹھی اصلاح ہوتی ہے۔ نیت اس کی اس طرح ہے۔ ساتواں لطیفہ قالب نور آتش لباس ذکر نفی اثبات اس جگہ پیر اپنے سچے ہاتھ کی انگلی سبابہ مرید کے اگر وہ مرد ہو زیر ناف دو انگل کے فاصلے پر رکھ کر اور وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گزارتا ہو اسیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے لے جائے اور پھر دماغ ہی سے گزارتا ہو انہی صفات سے مرید کے سچے کاندھے پر گزار کر لطیفہ روح و خفی و سر کے اوپر کھینچتا ہو قلب تک پہنچائے اس سے لا معکوس بن جائے گا۔ پھر مرید کو اس مقام میں ذکر نفی اثبات کا حکم فرمائیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیر ناف دو انگل کے فاصلے پر جو بیان ہو چکا ہے اس میں دم بند کرے۔ جہاں جہاں انگلی مرشد کی لگی ہے۔ وہاں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کھینچ کر لائے یعنی سانس کو وہاں روکے اور اس جگہ سے خیال کے ساتھ لا کھینچ کر وسط سینہ میں لطیفہ اخفیٰ پر گزارتا ہو اسیدھا ماتھے پر جہاں لطیفہ نفس ہے۔ اس میں اور دماغ میں گزارتا ہو سچے کاندھے پر لا کر اور لطیفہ روح و خفیٰ مرید پر ہو کر قلب پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ضرب زور سے خیال کے ساتھ مارے۔ اگر یہ ذکر زبانی نہ کرے بلکہ زبان تالو سے لگا کر خیال سے ذکر کرے۔ اس جگہ وقوفِ عددی اور وقوفِ قلبی اور بازگشت ان تینوں چیزوں کی نگہداشت رکھے۔ وقوفِ عددی کے معنی یہ ہیں کہ عدد وتر کا خیال رکھے یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار کلمہ کہے۔ اگر اس سے زیادہ ایک سانس میں کر سکے تو کرے مگر وتر کا خیال رکھے اور بازگشت کے معنی یہ ہیں کہ جب تین یا پانچ یا سات دفعہ نفی اثبات کر چکے تو پھر لوٹ کر اسے شروع کرے اور یہ دُعا مانگے۔ الہی مقصود میرا تو ہے۔ دنیا اور آخرت کو میں نے ترک کیا۔ محبت اور معرفت اور وصل پورا دے مجھ کو اور وقوفِ قلبی پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ وہ خطرات سے نگاہ رکھنا ہے۔

قلب کو یہ جس دم خالی معدے میں کرے تو بہتر ہے
 نفی اثبات کے ذکر کا طریقہ | اس وقت نفی اثبات کے ذکر میں صورت کلمہ کے
 لا کی اس طرح ہو جائے گی۔



اس طرح سے ذکر میں مشغول ہو جائے تو لطائف کے بطون کھلنے شروع ہو جائیں گے۔ اگر کچھ پہلے کمی رہ گئی تھی تو اب پوری ہو جائے گی۔ اور اصلاح عناصر اور نفس ہو کر جذبات لطائف فوق الفوق کی طرف ہو جاتے ہیں اور حضور و جمعیت ایک خاص طور کے ہو جاتے ہیں۔ اکابر نقشبندیہ ہر رطب و یابس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور صورتوں و اشکال غیبی کی طرف رخ نہیں کرتے اور کشف و انوار کا اعتبار نہیں کرتے۔ طالب مولا کو صرف چار چیزوں کی طرف رغبت ہونی چاہیے۔ جمعیت^۱، حضور^۲، جذبہ^۳، واردات^۴ جمعیت کے معنی خطرات سے قلب کو پاک کرنا اور دل میں خدا تعالیٰ کی حضوری۔ جذبہ کے معنی کشش لطائف کی فوق الفوق کی طرف رکھنا اور واردات کے معنی حال فوق کی طرف سے قلب پر یا کسی مقام پر مثلاً ولایت کبریٰ یا علیا پر وارد ہوں۔

یہ چاروں چیزیں اکابر نقشبندیہ میں اصل مانی جاتی ہیں۔ اگر یہ ہو گئیں تو سب کچھ ہو گیا۔ اس میں یہ چاروں چیزیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مگر واردات پہلے حضور^۲ کی حضور^۲ کی کبھی ہوتی ہیں۔ کبھی دو ماہ میں کبھی ایک ماہ میں پھر آہستہ آہستہ ہفتہ عشرہ میں، پھر چوتھے پانچویں روز، پھر دوسرے تیسرے روز، پھر دن میں ایک دو دفعہ پھر تین چار دفعہ اتصال واردات کا ہو جاتا ہے۔

وصل اعدام کر توانی کرد کار مرداں مرددانی کرد

(ترجمہ) اگر عدم کا ملاپ یعنی مسلسل واردات پیدا کر سکا تو یقیناً راہ سلوک میں بہادر مردوں والا کام کرنا جان جائے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وَجُودٌ وَعَدَمٌ فَنَاءٌ وَبِقَاءٌ

فناء قلبی اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ سبق ماسوی اللہ اور جب ماسوی اللہ دل سے نکل جائے اور خطرہ ماسوی اللہ کا قلب کی طرف ہرگز راہ نہ پائے اور قلب مذکور کی رنگت سے رنگیلا ہو جائے۔ اس رنگینی کے عود دنیا اس کی طرف نہیں بلکہ قرب الہی ہی زیادہ ہوتا ہے جس کو میں پہلے جمعیت لکھ چکا ہوں اسی کا فناء ہے۔

خیال ماسوا از دل بروں کن

گذرا از چوں وحب بے چگون کن

(ترجمہ) ماسوی کا خیال دل سے باہر نکال۔ چوں سے گذرا اور بے چگون کی محبت پیدا کر۔ قلب کی فنا تجلیات افعالی میں ہوتی ہے یعنی بدن اور افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور طالب اپنے سب افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جاننے لگ جاتا ہے۔ جیسے پتلیوں کا تار پتلیوں والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ جس وقت وہ ہلاتا ہے تو حرکت کرتی ہیں اور جب نہیں ہلاتا تو نہیں ہلتیں۔ اسی طرح طالب اپنے سب افعال کی تار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں دیکھتا ہے۔ جس وقت یہ غالب آجائے تو اس وقت طالب ممکنات کو منظر ذات و صفات حق دیکھنے لگ جاتا ہے تو اب توحید و جود کی کہستی ممکنات کی ایک موج ہستی حق سبحانہ تعالیٰ سے سے جوش میں آکر اس کا قائل ہو جاتا ہے۔

غیرتش غیر در جہاں بگذاشت

لاجرم عین جملہ اشیا شد

(ترجمہ) اس کی غیرت نے کوئی غیر جہاں میں نہیں چھوڑا۔ اس لئے لا محالہ وہی تمام

اشیاء کا عین یعنی ذات بن گیا۔ ۱۲
 توحید وجودی میں اپنے آپ اور تمام جہان کو دریائے وجود حق لعلے میں گم
 دیکھتا ہے بلکہ اپنے آپ کو اس دریائے موج کی موج معلوم کرتا ہے۔ ایسے شعراء اسی
 گروہ کے ہیں۔ ۷

زساز و مطرب پر سوز این رسید بگوش

کہ چوب و تار و صدائی تنن تنن ہمہ اوست

(ترجمہ) باجے اور آگ لگا دینے والے گویے سے کان میں یہی پہنچا کہ لکڑی اور تار
 تنن تنن کی آواز سب وہی ہے۔ ۱۲

اس حالت کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ جب اس دریائے ذخار میں غوطہ مارے تو
 اس دریا کی کوئی چیز نہیں دیکھتا بلکہ تمام طرف نظر کرتا ہے کہ اس دریا کے سوا اور کچھ بھی
 نظر نہیں آتا۔ بلکہ اپنے آپ کو اسی دریا کا قطرہ دیکھتا ہے۔

جوے دریا توئی تنی کو بجو

انفکاکے نیست دریا راز جوئے

(ترجمہ) دریا کی نہر تو ہی ہے۔ اچھی طرح تلاش کر کے دیکھ کہ دریا کو نہر سے کوئی جدائی نہیں!

حضرت شیخ اکبر جو سید الطائف وحدت وجودی ہیں وہ اسی طرح فرماتے ہیں۔ ۷

الْبَحْرُ بَحْرٌ عَلَى مَا كَانَ فِي قَدَمِ
 إِنَّ الْحَوَادِثَ أَمْوَاجٌ وَأَنْهَكَامُ

(ترجمہ) وہ دریائے وحدت اسی حالت پر ہے جیسا کہ قدم میں تھا۔ بلا شک حوادث یعنی

ممکنات موجیں اور نہریں ہیں۔

فَلَا يَحْجِبَنَّكَ أَشْكَالٌ تَشَاكُلُهَا
 عَمَّنْ تَشَاكُلُ فِيهَا وَهِيَ اسْتَارُ

(ترجمہ) بس شکلیں جو اس دریا کے نور کے مشابہ ہیں تیرے لئے اس ذات سے حجاب نہ ہو

جائیں۔ جو ان میں نمودار ہیں کیونکہ یہ محض پردے ہی میں ہیں۔

لَا أَدَمُ فِي الْكَوْنِ وَلَا إِبْلِيسُ
 (ترجمہ) نہ آدم ہے خلق میں اور نہ ابلیس
 فَالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَأَنْتَ الْمَعْنَى
 (ترجمہ) سب عبارتیں ہیں اور معنی تو ہی ہے
 لَا مُلْكَ سُلَيْمَانَ وَلَا بَلْقِيسَ
 نہ سلیمان کا ملک اور نہ بلقیس
 يَا مَنْ هُوَ لِفَتْكُوبٍ مِقْنَاطِيسُ
 اے وہ ذات جو دلوں کیلئے مقناطیس کی مانند ہے

ایک بزرگ اس مقام پر کمال استغراق کی وجہ سے فرماتے ہیں۔

زور یا موج گونا گوں برآمد
 زبے چوئی برنگ چوں برآمد

(ترجمہ) دریا سے قسم قسم کی موجیں نکلیں، بے چوئی سے چوں کے رنگ میں ظاہر ہوا۔

گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد
 گہے بر صورتِ مجنوں برآمد

(ترجمہ) کبھی لیلیٰ کے لباس میں جا چھپا اور کبھی مجنوں کی صورت میں نکلا۔

چوں باز آمد ز خلوت خانہ بیروں
 ہمیں نقش دروں بیروں برآمد

(ترجمہ) جب پھر خلوت خانہ سے باہر آیا تو وہی اندر والا نقش پھر باہر آ گیا۔ ۱۲

وجہ اس توحید و جود کی قائل ہونے کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک نزولات ذات

کے پانچ ہیں جو درمیان ذاتِ احدیت اور انسان کے ہیں۔ وہ ان نزولاتِ خمسہ کا منظر
 بدنِ انسان کو سمجھتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

نزولاتِ خمسہ کا بیان

نزولِ اوّل — جس کو طریقہء نقشبندیہ میں تعینِ اوّل کہتے ہیں۔ کیونکہ لائین ذات
 بحث ہے جس کو نزولات سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ نزولِ اول عبارت ہے۔ علم حق سبحانہ تعالیٰ کے
 سے۔ واسطے ذات و صفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اوپر وجہ اجمال کے
 یعنی بغیر امتیاز بعض کے بعض سے اور نام اس کا مرتبہ وحدت ہے۔

نزولِ دُوم — یہ تعین دوسرا ہے اور یہ عبارت ہے علم حق سبحانہ، تعالیٰ کے واسطے ذات و صفات اپنی کے اور واسطے تمام موجودات کے اور طریق تفصیل کے یعنی امتیاز بعض موجودات کے بعض سے اور نام اس مرتبہ کا وحدیت ہے اور حقیقت انسانی یہ دونوں مراتب قدیم ہیں۔ لیکن تقدیم و تاخیر عقلی ہے نہ زمانی۔

نزولِ سوم — یہ مرتبہ عالم ارواح کا ہے اور یہ عبارت ہے اشیاء کوئیہ سے وہ اشیاء کہ مجردہ اور بسیط ہیں اور ظاہر ہوتی ہیں اور ذاتوں اپنی اور شائوں اپنی کے۔
نزولِ چہارم — یہ مرتبہ عالم مثال کا ہے اور یہ عبارت ہے ان اشیاء کوئیہ سے کہ مرکبہ ہیں اور ایسی مرکبہ کہ لطیف ہیں۔ نہیں قبول کرتی جزو ہونے اور بعض ہونے کو ناقابل تقسیم ہونے کے نہ مل جانے کے۔

نزولِ پنجم — یہ مرتبہ عالم اجسام کا ہے کہ عبارت ہے اشیاء کوئیہ مرکبہ سے کہ کثیف ہیں اور قبول کرتی ہیں جزو ہونے اور بعض ہونے کو۔ ان نزولاتِ خمسہ سے آگے چھٹے مرتبہ میں حضرت انسان ہے جو مظہر ہے ان پانچوں مراتب مذکورہ بالا کا۔ چونکہ اہل توحید و جود ہی ان نزولات کو ذات کے نزولات سمجھتے ہیں اور ان سب کا مظہر بدن انسان کو جانتے ہیں اس واسطے توحید و جود یعنی ہمہ اوست کے قائل ہو گئے۔ جب فنا اس مرتبہ کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فقیر کو علاوہ اس وجود کے جو پہلے سے دیا ہوا ہے ایک اور وجود بقا کا عنایت فرماتا ہے۔ پہلے جس وجود کو وجود ذات سمجھ کر یہ اشعار وحدت وجود کے کہہ رہا تھا اب اس کو مرآة عالم یعنی شیشہ عالم جہاں کو جاننے اور اس میں اپنے آپ کو دیکھنے لگ گیا۔ اب ذوق و شوق اور لذت میں آ کر اس طرح کہنا شروع کر دیا۔

چوں بنگرم در آئینہ عکس جمال خویش گرد ہمہ جہاں بہ حقیقت مصورم

خورشید آسمان ظہورم عجب مدار ذرات کائنات اگر گشت مظہرم

(ترجمہ) جب میں آئینہ میں اپنے جمال کا عکس دیکھتا ہوں تو حقیقت میں تمام جہاں میری تصویر

کا نمونہ بن جاتا ہے۔ میں آسمان ظہور کا روشن سورج ہوں۔ اگر کائنات کے ذرات میرا مظہر بن گئے تو کچھ تعجب مت کر۔

من عشقم اے کہ کون و کمانم پدید نیست
عناقے مغربم کہ نشاخم پدید نیست
ز آبروئے غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام
منگہریداں کہ تیر و کمانم پدید نیست
گوئم بر زبان و برگوش نشنوم
اے طرفہ کہ گوش و زبانت پدید نیست

(ترجمہ) میں وہ عشق مجسم ہوں کہ میرا کون و کمان ظاہر نہیں۔ میں وہ عنقائے مغرب ہوں کہ میرا نشان تک ظاہر نہیں۔ میں نے ابرو اور غمزہ سے دونوں جہاں کو شکار کر لیا ہے۔ تو یہ نہ دیکھ کہ میرا تیر و کمان ظاہر نہیں۔ میں زبان کے پاس بات کرتا ہوں۔ اور کان کے پاس سنتا نہیں اور عجب تر یہ بات ہے کہ میرے کان اور زبان ظاہر نہیں۔

اس بات کو خوب جان لے کہ توحید و جود اور ذوق و شوق و تواجداً سرار معیت
آہ و نعرہ و بے خودی، استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجداً تمام لطیفہ قلب کی سیر میں سے
ہیں۔ قلب اول دائرہ امکان میں سیر کرتا ہے اور اس دائرہ کے احوال سے جذب، حضور،
جمعیت و اردات، کشف کوئی و کشف ارواح اور کشف عالم مثال ہوتا ہے۔ سیر عالم ملک
عبارت ہے۔ آسمانوں کے نیچے سے اور سیر ملکوت عبارت ہے۔ ملائکہ اور ارواح اور ان اشیاء
سے جو آسمانوں سے اوپر کی ہیں۔ یہ تمام دائرہ امکان بلکہ نصف دائرہ سافل میں داخل ہیں
جو کچھ اس طرح نظر آتا ہے۔ اس کا نام سیر آفاقی ہے بلکہ کمال حضور و جمعیت و جذبات
دوسرے دائرہ میں ہے۔ جو عبارت سیر تجلیات افعالیہ اور سیر ظلال اسماء و صفات
سے ہے۔ مسمیٰ بدائرہ صغریٰ سے حاصل ہوتی ہے اب معلوم ہو گیا کہ اس جگہ وحدت
وجود کا دریا کھلتا ہے جو ہر وقت نہیں رہتا۔ بلکہ کبھی ایک ساعت یا کم و بیش رہتا
ہے کیونکہ یہ حال ہے اور اس حال کا ایسا ہی حال ہے۔ میرے پریشانی قبلہ عالم حضرت شاہ
توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام سے بہت جلدی نکال دیتے تھے اور فرماتے

کہ اس میں زیادہ رہنا اچھا نہیں بلکہ بعض طالبوں سے پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے تھے جب اس فقیر پر کھلا تو کلمات خلاف شرع بے ساختہ منہ سے نکلنے لگے اور نماز میں سستی ظاہر ہونے لگی۔ چونکہ آپ قریب تھے تو پاس بٹھا کر اپنا حال اس طرح بیان فرمایا۔

حضرت شاہ قبلہ کے توحید و جودی کا حال

جب مسکین پر (یعنی قبلہ عالم جب کبھی اپنا حال بیان فرماتے تو اپنے آپ کو مسکین کے لفظ سے تعبیر فرمایا کرتے) یہ حال وارد ہوا تھا تو ایسا استغراق ہوتا کہ بے اختیار انا الحق کا نعرہ نکلنے لگتا اور بدن میں حس و حرکت نہ رہتی تو اپنے آپ کو سمجھاتا کہ تو بندہ ہے یہ کلمہ کہنے کے لائق نہیں۔ جب حال زیادہ ہو جاتا تو پھر اپنے بدن میں سوئی چھوٹا اور کہتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو تجھے درد نہ ہوتا۔ کبھی ایسا ہوا کرتا کہ مطلقاً درد بھی محسوس نہ ہوتا خواہ کتنی ہی سوئیاں چھوٹی جاتیں۔ جب اس سے بھی زیادہ غلبہ حال کا ہوتا تو پھر آگ کی چنگاری بدن پر رکھ کر سمجھاتا کہ اگر تو اللہ ہوتا تو جلن نہ ہوتی۔ اب جلن ہے تو تو ضرور بندہ ہے۔ بہر حال اس حد تک ہوا کہ جلن بھی مطلق محسوس نہ ہوتی۔ جب یہ غلبہ بہت ہی بے اختیار کرتا تو مسجد میں گر کر عرض کرتا کہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ مجھے اس حال سے نکال کر شاہراہ شہود پر بطویل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہنچا پھر چانک پرورش روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہو گئی۔ پھر تو یہ حال ہو گیا کہ خواہ کسی ہی بیہوشی ہوتی نماز کا جب وقت آتا خود بخود ہوش آجاتا۔ اور نماز باجماعت ادا ہو جاتی۔ پھر جلدی خدا تعالیٰ نے اس مقام سے نکال کر شاہراہ شہود پر پہنچا دیا۔ اس حال کی گرفت بڑی سخت ہے اور شور و درد زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اصل شاہراہ شہود آگے ہے۔ یہ صرف ولایت صغریٰ کا شروع ہے اس میں نہ بیٹھ رہنا چاہیے۔ بعض کو ایک ہفتہ تک دیکر مقام وحدت و جود کھول دیتے۔ پھر وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے شاہراہ شہود

میں پہنچا دیتے۔ مرید پیرِ کامل کی توجہ کے سوا اس مقام سے آگے نہیں نکل سکتا۔ خواہ کتنی ہی مدت تک پڑا ہے۔ اَلَا مَشَاءَ اللّٰہ۔

اب اس کے وظیفے کی بابت لکھا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے نفی اثبات اس قدر کرے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے بلکہ پاس انفاس اسی کا کرے اور یہ تعداد چالیس لاکھ ادا کرے۔ باخلوت یا بے خلوت، باصوم یا بے صوم، جب رحمتِ الہی شامل حال ہو اور شفقت پیر کی مرید کے حال پر ہو اور شوق مرید کا کامل ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ حال ایسا کھلتا ہے کہ مرید کبھی اپنی انانیت پر قادر نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ کو فانی اور اللہ کو باقی جان جاتا ہے۔ اس مقام کی انتہا اتحاد ہے۔ ہر چیز کو خدا سمجھتے لگتا ہے۔ میں نے بعض طبائع کو ایک لاکھ نفی اثبات کرنے اور ایک دو توجہ لینے سے کھلتے دیکھا۔ بعض کو دو لاکھ بعض کو چار لاکھ اور بعض کو صرف بارہ سوچا اور چند توجہات میں اور بعض کو چالیس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ کرنے میں جا کھلتا ہے یہ محض فضلِ ربّی ہے۔ اگر مردِ کامل مل جائے تو بس یہ اسمِ اعظم ہے۔ لاکھ کی طرف بھی نہیں جانے دیتا۔ ایک تنکے میں بنا دیتا ہے۔ جب طالب اس ذکر میں مشغول ہو گیا تو مالغات جاتے رہے۔ اسباب موجود ہو گئے اور سعادتِ ازلی کی یاوری شروع ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ حَمْدًا کَثِیْرًا ط

ملکاتِ رذیلہ کے مارنے کے معنی

اس جگہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے وہ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ پھر مراقبات کا ذکر شروع ہوگا جو دوسرا رکن تصوف کا ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ شہوت، طمع، حرص، تکبر، حسد، غصہ جو پانچ بڑے وسوسے پانچوں لطائف کی ہیں ان کو مارنا چاہیے اور نفس کو بھی۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اگر ان کے مارنے کے معنی بالکل باطل اور لاشعے کر دینے کے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر شہوت جو قلب کے نیچے ہے اس کو زائل کر دینے کے یہ معنی ہوتے تو انبیاء

علیہم السلام ہرگز عورتوں سے نکاح نہ کرتے حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار عورتیں تھیں۔ ایسا ہی ان کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے بھی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء اولیاء اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدد ہی عورتیں نکاح میں تھیں اور اسی طرح غصہ تمام انبیاء میں تھا کہ کفار اور مشرکین اور شیطان کے ساتھ رکھتے تھے۔ ایسا ہی حرص بھی تمام انبیاء و اولیاء کو تھی۔ کہ وہ حرص عبادت اور اعمال صالحہ کی ہر وقت رکھتے تھے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (ترجمہ) وہ تم پر حرص والے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ مہربان اور رحم والے ہیں۔ ۱۲

اور کثرت سے اہل ایمان طمع وصل اور رضائے الہی کا رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کافر کے مقابلہ میں فخر کرنا اور جہاد کے وقت فخر کرنا یہ منکبری خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ اب ہم ملکاتِ رذیلہ گن کر لکھ آئے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام میں بھی ہوتی تھیں۔ اگر مارنے اور معدوم کرنے ہی کے لائق ہوتیں تو یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ابدان میں نہ ہوتیں اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ط کے صحیح معنی نہ بنتے (جب احسن تقویم وہ عمدہ بناوٹ جو تمام صورتوں میں بہت ہی سونہی صورت انسان کے بدن کی ہے) اگر یہ خصائل بذاتہ بُرے اور رذیل ہوتے ہیں تو یہ احسن تقویم کے بالکل خلاف ہوتے اور یہ آیت اس انسان پر صادق نہ آتی۔ اس واسطے اب میں اس کے معنی لکھتا ہوں کہ بیشک احسن تقویم ہی میں یہ خصائل ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو مار کر ہم کو دکھایا مگر تم لوگ مارنے اور کشتہ و قتل کرنے کے معنی نہیں سمجھے بلکہ یہ مارنے کشتہ و قتل کرنے کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ جیسا کہ اکثر

اور طیباں کے ہاں یہ الفاظ مشہور ہیں کہ سنگھیا کا کشتہ فلاں مرض کو شفا دیتا ہے اور پائے کا کشتہ اگر قائم النار ہو جائے تو قلعی کو بیٹھا دیتا ہے۔ سونے اور چاندی کا کشتہ قوتِ باہ پیدا کرتا ہے۔ لفظ کشتہ کشتن کے مصدر سے ہے۔ کشتن کے معنی قتل کرنے کے ہیں۔ قتل کرنے سے مراد اگر محض بطلان ان کے جسم کا لیا جائے تو معنی بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ ان کشتوں کا جسم باقی و موجود رہتا ہے۔ اگر موجود نہ رہے تو کس چیز کو کھاٹے یا استعمال کرے بلکہ فقط کسی قدر ظاہر صورت میں محو یا تغیر آ کر بعد کشتہ ہونے کے تاثیر بدل جاتی ہے مثلاً سنگھیا میں کشتہ کرنے سے پہلے زہریلا مادہ غیر معتاد تھا۔ جس کے کھانے سے ہر حیوان مرجاتا تھا اب وہ زہردہ مادہ جو اس میں اوروں کے مارنے والا تھا کسی دوا کے ذریعے سے مار دیا تو اب اس میں سے موذی چیز مر گئی اور خوفِ ہلاکت جاتا رہا۔ اب جس قدر قوتِ سنگھیا کی ڈلی میں تھی وہ شفا کے لائق ہو گئی اور اسی کام میں آٹے کی جیسے ضعیف بدن کو قوی کرنا۔ حرارتِ عزیزہ کو جوش میں لانا۔ اور بہت سے فائدے اس کے ہیں۔ اب معلوم کر لے کہ یہ کشتہ ہونے سے پہلے جیسا ضرر دینے والا تھا بعد کشتن وہی فائدہ عظیم بخشنے والا ہو گیا۔ یہ مثال تو تو سمجھ چکا۔ اب اسی پر یہ بھی خوب طرح سمجھ لے کہ شہوتِ جو قلب کے نیچے ہے اس کو اپنے مطلوب کا بڑا شوق اور جوش ہے مگر اس کا مشتہا یعنی معشوقِ اسفل میں ہے تو یہ جوش میں آ کر تمام بدن کو اپنے مطلوب کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہی شہوتِ حیوانات کے ساتھ زنا کرنے پر مستعد کر دیتی ہے۔ جب اس کا زور اس قدر ہے کہ اسفل کی ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ جیسا کہ زانی مزاہوں میں بالعموم دیکھا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی حرکتِ مطلوب کی طرف بہت ہی قوی اور زور آور ہے مگر اسفل کی طرف اس رجوعِ قوی سے بدن کو ہلاکتِ ابدی میں ڈال دیا۔ اگر اس کا یہ شوق اور قوی حرکتِ ملاءِ اعلیٰ کی طرف جلدی میں اپنے سامنے قلب کے ہم رنگ اور ہمراز ہو جائے تو ایک تو قلب کی اپنی قوت جو مذکور کی طرف ہے۔ دوسری یہ قوت مل کر خیال کرو کہ جس جانور

کے مضبوط دوپہ ہوں۔ اس کی پرواز کس قدر قوی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی کیسی جلدی محبوب حقیقی سے واصل ہوں۔ اب تو شہوت مارنے کے معنی بھی سمجھ لے گا۔ جس طرح کہ شکستے میں دوا ڈال کر آگ دی اور اس کا ضرر رفع ہو کر صورت بدل گئی۔ اس طرح اللہ کے نام کی بوٹی دل میں لگا کر یعنی اس کا ذکر کر کے قلب کی سیاہی دور اور اس کو منور کرے گا اور شہوت جو ایک کاغذ کی مقدار کے فاصلے پر ہے۔ ذکر قلب سے منور ہو کر مذکور کی طرف متوجہ ہو کر مذکور کے ہم رنگ ہو جائے گی۔ تو شہوت کا وہ مضر و موزی مادہ دور ہو کر وہ بھی منور ہو جائے گی۔ اور جیسا وہ جذبہ قوی رکھتی تھی اسفل سے اٹھ کر اور ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو کر مشاہدہ جمال الہی میں مشغول ہو جائے گی۔ اب یہ شہوت جو بہت ہی بُری چیز تھی قلب کی ہمرازہ اور ایک ذات و ایک مقصود اور ایک مطلوب ہو گئی۔ دوئی نہ رہی۔ اپنا مقصود حاصل کرنے میں دونوں قویٰ ایک ہو گئے۔

دو تن یک شود بشکند کوہ را

پراگندگی آرد انبوہ را

(ترجمہ) دو بدن ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو توڑ ڈالتے اور ایک لشکر میں پریشانی پیدا کر دیتے ہیں۔

یعنی خطرات اور ہجوم حوادثِ خناس و نفس جو ملاء اعلیٰ کی سیر و مشاہدہ میں مخالفت کر رہے تھے۔ اب ان کو دور کر کے اپنے مطلوب سے مل گئے۔ یہ معنی ہیں شہوت کے مارنے کے کہ اس کے ضرر و ایذا کو دور کر کے نفع کی چیز بنا دینا۔ جب یہ کشتہ ہو گیا تو اب سوائے اطاعتِ الہی ذرا بھی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ بلکہ ہر لحظہ اطاعتِ الہی میں سرگرم رہیں گے۔ جیسا کہ ایک بزرگ کا قصہ ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب قصہ

ایک درویش کسی شہر میں رہتے تھے۔ عیال دار بھی تھے آپ کو نور باطن سے معلوم ہوا۔ ایک ولی اللہ مجذوب کامل جنگل میں شہر سے ایک دو میل کے فاصلے پر بھوکے پڑے ہیں اور استغراق میں بے ہوش ہوئے ہیں ان کے دل میں آیا کیا ہی اچھا ہو جو کوئی اس مجذوب کو روٹی کھلا آئے چونکہ آپ خود پاؤں سے معذور تھے چل پھر نہ سکتے تھے۔ آپ نے اپنی عورت سے کہا۔ ان کی عورت صالحہ تھی اور فرمانبردار۔ اس نے عرض کی کہ اگر مجھے اس کا رخیہ کی اجازت ہو تو میں اس کام کو سرانجام دے سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اجازت ہے جاؤ کھلا آؤ۔ چنانچہ وہ روٹی لے کر چلنے کو تیار ہو گئیں۔ لیکن اس جنگل اور شہر کے درمیان ایک دریا بڑا عظیم تھا کہ بجز کشتی اس سے گزرنا دشوار تھا۔ اس عورت نے کہا کہ کیا کروں روٹی تو لے جاتی مگر اس وقت کشتی نہیں ملتی کیونکہ رات کا وقت بہت گزر چکا اور میں تیرنا نہیں جانتی۔ یہ سن کر اس بزرگ نے فرمایا کہ تو روٹی لے جا۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو دریا کو میرا سلام علیک کہنا۔ بعد اس کے کہنا کہ میرے خاوند نے آپ کو کہا ہے کہ میں نے تمام عمر اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ اگر اس کا یہ کہنا سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ عورت نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ میرے آپ کے لطف سے تین چالیسے موجود ہیں۔ آپ جھوٹ بول کر دریا سے راستہ مانگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو اسی طرح دریا سے کہہ دے اگر وہ راستہ دے دے گا تو اس بات کو سچ جان لینا اور گزر جانا۔ ورنہ پھر واپس آ جانا۔ چنانچہ وہ چلی گئی اور جب دریا کے کنارے پر آئی اور اس دریا سے کہا تو دریا فوراً پھٹ کر آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف ہو گیا۔ اور بیچ میں پرلے کنارے تک راستہ خشک نکل آیا۔ عورت چلی گئی اور اس بزرگ کے آگے روٹی رکھ دی۔ انہوں نے

بلا پرسش خوب شکم سیر ہو کر روٹی کھائی۔ حلال معاش تھی اس سے راحت حاصل ہوئی۔ عورت نے برتن اٹھائے اور رخصت کے وقت کہا کہ پہلے تو میرے خاوند نے مجھے کہا تھا کہ دریا سے کہنا کہ تمام عمر میں نے اپنی عورت سے جماع نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ چنانچہ میں نے کہا اور دریا نے راستہ دے دیا۔ حالانکہ میرے چار بچے خاوند کے لطف سے موجود ہیں۔ آپ بھی کچھ فرمائیے تاکہ راستہ مل جائے اور گھر پہنچ جاؤں۔ کیونکہ جب میں دریا سے نکل آئی تھی تو دریا اسی وقت مل گیا تھا۔ اس بزرگ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے نیک بخت! جا دریا سے میرا السلام علیک کہہ کر یہ کہہ دینا کہ وہ فقیر جس کو میں روٹی کھلا کر آئی ہوں کہتا ہے کہ میں نے تمام عمر میں کبھی روٹی نہیں کھائی۔ اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے راستہ دے دے۔ عورت نے کہا کہ عجب کمال ہے جو دو جھوٹوں میں آیا ہے اور دریا بھی مان لیتا ہے۔ پہلا تو جھوٹ تھا ہی۔ یہ دوسرا جھوٹ کہ خود میرے روبرو روٹی کھائی اور پھر انکار۔ فقیر نے جواب دیا کہ اے نیک بخت جھوٹ نہیں۔ اس معاملہ میں ہم دونوں سچے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہمارا یہ سچ قبول فرمایا ہے۔ تیرے خاوند نے جو کہا کہ میں نے کبھی اپنی عورت سے جماع نہیں کیا۔ تو وہ سچا ہے کہ اس نے شہوت کے حکم یا نفس کی لذت و خواہش اور عیش کے خیال سے کبھی یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ کا حکم سمجھ کر کہ اس نے مجھ پر اس کا حق فرض کیا ہے اس حکم کو ادا کیا نہ کہ اپنی نفسانی لذت اور عشرت کے واسطے۔ جب اس نے تصور ادائے فرض کیا تو پھر یہی کام اس کی عبادت میں لکھا گیا اور کثرتِ خلوص کے ساتھ وہی عبادت منظر تجلیاتِ رضائے الہی ہو گئی اور وہ جماع موجب مشاہدہ ذاتی ہو گیا اور بہت بڑا عمل اور کمالِ شجاعت ہے کہ عورت اپنی ہو اور نفس و شہوت کے غلبہ کو دبا کر حکمِ الہی کے تابع کر کے کام کیا۔ اور میں نے جو کہا ہے کہ روٹی کبھی نہیں کھائی سو دراصل میں نے پیٹ بھرنے اور لذت اور خوشی کے واسطے کبھی نہیں کھائی بلکہ فقط نفس اور بدن کا جو حق میرے اوپر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہوا ہے وہ حکم

ادا کرنے کے واسطے کھاتا ہوں۔ اس میں لذت اور شہوت کا کچھ دخل نہیں۔ ہم دونوں سچے ہیں۔ امتحان کرنے کی غرض سے یہ کہا گیا کہ ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو گیا یا نہیں۔ جب وہ عورت واپس آئی۔ تو اسی طرح دریا کو پھر کہا۔ چنانچہ بدستور سابق پھر راستہ ہو گیا اور دریا سے نکل کر گھرائی اور تمام قصہ اپنے خاوند سے بیان کیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا عمل بے ریا رہا اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ شہوت کے مارنے اور اطاعت کے یہ معنی ہیں۔ اب ہم غصہ کے مارنے کے معنی بیان کرتے ہیں۔ اگر غصہ کے مارنے کے معنی اس کے باطل کر دینے کے ہیں تو بالکل غلط ہیں کیونکہ غصہ

اللہ تعالیٰ کے بھی ہے اور انبیاء و اولیاء کے بھی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکر رنجی دیکھتے تو فرمایا کرتے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ (ترجمہ) پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اللہ کے غصے اور اس کے رسول کے غصے سے۔

تو معلوم ہوا کہ غصے کی بدن میں سخت ضرورت ہے کیونکہ وہ بمنزلہ سپاہی کے ہے۔ جیسا کہ امیر شخص اپنے دروائے پر سپاہی کا پہرا کھڑا کر دیتے ہیں تاکہ وہ کسی مخالف آدمی کو اندر نہ آنے دے اور جانوروں اور دشمنوں سے گھر کی حفاظت کرے۔ دوست آشنا گھر میں آئیں تو ان کو روکے نہیں۔ تو اب سپاہی کو غصہ اور نرمی دونوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ غصہ کے ساتھ آفا کے دشمنوں اور نقصان دینے والوں سے لڑے اور ان کو اپنی قوت سے دفع کرے اور اس کے دوستوں آشناؤں کو نرمی کے ساتھ اندر جانے سے روکے۔ نہ ان سے کسی معاملہ میں ناحق بھڑے۔ اگر سپاہی میں محض غصہ ہی غصہ ہے اور دوست دشمن سب کو ایک ہی لاکھی ہانکے تو ایسا سپاہی بہت ہی بُرا ہے اور وہ قابل رکھنے کے نہیں۔ ضرور وہ ایک روز برخاست ہو کر فخر مذلت میں پڑے گا یا کوئی رحم دل آقا اس کو سختی سے یا نرمی سے سیدھا کرے۔ تاکہ وہ اس کے حکم کے موافق عمل کرنے لگے۔ اسی طرح بدن انسان میں اس غصہ کے سپاہی کا

حال ہے کہ اکھڑے وقوف اس نالائق سپاہی کی طرح دوست دشمن کی کچھ تمیز نہیں رکھتا۔ ہر ایک کے ساتھ بھڑکتا ہے تو اس کا مارنا یہ ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے کہ جو چیزیں اطاعت اور وصل الہی کرنے والی ہیں ان کو غصہ اور طاقت کے ساتھ دور کرے۔ جیسا کہ اپنے دشمن پر یا کوئی کسی کو مارنے یا گالی دینے لگے تو اس پر غصہ آتا ہے۔ ایسا ہی مناہی اور مواعظ رضائے الہی پر غصہ جوش کھائے۔ جب یہ حال ہو گیا تو اَلْحُبُّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ (ترجمہ) محبت خدا کے واسطے اور غصہ خدا کے واسطے۔ بس یہ اللہ کا غصہ ہو گیا۔ اسفل سے خلاصی پا کر ملاء اعلیٰ میں جا ملا۔ جو چیزیں اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں ان پر ناراض ہو کر دور کر دینے والا ہے اور جو ملاء اعلیٰ میں لے جانے والی ہیں ان پر راضی ہو کر حاصل کر دینے والا تو فی الحقیقت اب یہ بہت ہی بڑی کام کی چیز ہے اور اس کا وجود بیشک احسن ہے مگر جب فعل برے کرنے لگے بُرا ہو گیا۔ جب ان سے ہٹ کر نیک کرنے لگا تو احسن ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اخلاص کا قصہ

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ ایک کافر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی مشکل سے گرایا جب تلوار نکال کر اس کو قتل کرنے لگے اور اس کے گلے پر رکھ دی تو اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر ہتھوک دیا۔ آپ نے اسی وقت تلوار میان میں کر لی۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ احباب نے عرض کیا کہ ایسا کافر بمشکل قابو آیا۔ پھر آپ نے کیوں چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اس کو اب گرایا پھر وہی گرا دے گا اور چھوڑنے کا سبب یہ ہے کہ جب میں نے اس کو گرایا اس وقت میں خدا کا دوست تھا اور وہ خدا تعالیٰ کا دشمن۔ میرا غصہ خدا کا غصہ تھا۔ اس میں کچھ ملاوٹ نہ تھی۔ جب اس نے میرے منہ پر ہتھوکا تو میرا غصہ بھی اس میں مل گیا اور خالص خدا تعالیٰ کا غصہ نہ رہا۔ اس واسطے میں اپنے غصے کی وجہ سے نہیں مارنا چاہتا۔ پھر جب خالص خدا تعالیٰ کا غصہ ہو گا۔ اس وقت

ماروں گا۔ اب تم پر یہ امر ظاہر ہو گیا کہ غصہ مارنے کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا ضرر دُور کر کے نفع کی چیز بنا دینا۔ اور انبیاء اولیاء کا غصہ بھی نفع دینے والا مظہرِ رضاءِ الہی کا ہوتا ہے۔ اور نااہل کا غصہ مظہرِ کُراہی کا ہے۔ یہ تو بخوبی سمجھ چکا اب بھی جان لے کہ طمع بھی اپنی ذات میں ایسی احسن ہے۔ اگر بے جا فعل میں پھنس گئی تو بُری ہے۔ جیسے مال کی چاہ بے جا جو حرمت سے نہ بچا ہوا ہو یا لباس کی یا زیور مویشی کی طمع۔ یہ سب کی سب اسفل کی طرف لے جانے والی ہیں۔ بجائے اس کے طمع بمعنی محبت نیک اعمال کے جمع کرنے کی یا کثرتِ عبادت کی یا کثرتِ مشاہدہ جمالِ الہی کی ہو۔ تو محمود ہے اور اس کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے فرمائی ہے۔ مگر نفس نے اس کو اسفل میں لگا دیا ہے۔ اب اسفل سے چھڑا کر ملاءِ اعلیٰ کی طرف لے جائے تو یہی معنی اس کے مارنے کے ہیں کہ جو کشش اس کی اسفل کی طرف ہے اس کو نیست و نابود کر دینا یعنی اس کو جو شوقِ مال و زر و نبوی اشیاء کا ہے بجائے اس کے ذاتِ الہی کے مشاہدہ اور رضا کا شوق ہو جائے تو بہت ترقی دینے والے کام میں لگ گئی۔ اب حسد و بخل کو لو۔ یہ واسطے مقابلہ شیطان کے تھا۔ اب چونکہ یہ مقابلِ رحمن کے ہو رہا ہے۔ اس واسطے مذموم ہو گیا۔ ورنہ بذاتہ یہ بھی احسن ہے۔ اب رہی متکبری۔ یہ بہت ہی بری شے ہے بندہ کے حق میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْکِبْرِیَاءُ وَرِدَاۤئِیُّ وَالْعَظْمٰتُ اِذَا رِیُّ فَمَنْ نَاذَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا لَا یُبَالِی اللّٰهُ فِیْ اِیِّ وَادٍ هَلَکَ ط یعنی تکبر میرے اوپر کی چادر ہے اور عظمت یعنی بزرگی میرا تہ بند۔ جس نے اس میں جھگڑا کیا اس کے واسطے ذلت اور تعدد و زخ ہے۔ اگر تکبر سے احکامِ الہی کو نہ مانا اور اطاعت نہ کی تو ضرور بالضرور قابلِ سزائے مذکورہ بالا ہے لیکن اگر نفس یا کافر متمرّد کے مقابل میں ان کو خدا تعالیٰ کا دشمن سمجھ کر کی جائے تو پھر یہ بھی احسن ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر حج کو تشریف لے گئے۔ تو اس

وقت مدینہ منورہ میں بیماری سوکھنے تپ کی تھی اور تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے ساتھ تھے۔ لاغر و ضعیف تھے اور رنگ زرد ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالہام الہی ارشاد فرمایا کہ جب طواف خانہ کعبہ کا کرو تو خوب اینٹھ اور اکر اور سینہ نکال کر تیزی کے ساتھ کرنا تاکہ کافر ہم کو ضعیف نہ سمجھیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور کفار حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ تکبر پسند آیا بسبب اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلہ میں تھا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے واسطے اس کو جاری کر دیا۔ چنانچہ حج میں اب ہمیشہ تین یا چار پھرے اکر کر طواف کیا جاتا ہے اور یہی معنی تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ کے ہیں۔ (ترجمہ) اپنی عادتیں خدا کی سی بنا لو۔ ۱۲ - اور وہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ یعنی اے اللہ ہم کو چیزوں کی حقیقتیں ویسی ہی دکھا جیسی کہ وہ اصل میں ہیں یعنی جو چیزیں اچھی ہیں ان کو اچھائی کی حالت میں دکھا اور جو بُری ہیں ان کو بُرائی کی حالت میں دکھا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اچھی چیز کو اپنی کوتاہ نظری سے بُرا سمجھ بیٹھیں اور بُری کو اچھا۔ اس دُعا کا یہ مطلب ہے جب تو یہ سمجھ چکا تو اب نفس کے مارنے کے معنی بھی سمجھ لے تاکہ تجھ پر اخفا نہ رہے اور وہ اگلے مراقبات میں لکھیں گے۔ جب یہ مراقبہ مُچنہ ہو گیا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے بרכת خواجگانِ نقشبند رضوان اللہ علیہم اجمعین حصولِ طریقت کا فضل کر دیا اور اس طریقہ کو بزرگان نے آسان طریق فرمایا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پندرہ روزہ جناب الہی سجدہ میں رہے کہ یا الہی مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو بہت آسان ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ آسان اور جلد پہنچانے والا طریقہ عطا فرمایا لیکن پھر بھی شیخ یعنی پیرِ کامل مکمل اکل چاہیے جو ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن اس کا ماسوائے سے پاک ہو کر دوامِ حضور و جمعیت سے پیرا ستہ ہو۔ خلاصہ اس سلوک کا طے کرنا مقاماتِ عشرہ کا ہے جو توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، رضا، صبر، ہی اور ریاضت انہی میں طے ہو جاتی ہے۔ جب یہاں تک تو آگیا تو

آگے کوئی مشکل نہیں۔ سب آسان ہی آسان ہے۔ کیونکہ ولایتِ صغریٰ پوری ہو گئی لطفِ خمسہ عالم امر مع اپنے اصول کے جو نیمہ دائرہ عرش کے اوپر ہیں۔ سب ولایتِ صغریٰ میں داخل ہیں بلکہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا کشف اور عالم ارواح و ملائکہ جنت و دوزخ جو کچھ بھی یہاں تک نظر آئے۔ ولایتِ صغریٰ میں داخل ہے۔ آگے ولایتِ کبریٰ ہے جس کا مقام نفس ہے۔ اس میں عناصرِ اربعہ بھی اصلاح پا جاتے ہیں۔ یہ سات ولایتیں ہو جاتی ہیں۔ پانچ عالمِ امر کی اور ایک نفس اور دوسری قالب کی۔ جو حالات ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ سب ذکر اور لطائف کے بیان میں تھے۔ اس کے ساتھ فکر یعنی مراقبہ کا بیان نہیں لکھا گیا۔ لہذا اب وہ بیان کرتے ہیں۔

مراقبہِ احدیت

اے طالبِ مولا! سن کہ جب قلب میں ذکر شروع کریں بعد ذکر کے مراقبہ کرنے کا طریقہ اس طرح پر ہے اور اس مراقبہ کا نام احدیت ہے۔ مراقبہِ حضورِ بھی اسی کو کہتے ہیں نیت اس مراقبہ کی اس طرح ہے کہ فیضِ آتا ہے ذاتِ جامع صفات کمالیہ کا اور وہ مبرہ و منزہ ہے جمیع نقصان و زوال سے جو اسمی اسم مبارک اللہ کا ہے اوپر لطیفہ قلب میرے کے۔ یہ مراقبہ بلا ذکر کرے۔ بیٹھ کر بغیر کسی خطرہ کے ایک ساعت کبھی دو ساعت تک مشق کریں۔ جب تین ساعت بلا خطرہ کے کر لے تو یہ سمجھ لے کہ مراقبہ پک گیا۔ اس مراقبہ میں سیرِ دائرہ امکان کی ہے۔ اس جگہ اسمِ ذات کا ذکر ضروری کسی قدر کریں اور اگر نفسی اثبات کا ذکر کریں تو کلمہ کے معنی یہ تصور میں لانے چاہئیں لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ یعنی نہیں میرا معبود مگر اللہ۔ جب دائرہ امکان پورا ہو جائے تو دوسرا مراقبہ معیت کا شروع کریں۔

مراقبہِ معیت

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیضِ آتا ہے اوپر لطیفہ قلب میرے کے اس ذات سے

جو ہر ذرہ ذرات کائنات کے ساتھ ہے اور ہر ذرہ میرے باطن کے ساتھ ہے جو مفہوم ہے
 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيَّمَا كُنْتُمْ یعنی وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو اور اس وقت کلمہ
 شریف نفی اثبات کے طریقہ سے ان معنوں کے ساتھ لَا مَعِيَ إِلَّا اللَّهُ یعنی نہیں کوئی شے
 میرے ساتھ مگر اللہ پڑھا جائے گا۔ اس مراقبہ کو ایک وقت بلا ذکر صرف فکر کے ساتھ
 چند ساعت کرے اور ذکر کے معنوں کا جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں پورا خیال رکھے۔ کیونکہ
 ذکر بلا خیال معنی مفید نہیں ہوتا۔ جب لطائف کی پڑوسنیں اپنے ہم جلیسوں کے انوار
 سے منور ہو کر اصلاح پا جائیں اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں قلب اور دوسرے الطاف
 مورد انوار الہی ہو چکیں۔ اس وقت بندہ پر اس حدیث شریف کا حال شروع ہو جاتا
 ہے۔ اگرچہ اس کا اتمام آگے جا کر ہوتا ہے۔

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِيَّ إِلَىٰ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحَبَّتْهُ فَإِذَا
 أَحَبَّتْهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي
 يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا

(ترجمہ) بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرا قرب ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو
 دوست رکھنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان
 بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا
 ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں۔
 جس سے وہ چلتا ہے۔

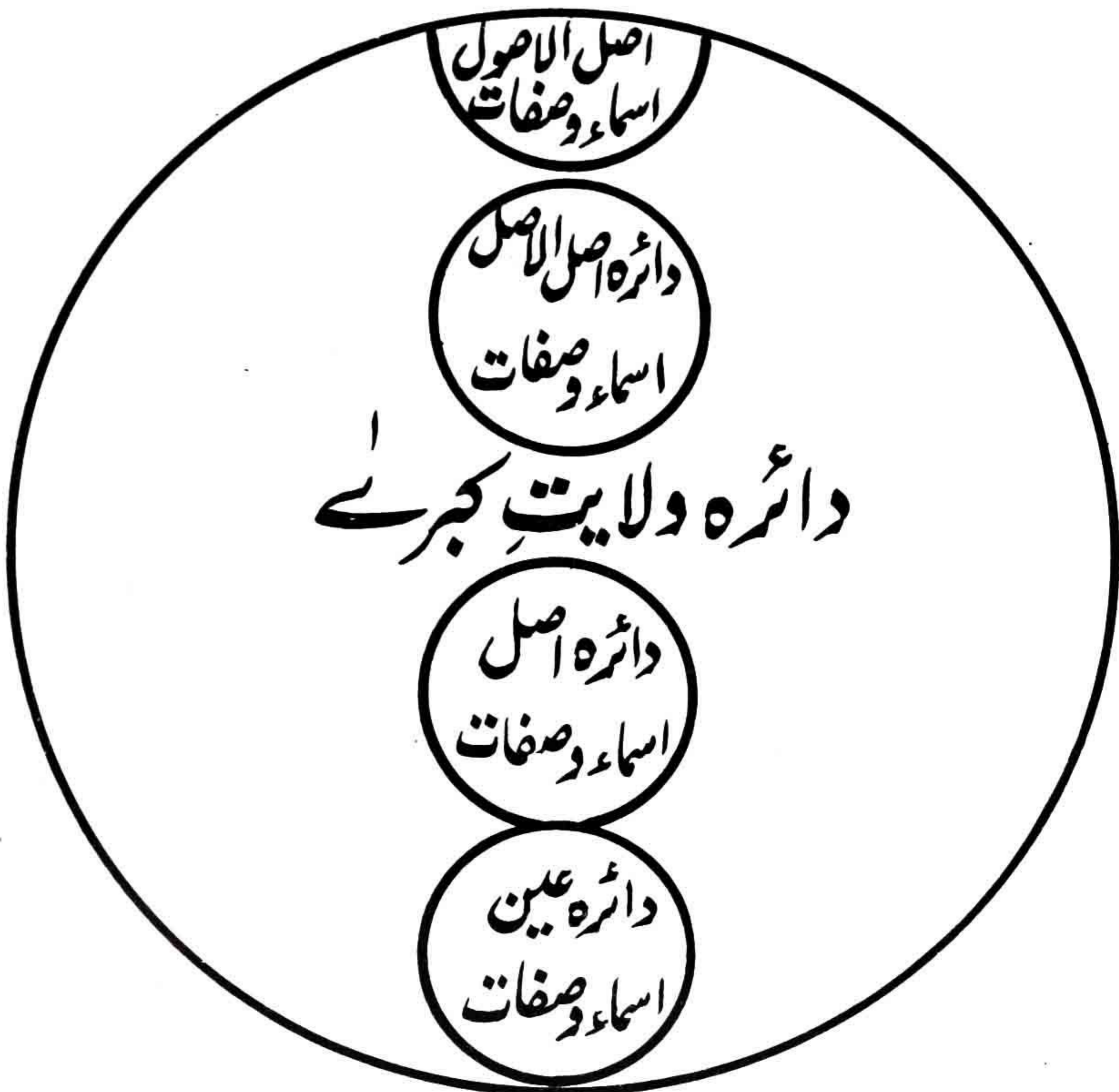


فصل در بیان فنا لطیفہ نفس جو آنکسے

جان اے سعید ازلی کہ جب اسرار توحید و جودِ اور معیت کے کھل جاتے ہیں تو طالبِ مولا کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرش سے فرش تک بلکہ عرش سے فوق تک ایک نور نے احاطہ کیا ہوا ہے اور جمیع ذرات ممکنات اس رنگ میں جو بسبب بے رنگی کے کہ میلانِ بسا ہی رکھتا ہے اور مصداق **كَانَ اللّٰهُ فِيْ عَمَاءِ** کا ہے (ترجمہ) **خُدَا لَعَالٰی اِنْدَهَادِ** (میں تھا) غرق ہیں تو اس کو استغراق ہو جاتا ہے۔ جب پیر توجہ لطیفہ نفس پر مقامِ اقربت کی دیتا ہے تو اس کا نور جو سیاہی مائل ہر ذرہ کو محیط تھا اس کا نام و نشان نہیں رہتا اور جود ممکنات کا جو اس نورِ سیاہ میں معدوم تھا پھر ظہور ہو جاتا ہے مثل ستاروں کے جو چمک و روشنی آفتاب میں گم تھے لیکن سیرِ قلبی میں اس قدر تیزی آنکھ کو نہیں ہوتی جو واجب اور ممکن میں تیز کر سکے اسی واسطے قائل اتحاد کا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ انبیاء کا مقام صحیح یعنی ہوشیاری کا ہے۔ اسی واسطے نظر کو تیزی عنایت ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جود ممکنات ثبوت و استقرار رکھتا ہے لیکن جودِ ظلی ہے جو پیر توجہ و جودِ الہی کا اوپر اعدام کے ہوا ہے اس سے جود ہے۔ اسی طرح صفات ممکنات پر تو صفات حق سبحانہ مشہود ہوتی ہیں اور عین یعنی معنی توحید شہودی کے ہیں جو لطیفہ نفس میں مشہود معلوم ہوتے ہیں اس جگہ فرق اقربت و معیت کا معلوم ہو گیا کہ نہایت معیت کی اتحاد ہے اور کمال اقربت کا اثر اثنیت۔ اقربت بیان تقریر میں نہیں سما سکتا۔ کیونکہ عقل ناقص ہے اور ادراک کرنے اس مقام سے عاجز اور یہ معاملہ عقل سے آگے کا موقوف ہے۔ انکشافِ تام کے اور انکشافِ تام اس زمانہ میں بہت کم

ہے لیکن اگر انکشاف تام نہ ہو تو راہ سلوک بہت اسلم رہتا ہے۔ انکشاف میں خطرات ہیں اور بے انکشافی میں سلامتی۔ اب اس جگہ جان لے کہ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس یعنی نصف دائرہ میں شامل ہے۔ پہلے تین دائروں سے سیرا قربت و توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا حصہ متضمن ہے۔ اسماء و صفات زاہدہ کو اور نصف اوپر کا مشتمل ہے۔ شیونات ذانیہ کو اس دائرہ میں عروج خمسہ عالم امر کو ہوتا ہے۔ اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ پہلے لطائف خمسہ عالم امر کا منہ نیچے ولایت صغریٰ میں تھا اوپر کی طرف متوجگی نہ تھی۔ جب ولایت کبریٰ کا آکر فیض پڑا تو اس نے ان کا منہ اوپر کی طرف کر دیا۔ اب عروج ان کا پورا کامل طور پر اپنے اصل کی طرف ہو گا کیونکہ ولایت کبریٰ کے فیض نے ان کو اوپر کی طرف متوجہ کر دیا اور مورد فیض یعنی جگہ ان کے فیض وارد ہونے کی لطیفہ نفس ہے۔

نقشہ ساڑھے تین دائروں کا یہ ہے :-



نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ سے اوپر نفس میرے کے اس ذات سے جو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور مفہوم ہے آیہ کریمہ

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کا یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم اپنے بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں جب اس دائرہ میں عروج واقع ہوتا ہے تو سیر دائرہ اصل میں جا پڑے گی اور دائرہ اصل سے اصل الاصل میں ترقی ہوگی۔ پھر اس سے اصل الاصول میں جو عبارت ہے تو اس سے سیر ہوگی۔ ان ڈھائی دائروں میں کمال استہلاک و ضحلال حاصل ہوتا ہے جب میرے قبلہ عالم پر دستگیر فداہ روحی نے مجھے توجہ اس دائرہ پر دی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ پر نالہ شدت سے بہتا ہے۔ ایسا ہی بے رنگ نور کا ایک پر نالہ لطیفہ نفس پر گرتا ہے اور وجود ہستی کا مثل نمک کے جو پانی میں پڑ کر گل جاتا ہے ایسا معدوم ہوا کہ نام و نشان وجود کا نہ رہا اور زوال عین و اثر نعتین کا میسر ہو گیا اور میں نے اطلاق لفظ اَنَا کا ایسا جانا کہ مورد اَنَا کے واسطے کہیں جگہ نہ پائی۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ دریائے عدم کے نیچے چلا گیا ہوں اور دریا ناپیدا کنار ہے اس میں معدوم ہو گیا ہوں۔ اس ولایت میں فنا کی حقیقت میسر ہوتی ہے۔ پہلی ولایت میں مراقبہ محبت کا کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

نیت مراقبہ محبت اول فیض محبت اول کا آتا ہے۔ دائرہ ثانی ولایت کبریٰ سے اوپر لطیفہ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے اور جو مفہوم ہے۔ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کا۔

نیت مراقبہ محبت ثانی فیض محبت ثانی کا آتا ہے۔ دائرہ ثالث ولایت کبریٰ سے اوپر لطیفہ نفس میرے کے جو اَنَا یعنی میں ہے۔ اس ذات سے کہ میں محبوب اس کا ہوں اور وہ محبوب میرا ہے جو مفہوم ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کا۔

یہ ساڑھے تین دائروں کا حال بیان ہو چکا جن کے فیض وارد ہونے کا محل لطیفہ نفس ہے اور پیچھے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لطیفہ نفس کا مقام ماتھے پر ہے۔ اب یہ

سمجھ لو کہ ان دائرہ کا فرق آپس میں صرف اسی قدر ہے کہ قلت و کثرت انوار کی اور ضعف و قوت اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے دائرہ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور کثرت انوار کی ہے۔ اس سے دوسرے دائرہ میں کم اور ضعیف اور تیسرے دائرہ میں دوسرے دائرہ سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف عرض اور طول اور بے رنگی میں بہ نسبت فوق کے ماتحت اپنے سے۔ اس کے اگر وجوہ بیان کروں کہ کس طرح اور کیوں کمی و ضعف ہے تو کتاب طول ہو کر جو مطلب اس کتھر پر سے ہے وہ کم اور فوت ہو جائے گا۔ اس واسطے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اَلْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْاَشَارَةُ۔ میں نے اپنے بہت سے درویشوں کو اس مقام میں توجہ دی۔ اکثروں کو تو کشف اس دائرہ کا جلدی ہوا اور بعض کو دیر کے بعد کھلا۔ مگر یہ مقام صحیح، تسلی اور تسکین کا ہے اور قطع ہو جانے اس مقام یعنی ولایت کبریٰ کی یہ نشانی ہے کہ مانند قرص آفتاب کے سالک پر نور منکشف ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے اور جس قدر یہ دائرہ قطع ہونے سے باقی رہا ہے اسی قدر دائرہ مانند کسوف آفتاب کے نظر آتا ہے اور علامت تمام ہو جانے دائرہ ولایت کبریٰ کی یہ ہے کہ معاملہ فیض باطن جو دماغ میں تعلق رکھتا تھا اس کا تعلق سینہ کے ساتھ ہو کر شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے۔ علیٰ حسب استعداد اور وسعت سینہ میں اس قدر ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت اس قدر ہوتی تھی کہ آسمان با اور زمین ہائے متعددہ اس میں نظر آتی تھیں لیکن قلب کے بطون میں مثل قلب کے کبھی کبھی نظر آتے ہیں۔ یہ وسعت فقط قلب میں تھی اور وسعت صدر کی اب ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے جو شامل ہے۔ تمام سینہ کو عموماً اور لطیفہ انخی کو خصوصاً اور علامت شرح صدر کی بغیر کشف کے کہ بعض طبائع میں کشف نہیں ہوتا اور ان کو صرف بطریق وجدان کے معلوم ہوتا ہے۔ تو وجدان والوں کی نشانی یہ ہے کہ احکام الہی اور قضاء امر الہی سے

چون و چرا اٹھ جاتی ہے یعنی بغیر چون و چرا کے احکام الہی کے ادا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور جمیع احوال میں یہ راضی برضائے الہی رہتا ہے۔ اس مقام تک سبھی اسم ظاہر ہے یعنی یہاں تک انسان کا ظاہر ہے مورد اس مقام کے انوار کا لطیفہ نفس اور لطائف خمسہ عالم امر کے ہیں۔ قوت اور وسعت بے حد باطن میں پیدا ہو جاتی ہے اور جیسا کہ ظلال اسماء و صفات تعینات جمیع خلائق سوائے انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم السلام ہیں اور اس مراقبہ کی سیر کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔ اسی طرح سیر مراقبہ اسماء و صفات و شیونات کو کہ مبادی تعینات انبیاء کرام ہیں۔ اس کو ولایت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے آگے مبادی تعینات ملائکہ عظام ہیں اس کو ولایت علیا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو ولایت کبریٰ سے آگے آتی ہے۔ جب یہ تینوں ولایتیں صغریٰ، کبریٰ، علیا حاصل ہو جائیں تو مثل معجون مرکب عمدہ اور قابل پرواز کے ہو جاتا ہے۔ اب ولایت کبریٰ کے مقام کے ذکر کا بیان کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے جیسا کہ پہلے ولایت صغریٰ میں ذکر کلمہ شریف کا بطور نفی اثبات کے دم بند کر کے یعنی زبانی کیا جاتا ہے۔ اس ولایت کبریٰ میں بھی ذکر کرنے کا حکم ہے اور یہ تہلیلی کہا جاتا ہے۔

ذکر تہلیلی کا طریقہ

اس طرح کہ حرف لا کو قلب سے اٹھا کر ہتر اور اخفی و خفی ہیں گزار کر روح پر اللہ کی ہا کو تصور کر کے اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پر مائے اور چھ دفعہ پڑھنے کے بعد ساتویں دفعہ کلمہ کو پورا کرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح ادا کرے کہ ناف کو محمد کا میم تصور کرے اور وہاں سے اٹھا کر اس لکیر کے راستہ سے جو سینہ میں سے ہوتی ہوئی گردن تک آئی ہے گزارتا ہوا

زخندان کے درمیان سے گزار کر ہونٹوں اور ناک پر سے گزارتا ہوا ماتھے پر پہنچائے۔ اور لفظ رسول اللہ کا تصور ماتھے پر کرے۔ مطلب یہ کہ لفظ محمد رسول اللہ اس طرح سے ادا ہو کہ اس تمام راستہ مذکورہ بالا سے اس تمام لفظ کو یوں گزارے کہ لفظ رسول اللہ کی ہا ماتھے پر آ کر ختم ہو۔ اس وقت یہ دعا مانگے الہی ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو اور مقصود میرا تو ہے اپنی محبت اور معرفت اور پورا وصل مجھے اپنا دے۔ سات بار کے بعد اس دعا کو ضروری مانگنا چاہیے اور اس وقت یہ تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میرے سامنے ہے اور معنی پر بھی خیال کرے کہ لَا اقْرَبَ اِلَيَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ اِلَّا اللهُ (ترجمہ) میری شاہ رگ سے زیادہ کوئی چیز میرے قریب نہیں مگر اللہ۔ اور لفظ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کو زبان سے نہ نکالے۔ فقط خیال میں تصور کرے اور ذکر میں اتار چڑھاؤ کرے۔ اس طرح کہ پانچ ہزار کلمہ شریف کو ولایت کبریٰ کے ساٹھ تین دائروں میں تقسیم کر لیں اور دائرہ کے ہر حصہ میں جس قدر تعداد کلمہ تریف کی آئے اس تعداد کا ذکر اس طرح پورا کریں کہ جس طرح سینہ میں لَا اِلَهَ کے گزرنے کا تصور کرتے ہیں اور وہی تصور سینہ کا بطریق مذکور تصور دائرہ اقربت میں خیال کر کے ذکر کریں یعنی لَا اِلَهَ کے ساتھ اقربت کے تمام حجاب دور ہو کر اِلَّا اللهُ کی ضرب کے ساتھ عین دائرہ کے اندر اسماء و صفات روشن و منور ہو رہے ہیں۔ جب اس دائرہ کی تعداد پوری ہو تو پھر ذکر اوپر دائرہ محبت اول میں چڑھا کر لے جائیں اور جس طرح اقربت میں لَا اِلَهَ کے ساتھ اقربت کے حجاب دور کر کے اِلَّا اللهُ کے ساتھ دائرہ کے اندر عین اسماء و صفات کو روشن کرنے کا خیال کیا تھا۔ اس میں خیال کر کے اصل اسماء و صفات کو منور کریں اور لَا اِلَهَ کے ساتھ اس کے حجاب اٹھائیں اور ذکر کی مقررہ تعداد پوری کر کے پھر محبت ثانی میں چڑھا کر اسی طرح اس دائرہ کے ذکر کو پورا کریں پھر اسی طرح محبت ثالث یعنی قوس میں چڑھا کر ذکر کو اس خیال کے ساتھ جیسا کہ پیچھے مفصل بیان ہو چکا ہے ذکر کریں۔ کچھ عرصہ اس طرح مواظبت

کرنے سے حجاب بالکل اٹھ جاتے ہیں اور میدان صاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ذکر سبق کے وقت ہے یعنی جب مُرشد انگلی رکھ کر جس دائرہ کا سبق دیں۔ اس دائرہ پر اس طرح ذکر کرے اور اگر تمام دائروں کا سبق مرشد ایک ہی وقت میں عطا فرمادیں۔ یعنی ہر دائرہ پر مُرشد انگلی رکھ کر نسبت بتا چکنے کے بعد فیض ڈال دیں اور ذکر کروادیں تو پھر آپ تفصیل کر کے تمام دائروں پر ذکر کرتا رہے جیسا کہ اوپر تحریر ہوا اور جب تمام دائرے پک جائیں اور تمام پر یکساں فیض پڑنے لگے تو پھر اختیار ہے خواہ یہ اتار چڑھاؤ کے ساتھ تفصیل وار ذکر کرے یا نہ کرے۔ البتہ مراقبات میں ولایت کبریٰ کے تمام دائروں پر الگ الگ تفصیل کے ساتھ فیض لیتا رہے۔ کیونکہ ان دائروں کا خاصہ ہے کہ جب ذکر پک جاتا ہے تو یہ خود ہی اپنے اپنے مقام کا الگ الگ فیض کھینچتے رہتے ہیں۔ جب ان دائروں کا فیض مرید لے چکے اور پھر فیض ڈال چکے تو پھر مرید سے اس مقام میں کلمہ شریف کی زکوٰۃ معہ توجہ دلائیں۔ اور کم از کم چار زکوٰتیں دلائیں اور ساتھ ہی چھ اسماء کی زکوٰتیں بھی معہ توجہ کے اسی مقام میں دلائیں۔ کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور چونکہ یہ طریقہ قادر یہ نقش بند یہ دونوں سے مرکب ہے۔ اس واسطے اس مقام میں حضرت عوثِ صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو مقام طے کرنا شروع کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اس لئے اس مقام میں اسماء سبعہ کی زکوٰتوں سے برکت توجہ روحانیت حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ عنہ تصرفات شروع ہو جاتے ہیں۔ طریقہ ان زکوٰتوں کا آخر فصل ہذا پر بطور ضمیمہ تحریر کیا گیا ہے چونکہ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے جیسا کہ ماتھے پر نور عرش کی طرف سے معلوم کرتا ہے پھر اندر سینہ کے لبطون لطائف میں جاتا ہے۔ یہی علم کے آنے کا راستہ ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی مجھ پر فرشتہ صورت کے ساتھ آکر وحی کرتا ہے اور کبھی جرس یعنی گھنٹی کی طرح آواز میرے سر میں آتی ہے۔ یہ سب سے زیادہ اشد ہے۔ یہ

وہی مقام ہے۔ اس مقام سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یعنی علوم متواترہ ہوتے تھے۔ اسی طریقہ نقشبندیہ کا سلوک سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے یعنی اس طریق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصل ہوا تھا۔ اور اسی طریق سے اپنے رب کو مناسبت ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح۔ اور واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے یہ مقام نبوت اور نزول وحی کا مقام ہے اور اولیاء کے واسطے ولایت اور نزول الہام کا مقام۔ کوئی اپنی غلط فہمی سے یہاں یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ان علوم کے نزول اور اس مقام کے حصول سے میں بھی نبی بن گیا۔ یہ کفر و الحاد ہے امتیوں کو یہ واردات محض انبیاء علیہم السلام کے طفیل سے ہی نصیب ہوتی ہیں اور یہ جو کچھ ہوتا ہے بہ طفیل اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وارد ہوتا ہے۔ اولیاء تحت اقدام الانبیاء (ترجمہ) اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے نیچے ہیں۔ ۱۲

ابا ہی اپنے نبی کے قدم کے ماتحت ولایت ہوتی ہے اور یہ اوپر سے فیضان لینا محارست اور عادت اولیاء اللہ کی بوجہ ادب کے ہو گئی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی جہت میں محدود نہیں۔

طریقہ ذکر سلطاناً محموداً

اس جگہ ایک اور مقام ہے جس کو بعض اولیاء اللہ نے الگ لکھا ہے لیکن فی الحقیقت الگ نہیں بلکہ اسی ولایت کبریٰ کی ایک شاخ ہے۔ اس کا طریقہ اور محل یہ ہے کہ ولایت کبریٰ کا فیض جو ماتھے پر گر رہا ہے اسی فیض کو اپنے خیال سے دونوں ابرو کے درمیان لاتا ہونا ک کے سرے یعنی پھنگلی پر لے آوے اور خیال کرے کہ وہی فیض جیسا کہ وہاں پڑ رہا ہے ویسا ہی اس جگہ بھی پڑ رہا ہے۔ اگر طالب بینا ہے تو دونوں آنکھوں کی نظر ناک کی پھنگلی کے دونوں کناروں پر لگا رکھے اور خیال کرے کہ اوپر سے

نور کی دھارا اس جگہ پڑ رہی ہے۔ جب معلوم کر لے کہ اب فیض اچھی طرح پڑنے لگ گیا تو پھر اس پھنگلی سے تین دھاریں نیچے کو بہتی ہوئی اس طرح خیال کرے کہ ایک میرے بائیں طرف قلب میں گر رہی ہے اور دوسری دائیں طرف لطیفہ روح میں اور تیسری سینہ پر لطیفہ اخفی میں پڑ رہی ہے۔ اس پر نظر خوب پکا کر جائے یہاں تک کہ نظر کو پھنگلی پر رکھے اور نظر کو اوپر چڑھائے۔ یہاں تک چڑھائے کہ سر کے اوپر سے چڑھاتا ہو اس سے پیچھے لے جائے کہ یہاں سے پیچھے تک اپنا چہرہ نظر آنے لگ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر سر کے پیچھے کی تمام چیزیں نظر آنے لگ جاتی ہیں۔ یہ وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آپ کو پیچھے کی چیزیں ایسی ہی نظر آتی تھیں جیسے آگے کی دیکھتے تھے۔ ایسا ہی حال اس شغل میں ہے۔ علاوہ اس کے اور عجائب کیفیات ہیں جو میں تحریر نہیں کرتا تاکہ طالب مولا اسی جگہ پھنس کر نہ بیٹھ رہے۔ کیونکہ میں نے بعض طالبین کو جو اس جگہ توجہ دی تو ایسی گرفت ہوئی کہ یہ کہنے لگے کہ فقیر جس جگہ ہے اور ہم اسی پر راضی ہیں۔ آگے جانا نہیں چاہتے۔ بڑی مشکل سے آگے سبق دے کر نکالا۔ اس شغل یا مراقبہ کا نام سلطان محمود ہے جو اسی ولایت کبریٰ کی شاخ ہے۔ بعض صالحین نے اس کو الگ لکھا ہے مگر یہ الگ نہیں ہے۔ اسی میں شامل ہے۔

طریقہ ذکر سلطانانصیرا

اس کے بعد اسی شاخ کی ایک شاخ سلطانانصیرا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ اوپر کے لب میں ایک شاہ رگ شاخ ہے۔ وہ شاہ رگ کہ جس کو حیل الوریٰ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ عرض میں ہے یعنی اس طرف

سے اس طرف جاتی ہے۔ اس پر فیض کا خیال کرے۔ یہاں سلطاناً محمود کی طرح نظر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فقط خیال جمائے۔ چونکہ شاہ رگ ہی مقامِ افریت ہے۔ اس کی یہ شاخیں ہیں۔ لہذا یہ ایک ہی مقام ہے۔ اس واسطے میں نے اسی میں بیان کر دیا ہے اور ایک شاخ اسی مقام میں اور بھی ہے، جس کو سلطاناً نصیرا کہتے ہیں مگر وہ چنداں فائدہ بخش نہیں ہے لہذا وہ بیان نہیں کیا جاتا۔ جب مقامات ولایتِ کبریٰ کا فیض تجھ کو گرفت کرے اور اوپر سے فیض ماتھے پر پڑتا معلوم ہو تو بہت مبارک ہے۔ تجھ پر سعادت ازل نے یاوری کی۔ بس اب اسی کا جس قدر تجھ سے ہو سکے اس جگہ بہت ہی مراقبہ کر۔ اگر مراقبہ کرتے کرتے اس مقام کا فیضان بند ہو جائے تو ذکرِ خفی تہلیلِ قلبی شروع کر دے بغیر حرکتِ زبان کے جیسا کہ ولایتِ علیا میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح مراقبہ میں پھر فیضان آنا شروع ہو جاتا ہے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کا ذکر بغیر مراقبہ کے نہ کرے۔ یعنی ذکر کرتے وقت بھی فیضان کا خیال رکھے۔ کیونکہ ذکر بے فکر کو نفاقِ خفی کہتے ہیں اور بے فائدہ اور وہ جو حدیث شریف میں آیا کہ لمحہ کا فکر ستر سال کی عبادت سے جو بغیر فکر کے لیے بہتر ہے وہ فکر یہی مراقبہ ہے کچھ اور چیز نہیں۔ کیونکہ طالبِ مولا جب ذکر کرتا ہے تو ذکر کرتے کرتے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ تسبیح ماتھے میں نہیں رہتی۔ کیونکہ جب ذکر، قلب، روح، سر، خفی، اخفی پر جاری ہو جاتا ہے تو اب تسبیح بے چاری کہاں کہاں جائے۔ پھر سلطان الاذکار بھی ولایتِ علیا میں اپنا زور شور کر کے رہ جاتا ہے تو پھر سوائے فکر کے کوئی چیز نہیں رہتی۔ اس وقت فقیر ذکر، شغل، تسبیح سب دکھلاوے کے واسطے کرتا ہے جو عین خلوص بے ریا ہے کیونکہ یہی ذریعہ وصلِ الہی کا ہوا ہے۔ اسی سے مولا ملا۔ اب اس کو طالبین سیکھیں اور مولا سے واصل ہوں۔ اسی واسطے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ

تسبیح مالارہ گئی انحد بھی رہ جائے

پر سرت سہاگن نہ مرے جوتن میں رہے سہائے

(ترجمہ) سرت کہتے ہیں فکر کو۔ یہ سہاگن ہو جائے۔ سہاگن خاوند والی عورت کو کہا جاتا ہے۔ یعنی فکر ایسی سہاگن ہو جائے کہ باقی کے ساتھ اس کا نکاح یعنی تعلق قوی اور شدید تو اب یہ سہاگن ہو گئی اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہ رہی۔

عبد معبود کے مشاہدہ میں ہے۔ ذکر صرف فکر کی صفائی کے لئے ہے۔ جب فکر صاف ہو گیا تو اب ذکر بے فکر کی ضرورت نہیں۔ اب ذکر لسانی بے فکر سے ہجر ہے۔ اسی واسطے اخیر مقام والے فقیر کو ذکر کرنے سے ہوش آجاتا ہے اور مواجید و اذواق سے جذبہ ذات الہی کی طرف ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے قول الجہیل میں تحریر فرمایا ہے۔
جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ یعنی ایک ساعت جو جذبہ طرف ذات الہی کے ہوتا ہے۔ ثقلین کی عبادت کے جو بغیر جذبہ کے ہے برابر ہے۔ مراد یہ ہے کہ تمام عالم کے جن و انس نے جو عبادت بغیر جذبہ کی ہے۔ ایک جذبہ خدا تعالیٰ کے جذبات سے ان کے برابر ہے۔ جذبہ اس کو دھلا ننگ کو نہیں کہتے جذبہ کے معنی وصل ذات الہی کی کشش کا ہونا ہے۔ لطائف عشرہ کو اس ولایت کبریٰ میں سے ایک نکتہ بھی اگر طے ہو جائے تو تمام ولایت صغریٰ کے برابر ہے۔ اب جو کلام پڑھے گا یا ذکر کرے گا اسی کا فیضان ماتھے بلکہ سینے میں آنا شروع ہو جائے گا۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

ایں دولت جاوید بوالہوس را ندہند

مادہ شہباز گس اندہند مرتبہ شاہ عس را ندہند

(ترجمہ) یہ ہمیشہ رہنے والی دولت ہوس کے بندوں کو نہیں دیتے۔ شہباز کی

خود را کہ مکھٹی کو نہیں دیتے۔ کو تو ال کو بادشاہ کا مرتبہ نہیں دیتے۔
 یہ کمال اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہی عنایت فرمایا ہے۔ اب یہاں
 تک مسہمی اسم الظاہر کا ہے۔ جو ظاہر بدن انسان کا ہے۔ اس کا یہ ظاہر ہے جس کا
 مسہمی یہاں تک ہے۔ آگے مسہمی اسم الباطن شروع ہوگا۔ اسی واسطے بے فکر ذکر کی
 مذمت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں فرمائی ہے۔

بم زباں تسبیح و در دل گاؤ خمر
 ایں چنین تسبیح کے وارد اثر

(ترجمہ) زبان پر تسبیح اور دل میں گائے گدھے کا خیال۔ ایسی تسبیح سے کب اثر
 اور نفع پہنچ سکتا ہے۔ ۱۲
 جس چیز سے سخن اقرب کا گھونگٹ کھلے وہ فکر مشاہدہ کا ہے۔ کسی نے کیا
 اچھا کہا ہے۔ ۱۷

اس کا مکھ ایک جوت ہے گھونگٹ ہے سنسار

ضمیمہ

متعلق فصل ولایت کبریٰ

طریقہ نقشبندیہ و قادریہ کے مرکب ہونے کا بیان

یہ جو اوپر لکھا گیا ہے کہ طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ دونوں سے مرکب ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولانا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الاقدس کتاب حضرات القدس میں خود امام ربانی رضی اللہ عنہ کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ حلقہ میں معیاران مراقب بیٹھے تھے کہ حضرت شاہ سکندر بنیرہ حضرت شاہ کمال لکھنوی قدس سرہما تشریف لائے اور ایک خمرقہ آپ کے دوش مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت نے جو آنکھ کھولی دیکھا کہ شاہ سکندر ہیں جلدی سے اٹھے اور بتواضع معانقہ کیا۔ حضرت شاہ سکندر نے فرمایا کہ میرے جد امجد نے اپنے وصال کے نزدیک یہ جُتہ جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے پشت بہ پشت ہمارے یہاں چلا آتا ہے میرے سپرد کر کے فرمایا تھا کہ اس کو امانتاً اپنے پاس رکھو جس کو میں کہوں گا اس کے حوالے کر دینا۔ اب چند مرتبہ مجھ سے حضرت جد امجد نے تمہارے حوالے کرنے کے واسطے واقعہ میں فرمایا لیکن مجھ پر اس تبرک کا علیحدہ کرنا سخت شاق تھا۔ مگر چونکہ اب تاکید یہ تہدید تھی۔ چار و ناچار لے آیا ہوں چنانچہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ وہ خمرقہ پہن کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے دل میں خطرہ گزرا کہ مشائخ کے بھی عجیب معمول ہیں کہ جس کو جامہ پہنا دیا وہی خلیفہ بن گیا ورنہ چاہیے تھا کہ پہلے خلعت معنوی پہنائیں بعد ازاں اپنا خلیفہ

بنائیں بجز اس خطرہ کے حضرت غوث الثقلین سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ معہ
تمامی خلفاء کے تا حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہما تشریف لائے اور اپنی نسبتِ خاصہ
کے انوار سے مالا مال کر دیا۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال گزرا کہ میں نقشبندیوں کا پورٹس یا فتنہ
ہوں اور یہاں یہ معاملہ گزرا۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے لے کر تا حضرت
خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ
حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر بیٹھے۔ اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ شیخ احمد
ہماری تربیت سے کمال تکمیل کو پہنچے۔ آپ کو ان سے کیا علاقہ۔ اکابر قادر یہ نے فرمایا کہ
انہوں نے اول چاشنی ہمارے خوان سے کھائی ہے (اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ
حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ حضرت امام ربانی کے ایام شیر خوارگی میں تشریف لائے تھے
اور حضرت امام رضی اللہ عنہ اس وقت بیمار تھے اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی زبان
مبارک امام ربانی رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک میں دے دی جس کو آپ نے بڑی دیر تک
چوسا اور شفا یاب ہو گئے) اور اب خرقہ بھی ہمارا ہی پہنا ہے۔ اسی بحث میں حضرات چشتیہ
کبریہ و سہروردیہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ ان کے ہم بھی دعویٰ دار ہیں (کیونکہ ان خاندانوں کی
خلافت حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کو قبل بیعت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اپنے والد بزرگوار
رحمۃ اللہ علیہ سے مل چکی تھی) حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اس قدر
ارواح اولیاء جمع ہوئیں کہ تمام مکان و گلی کوچہ و دشت و صحرا بھر گیا اور مناظرہ کو صبح سے ظہر کا
وقت ہو گیا کہ اسی اثناء میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور
بکمال کرم و لوازش سب کی تسلی فرما کر اشارہ فرمایا کہ چونکہ شیخ احمد کی تکمیل طریقہ نقشبندیہ
میں ہوئی ہے اس واسطے اسی کی ترویج کریں اور باقی دیگر سلاسل کی نسبت بھی الفا کریں۔
کہ ان کا حق بھی ثابت ہے اور اسی پر فاتحہ خیر پڑھا گیا اور سب رخصت ہوئے۔

طریقہ زکوٰۃ کلمہ شریف و اسماء سبعہ

ان زکوٰتوں کا طریقہ اس طرح ہے کہ مرید تین روز روزہ رکھے اور مسجد میں معتکف رہے۔ سوائے حاجت بول و براز کے باہر نہ نکلے۔ ترک حیوانات جلائی و جمالی کرے یعنی گوشت مچھلی گھی دودھ وغیرہ کچھ نہ کھائے اور موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھائے۔ اگر کسی وجہ سے جو کی روٹی اور نمک پر اکتفا نہ کر سکتا ہو تو گبھوں کی اور دال ماش یا مونگ کی بھی اجازت ہے مگر دال میں پیاز لہسن یا کوئی چیز بدبودار نہ ہو اور روٹی پکانے والی عورت نمازی اور حیض و نفاس سے پاک ہو۔ پہلے روز صبح کو غسل کرے پھر احرام باندھے اور احرام میں صرف یہ تین کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر بڑے عرض کی جو سی ہوئی نہ ہو۔ جیسی کہ عموماً دو پونے دو گز کے عرض اور تین گز کے طول کی لمبے کی چادریں آج کل بازاروں میں بالعموم بکٹی ہیں اور ایک عمامہ پانچ ہاتھ کا اور ایک مصٹی اتین ہاتھ کا۔ احرام باندھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چادر کا ایک کنارہ اپنی پشت اور بائیں مونڈھے کے اوپر کولا کر سینہ کے عین وسط میں پہنچائے اور دوسری طرف سے چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اور موافق معمول کے اوڑھ کر دائیں مونڈھے کو ڈھانپتا ہوا سینہ کے درمیان چادر کے پہلے کنارے سے ملا کر گرہ دے دے۔ عمامہ سر پہ باندھ لے اور مصٹیٰ نیچے بچھالے۔ پیر کو چاہئے کہ مرید کو احرام خود باندھ کر دکھائے اور واضح رہے کہ یہ تینوں کپڑے نئے ہوں۔ مستعمل نہ ہوں اور سفید ہوں رنگین نہ ہوں۔ اگر سردی کا موسم ہو تو احرام کے اوپر روٹی دار لحاف یعنی رضائی یا کبیل اور ٹھہ لینے کی رخصت ہے بشرطیکہ وہ کبیل یا رضائی پاک ہو۔ بعدہ دو رکعت نفل پڑھے اور دونوں رکعتوں میں بعد الحمد شریف کے

قل هو اللہ سالم تین بار اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سالم ایک ایک بار پڑھ کر ختم کرے۔ پھر بعد سلام درود شریف گیارہ مرتبہ۔ الحمد شریف ایک بار۔ قل یا ایہا الکافرون ایک بار۔ قل هو اللہ شریف سات بار۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار۔ پھر درود شریف گیارہ بار اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ تائبس بار پڑھ کر ان نفلوں اور سورتوں کا ثواب حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچائے اور کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور ہر پانچ سو دفعہ کلمہ شریف کے بعد ایک دفعہ کلمہ شریف کی توجہ معنوں کا خیال کر کے پڑھے اور پھر اس توجہ کے معنی مرید کو خود سمجھائے۔ اگر مرید خواندہ نہ ہو تو خیر ویسے ہی پڑھے۔

لے۔ توجہات اسم سب سے ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور تین دن میں ایک لاکھ کلمہ شریف کو پورا کر دے اور بعد ختم ہونے کے تیسرے روز اعتکاف سے عصر کے وقت اس طرح باہر نکلے کہ پہلے کسی قدر حلو ابقدر استطاعت پکو اگر اس پر حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ دے کر ان لوگوں کو جو نمازی ہوں اور حقہ نہ پیتے ہوں یا معصوم بچوں کو تقسیم کر کے پھر اعتکاف سے باہر آجائے اور علاوہ کلمہ شریف کے باقی چھ اسماء کی زکوٰتیں اگر ایک ایک دن میں پوری کر کے چھٹیوں اسماء کی زکوٰتوں سے فالغ ہو جائے مگر ہر اسم کی زکوٰۃ میں تمام شرائط مذکورہ بالا کی پابندی رکھے اور جو خواب یا انکشاف ان ایام میں معلوم ہوں وہ پیر سے بیان کرے یا اگر پیر دور ہوں تو ان کو تحریر کر دے اور جس اسم کی زکوٰۃ سے ہر پانچ سو دفعہ وہ اسم پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ اسی اسم کی توجہ بلحاظ معنی ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے مثلاً اسم ذات کی زکوٰۃ میں پانچ سو دفعہ اللہ اللہ اللہ کہنے کے بعد ایک دفعہ اسم ذات کی توجہ پڑھے۔ اسی طرح حی اور ودود اور وہاب وغیرہ کا حال ہے۔

تَوَجُّهَاتِ اَسْمَاءِ سَبْعَةٍ

اسم اول کلمہ شریف: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ ایک لاکھ بار توجہ اسکی یہ ہے۔

اَللّٰهُ اَظْهَرُ عَلٰی ظَاہِرِيْ سُلْطٰنَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

الہی ظاہر کہ اوپر ظاہر میرے کے غلبہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحَقِيقٌ بَاطِنِيْ بِحَقَائِقِ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اور متحقق کر میرے باطن کو ساتھ حقائق

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَلَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاسْتَفْرِقْ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اور مستغرق کر

فِيْكَ ظَاہِرِيْ بِاِحَاطَةِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

اپنی ذات میں میرے ظاہر کو ساتھ احاطہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاحْفَظْنِيْ اَللّٰهُمَّ بِكَ لَكَ فِيْ مَرَاتِبِ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اور محفوظ رکھ مجھ کو اے میرے اللہ اپنے کے بطفیل اپنی ذات کے

وَجُوْدِكَ وَشُهُوْدِكَ حَتّٰى لَا اَشْهَدُ غَيْرَ اَفْعَالِكَ وَ

وجود اور شہود کے مراتب میں یہاں تک کہ نہ مشامدہ کروں میں مگر تیرے افعال اور

صِفَاتِكَ بِوَجْهِ الْحَقِّ الَّذِيْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

اور تیسری صفات کا بطفیل حق لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

اسم سوم : **حٰی حٰی حٰی** ایک لاکھ بار۔ توجہ اس کی یہ ہے۔

يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ اَحْيِي حَيٰوَةً طَيِّبَةً وَّاسْقِنِي مِنْ
 یاحی یاحی یاحی زندہ رکھ مجھ کو پاک زندگی کے ساتھ اور بلا مجھ کو اپنی
 شرابِ مَحَبَّتِكَ اَعْذِبْهُ وَاطَيِّبْهُ يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ

محبت کی شراب بہت خوشگوار اور پاکیزہ شراب یاحی یاحی یاحی
 اِلٰهِي حَقِّقْ حَيَاتِي بِكَ يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ ط اِلٰهِي

اے میرے اللہ ثابت رکھ میری زندگی کو اپنی ذات کے ساتھ یاحی یاحی یاحی اِلٰهِي
 اَظْهَرِ نُورَ حَيَاتِكَ فِي حَيَاتِي يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ ط اِلٰهِي

ظاہر کر اپنی حیاتی کے نور کو میری زندگی میں یاحی یاحی یاحی اِلٰهِي
 اِحْيِ رُوْحِي حَيٰوَةً اَبَدِيَّةً وَّمَتِّعْ سِرِّي سَبْرًا فِي

عطا فرما میری روح کو ابدی زندگانی اور مالا مال کر دے میرے ستر کو اپنے ستر کے
 الْحَضْرَاتِ الشُّهُودِيَّةِ وَاَمْلَأْ قَلْبِي بِالْمَعَارِفِ

ساتھ شہودیت کے درباروں میں اور پُر کر دے میرے قلب کو معارف
 الرَّبَّانِيَّةِ وَاَطْلِقْ لِسَانِي بِالْعُلُومِ الدِّنِّيَّةِ يَا حَيُّ يَا حَيُّ

ربانی کے ساتھ جاری کر میری زبان کو علومِ دنیہ کے ساتھ یاحی یاحی
 يَا حَيُّ ط
 یاحی

اسم چہارم : **وَاحِدٌ وَاحِدٌ وَاحِدٌ** ایک لاکھ بار۔ توجہ یہ ہے۔

يَا وَاحِدٌ يَا وَاحِدٌ يَا وَاحِدٌ اَجْعَلْنِي مُوَحِّدًا بِنُورِ
 یا واحد یا واحد یا واحد کر مجھ کو توحید والا اپنے نور

وَحَدَايَتِكَ مُؤَيِّدًا بِشُهُودِ فَرْدَا نَبِيِّكَ يَا وَاحِدُ

وحدانیت کے ساتھ کرتائید پایا ہوا اپنی یکتائی کے شہود کے ساتھ یا واحد

يَا وَاحِدُ يَا وَاحِدُ ط إِلَهِي أَنْتَ الْمُتَوَحِّدُ فِي ذَاتِكَ

یا واحد یا واحد اے میرے اللہ تو ہی اکیلا ہے اپنی ذات میں

بِأَلُوهِتِكَ يَا وَاحِدُ يَا وَاحِدُ ط

اپنی الوہیت کے ساتھ یا واحد یا واحد یا واحد

اسم پنجم: عَزِيزٌ عَزِيزٌ عَزِيزٌ ایک لاکھ بار توجہ اسکی یہ ہے۔

يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ ط اجْعَلْنِي بِعِزَّتِكَ مِنَ الْأَعِزِّينَ

یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر تو مجھ کو لطفیل اپنی عزت کے لوگوں میں جو بہت

بَيْنَ يَدَيْكَ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ اسْتَعْمِلْنِي

عزت والے اور پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر مجھ سے کام ان لوگوں کے

بِأَعْمَالِ الْأَعِزِّينَ لَدَيْكَ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ ط إِلَهِي

جو بہت عزت والے اور پیارے ہیں تیرے پاس یا عزیز یا عزیز یا عزیز اے میرے اللہ

اعزني بعزتك يا عزيز يا عزيز يا عزيز اجعلني من

عزت والا کر مجھ کو اپنی عزت کے ساتھ یا عزیز یا عزیز یا عزیز کر مجھ کو اپنے ان بندوں

عِبَادِكَ الْأَعِزِّينَ يَا عَزِيزُ يَا عَزِيزُ ط

میں سے جو بہت عزت والے اور بڑے پیارے ہیں یا عزیز یا عزیز یا عزیز۔

اسم ششم: وَهَّابٌ وَهَّابٌ وَهَّابٌ ایک لاکھ بار توجہ اسکی یہ ہے۔

يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ ط يَا وَهَّابُ هَبْ لِي مِنْ جَزِيلِ

یا وہاب یا وہاب یا وہاب عطا فرما مجھ کو اپنی بڑی بڑی

هَبَاتِكَ مَا يَبْلِغُنِي إِلَى مَرْضِيَّاتِكَ يَا وَهَّابُ

بخششوں میں سے وہ عطیہ جو مجھ کو تیری رضامندی والے کاموں تک پہنچا دے یا وہاب

يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ ط إِلَهِي هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ

یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ عطا فرما مجھ کو اپنے پاس

رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ

سے رحمت بیشک تو ہی وہاب ہے یا وہاب یا وہاب

إِلَهِي يَا وَهَّابُ الْإِسْرَارِ هَبْ لِي مِنْ أَسْرَارِكَ

اے میرے اللہ اے بخشنے والے اسرار کے عطا فرما مجھ کو اپنے اسرار میں

فِيضًا تَجْعَلَنِي بِهِ دَائِمًا مُسْتَحْفِظًا لِسَوَاهِبِكَ

سے وہ فیض کہ کرے تو مجھ کو بسبب اس کے ہمیشہ حفاظت رکھنے والا اپنی بخششوں کی

يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ ط اللَّهُمَّ حَقِّقْنِي بِسَوَاهِبِ

یا وہاب یا وہاب اے میرے اللہ متحقق کر مجھ کو اپنی حقیقتہ حقیقت

حَقِيقَةِ حَقِيقَتِكَ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ

کی بخششوں کی یا وہاب یا وہاب یا وہاب

إِلَهِي كُونِي شَاهِدًا عَلَيَّ بِالْإِفْتِقَارِ إِلَى غِنَائِكَ الْمَطْلُوقِ

اے خداوند میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیری مطلق

الْكَامِلِ بِالذَّاتِ وَتَامُنُّ عَلَى عَبْدِكَ الضَّعِيفِ

اور کامل بالذات غنا کی طرف ہر وقت محتاج رہنے کا اپنی ذات پر خود گواہ ہوں

بِغْنِي أَكُونُ بِهِ غَنِيًّا مُغْنِيًّا مِّنْ

پس تو اپنے ضعیف بندے پر اپنی غنا کے ساتھ احسان کر کہ جس کی وجہ سے میں خود بھی غنی ہو جاؤں

بِشَدَّتِ غِنَاهُ بِوَضْعِ الْفَقْرِ بَيْنَ يَدَيْكَ

اور جس کو تو غنی کرنا چاہے اس کو بھی غنی کر سکوں باوجود خود تیرے سامنے محتاج رہنے کے

أَنْتَ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ يَا وَهَّابُ
 بیشک تو غنی بخشش کرنے والا ہے یا وہاب یا وہاب یا وہاب

اسم، ستم: وَدُودُ وَدُودُ وَدُودُ ایک لاکھ بار

توجہ اس کی یہ ہے۔

يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ اجْعَلْ قَلْبِي وَ اَدَّا لَكَ

یا وودود یا وودود یا وودود تو میرے قلب کو اپنی محبت والا بنا دے

يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ اِلٰهِيْ اَعْطِنِيْ وِدًّا فِيْ

یا وودود یا وودود یا وودود اے میرے اللہ میری محبت اپنے مومن

قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ

بندوں کے دلوں میں ڈال دے یا وودود یا وودود یا وودود

اِلٰهِيْ اَكْفِنِيْ شَرَّ مَنْ كَفَايْتُهُ بِبِيْدِكَ

اے میرے اللہ تو میرے لئے اس شخص کے شر سے کافی ہو جا جسکی کفایت تیرے ہاتھ میں ہے

يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ ط

یا وودود یا وودود یا وودود

فصل در بیان ولایت علیا

یعنی سیر عناصر ثلاثہ سوائے عنصر خاک کے اور ان کی فنا

اس دائرہ ولایت علیا میں عناصر ثلاثہ جو سوائے خاک ہیں ان میں جذباتِ الہیہ اور عروج واقع ہوتا ہے اور احوال لطیف اور کیفیات بے رنگ اور عناصر کو فنا ذاتی مسمیٰ باسم باطن حاصل ہو کر اصمحلال و استہلاک ان عناصر ثلاثہ کا اس مراقبہ مقدسہ میں حاصل ہو جاتا ہے اور بقا اس مرتبہ متعالیہ میں نصیب ہو کر مناسبت ملائکہ کرام کے ساتھ ہو جاتی ہے اور زیادہ نسبت ملائکہ عظام کی حاصل ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو ان میں داخل دیکھتا ہے اور جان کہ سیر ولایتِ صغریٰ اور کبریٰ کا اسمِ الظاہر میں ہے اور جو سیر ولایتِ علیا میں مسیر ہوتی ہے وہ مسمیٰ اسمِ الباطن ہے۔ اور فرق مسمیٰ اسمِ ظاہر اور مسمیٰ باطن میں یہ ہے کہ سیر اسمِ ظاہر میں تجلیاتِ صفاتی وارد ہوتی ہیں بے ملاحظہ ذاتِ الہی کے اور سیر اسمِ باطن میں اگرچہ تجلیاتِ اسماء و صفات ہی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی مشاہدہ ذات بھی اس جگہ ہو جاتا ہے تعالیٰ و تقدس ذاتہ دائرہ ولایت علیا یہ ہے۔

دائرہ ولایت علیا

جب یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے تو مانند خطوطِ شعاعِ آفتاب کے اسماء و صفات حق سبحانہ تعالیٰ اس دائرہ کا احاطہ کر لیتی ہے اور کبھی بغیر خطوط و شعاع کے بھی یہ دائرہ مشہود ہو جاتا ہے اور کمال برنگی ظاہر ہوتی ہے اور خطوطِ شعاعیہ روپوش ہو جاتے ہیں اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ولایتِ علیا مانند مغز کے ہے اور ولایتِ کبریٰ مثل پوست کے۔ بلکہ ہر دائرہ اپنے ماتحت کے ساتھ یہی مناسبت رکھتا ہے یعنی فوقانی مثل مغز کے اور تحتانی مثل پوست کے ہوتا ہے لیکن کمالاتِ نبوت میں ان ولایتوں کے ساتھ مناسبت مقصود نہیں۔ بلکہ اس کے کمالات فوق در فوق ہیں اور اس دائرہ ولایتِ علیا میں مراقبہ ذاتی جو مسمیٰ اسمِ الباطن ہے کیا کرتے ہیں اور موردِ فیض اس

ولایت میں عناصر ثلاثہ ہیں۔ سوائے خاک کے جن پر یہ فیض پڑتا ہے اور اس میں ذکر لسانی بھی جائز ہوتا ہے اور اس مقام میں سلطان الاذکار ترقی کیلئے اصل اصول ہے اور یہ ذکر سلطان الاذکار حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی علیہ الرحمۃ سلسلہ نقشبندیہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے پانی میں بیٹھ کر کرنا سکھایا ہے۔ چنانچہ خود انہوں نے کیا اور ان کے بعد اس سلسلہ نقشبندیہ میں جاری ہے لیکن اگر کوئی بوجہ مرض یا کسی امر مانع کے جس کے ساتھ نہ کر سکے تو لسانی بھی کافی ہے اور صلوة نفلی باقرات طویل اس مقام میں بہت ہی ترقی بخش ہے اور اس ولایت میں رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اس مقام میں مناسبت ملائکہ کے ساتھ ہو جاتی ہے جس کا اصلی بھید یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا بشریت کی طرف کشش کرتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنا ملائکہ کی طرف۔ پس جس قدر مناسبت ملکیت کی طرف طالب کرے گا اسی قدر جلدی ترقی حاصل ہوگی اور اسرار جو طالب مولا کو اس ولایت میں حاصل ہوتے ہیں مثل اسرار توحید و جود و شہودی کے نہیں کہ ان کو بیان کر سکیں بلکہ اس ولایت کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔ کسی صورت میں قابل اظہار نہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ترجمہ) مصلحت نہیں کہ بھید پردے سے باہر نکلے ورنہ رندوں کی مجلس میں ایسی کوئی خبر ہے جو معلوم نہ ہو۔ اگر کچھ کہنے لگیں تو لفظ جو ان معانی کی تعبیر کر سکیں کہاں سے لائیں۔ البتہ اس قدر ظاہر کر دیتے ہیں کہ اس وقت باطن سالک کا منظر مسمیٰ اسم باطن کا ہو جاتا ہے جو حاصل کرے گا وہ دیکھے اور سمجھے گا۔ اس وقت تمام بدن میں وسعت پیدا ہو کر تمام پر حال لطیف غالب آجاتا ہے۔ بعد طے ہو جانے ولایت علیا کے اَبِیْتٌ عِنْدَ اللّٰهِ کُلُّ طَوْسٍ (ترجمہ) میں نے خدا تعالیٰ کے پاس ہر حالت میں رات گزاری، شروع ہو جاتا ہے حضرت قبلہ عالم پیر دستگیر نے اس مقام میں بہت سے طریقوں کی نسبت مثلاً قادری چشتی سہروردی اور کئی نسبتیں اس

مسکین پر ڈالیں۔ چنانچہ میں نے ہر ایک نسبت کو برکت خواجگان رضوان اللہ علیہم اجمعین الگ الگ معلوم و دریافت کر لیا۔ نیت اس دائرہ کی اس طرح ہے۔

نیت ولایت علیا : فیض آتا ہے دائرہ ولایت علیا کا مسمیٰ اسم الباطن سے اوپر تین عنصروں، آب، باد، آتش، میرے کے سوائے عنصر خاک کے۔

ذکر سلطان الاذکار کا طریقہ | مُرشد کی چند توجہوں کے بعد اس مقام میں ذکر سلطان الاذکار بہت ہی مفید ہے اور اس کا طریقہ

اس طرح پر ہے کہ دم قلب میں بند کر کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کے سوراخوں میں دے۔ اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سبابہ اور وسطی دونوں آنکھوں پر رکھے۔ اور باقی انگلیوں میں سے ایک ایک انگلی یعنی خضر ناک کے دونوں نختوں پر اور دونوں ہاتھ کی انگلی بنصر کو دونوں ہونٹوں کے ملاپ کی جگہ رکھ کر ذکر کلمہ شریف کا کرے۔ مثلاً ولایت کبریٰ کے وقت ذکر تہیلی سانی تھا۔ اب سانی نہیں بلکہ جس کے ساتھ ہے مگر طریقہ وہی ہے۔ یعنی قلب سے لا کو اٹھا کر رُوح پر اللہ کو ختم کر کے اِلَّا اللہ کی ضرب پھر لوٹ کر قلب پر مارے۔ جب سانس لینا ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے اور وہ دعا کہے الہی مقصد میرا تو ہے۔ ترک کیا میں نے دنیا اور آخرت کو اپنا پورا وصل اور محبت اور معرفت اپنی دے۔ یہ امر ضروری چاہیے جب سانس نکلے تب بھی اور دم کھولتے وقت ناک کے راستے سانس لے تاکہ دانتوں کو ضرر نہ ہو۔ منہ سے نہ نکالے ورنہ تمام دانت خراب ہونے کا خطرہ ہے اور جس طرح ولایت کبریٰ میں لطائف کے مُنہ لا اِلہ کے گزرنے کا خیال کیا جاتا تھا اب اس مقام میں بھی لطائف کے اوپر اسی طرح کرے۔ اس طریقہ سے ذکر کے عناصر ثلاثہ کو بہت جلد صفائی حاصل ہوتی ہے اور ان کو جذب فوق کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور جس وقت طالب ذکر کر کے بیٹھتا ہے تو اس کو نوڑ اپنے اندر کی طرف فوق کی طرف کشش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہی علامت عناصر ثلاثہ کے جذب کی طرف ہے۔ محضوری دیر یہ

جذب ہو کر ٹھہر جاتا ہے۔ پھر اس محل پر اوپر سے فیض وارد ہونے لگ جاتا ہے۔ اور یہی ولایتِ علیا کا فیض ہے پہلے آہستہ آہستہ جس کرے تاکہ مشق ہو جائے۔ پھر زیادتی کرتا کرتا اگر گیارہ سال ہر روز کرے تو کافی ہے۔ اصل طریقہ اس کا پانی میں بیٹھ کر کرنے کا ہے۔ اگر پانی میں غوطہ مار کر کرے تو بہت جلد عناصر کو صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کا فیضان حاصل ہو جائے پھر چاہے پانی میں نہ کریں۔ ویسے ہی کر لیا کریں تو بھی پورا فائدہ حاصل ہوجاتا ہے مگر پانی میں بیٹھ کر کرنے سے ذرا خشکی کم ہوتی ہے۔ اگر بغیر پانی کے اس کو کریں تو غذا مرغن کھائیں اور دودھ کا بہت استعمال کریں۔ اور ناک میں روغن بادام یا گھی کی نسوار لیتے رہیں اور سر میں دماغ پر بھی گھی کی مالش بہت کرتے رہیں تاکہ خشکی نہ تائے۔ کسی بزرگ نے اس شعر میں اسی شغل کا ذکر کیا ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سر حق بر من بخت بند

کسی ہندی شاعر نے اسی شغل کو اس طرح بیان کیا ہے۔

کان ناک مکھ میچ کے نام نر بن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے
یہ ذکر ہوش و حواس کے ساتھ کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ دماغ بیکار کر بیٹھیں بلکہ سانس کو قلب میں بند کر کے ذکر کریں۔ دماغ میں ہرگز سانس کو بند نہ کریں بالیقہ اس کے دماغ میں بھی ذکر شروع ہو جاتا ہے اور کانوں سے ایک آواز آنے لگ جاتی ہے۔ اسی کو آنحد اور صوتِ سرمدی کہتے ہیں اور اس طریقہ کے ذکر کا نام سلطان الاذکار ہے جب ذکر سے فارغ ہو تو بذریعہ مراقبہ ولایتِ علیا کے اس دریائے نور کا جس سے کہ ملائکہ اور عرشِ مجید بنے ہیں اپنے باطن پر فیض لے۔ تین دریا نور کے سب سے نیچے وہ ہے جس کے ایک بلبے کی مانند ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں اور اس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس نیچے کے دریا کی سیر کا نام ولایتِ صغریٰ ہے اور جس دریائے نور سے انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی سیر کا نام ولایتِ کبریٰ ہے اور جس دریائے نور سے عرشِ مجید اور ملائکہ مقربین پیدا ہوئے ہیں اس کا نام ولایتِ علیا ہے۔ اگر تو اس میں سیر کرے تو طوبیٰ لک طوبیٰ لک (یعنی خوشخبری ہے تیرے لئے خوشخبری ہے تیرے لئے)

کیونکہ اب تیرے باطن کا پرطے ہو گیا یعنی مسمیٰ اسم باطن بھی تیرا بھر لو پر ہو گیا۔ آگے کمالاتِ نبوت رسالت ہے کوئی مشکل نہیں۔ اگر جس کے ساتھ کلمہ شریف کا ذکر نہ کر سکے یا ضرر ہو تو پھر لسانی درستی اسی ترتیب سے جو ابھی جس کے ساتھ کرنے کے واسطے ہم لکھ آئے ہیں کرے اور فیضانِ کاخیاں سے نہ ہر جو سوائے خاک کے ہیں ذکر کرنے کے وقت رکھے اور واضح ہے کہ اس مقام کا باصالتہ فیضان عرصہ بہ عرصہ بڑھتا ہے مگر بالنتع عنصر خاک پر بھی بڑھتا رہتا ہے اور بعد خیال رکھنے کے پھر یہ مقام طے ہو جاوے گا۔ یہاں ہو کر ترک نہ کرے اور مایوس ہو کر بزدل نہ بنے۔ اب کام قریب آ گیا ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہر آساں نہ شود

(ترجمہ) ایسی کوئی مشکل نہیں جو آساں نہ ہو جاتی ہو۔ آدمی کو چاہیے کہ گہرائے نہیں۔

نعمتِ باطنی مفت ملی ہوئی کیوں نہیں رہتی

اے طالبِ مولا! اگر تجھ کو طلبِ صادق ہے تو کسی مجذوب کے ہاتھ میں پھنس گیا اور اس نے نعمتِ باطنی تجھ کو ایک دم سے دی یا اسی طرح کسی صاحبِ ہوش بزرگ نے ایک ہی نظر میں تجھ کو نعمتِ باطنی سے مالا مال کر دیا تو سخت حسرت و افسوس ہے تیرے حال پر کیونکہ یہ نعمت تیرے پاس نہ رہے گی اگر چندے رہی بھی اور اس سے تجھ کو یا مخلوقِ الہی کو کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا تو کس کام کی۔ کیا وجہ کہ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ اس طرح کی مفت نعمت ملی ہوئی زیادہ سے زیادہ بارہ برس تک ایسے طالب کے پاس رہی اور پھر ایک دم زائل ہو گئی۔ وجہ یہ کہ نہ تو اس نے مجاہدہ کیا تھا اور نہ ہی طریقہ حاصل کر کے اس کے ٹھہرنے کا محل صاف کیا تھا اور نہ پیچھے سے ارواحِ طیّہ خواجگانِ سلسلہ کی امداد تھی۔ صرف اسی ایک بزرگ یا مجذوب کا عطیہ فیض تھا جس کے بڑھانے کے طریقہ کی کوئی خبر نہ تھی جب اسکو کسی طرف سے امداد نہ پہنچی بلکہ اپنے اسکے افعال خلافِ شریعت اور صحبتِ بد سے جو خلاف اس فیضان کے تھے بکثرت سابقہ پڑا تو جیسا مفت آیا تھا ویسا ہی مفت

جانا رہا اور جیسا تھا ویسا ہی خالی رہ گیا اور طرفیت حاصل کرنے کے بعد جو آہستہ آہستہ صفائی باطنی کرتے کرتے مقامات میں ترقی حاصل کر کے اس نعمتِ باطنی کو حاصل کیا جاتا ہے تو اس طریقہ میں اپنے پیشوا سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام خواجگانِ سلسلہ کی ارواحِ طیبات کی امداد و ہرقت طالب کے شامل حال رہتی ہے اور دوسرے بتدریجاً مجاہدات و مراقبات وغیرہ کے ذریعہ سے صفائی بھی ہوتی رہتی ہے اور ہر وقت فیض وارد ہوتا ہی رہتا ہے خواہ کتنا ہی خرچ کرے۔ اس واسطے یہ نعمت زائل نہیں ہو سکتی نہ زائل ہونے کا کھڑکا ہی رہتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان ستر ہزار پردے ظلماتی و نورانی ہیں تو انسان کے بدن میں سات لطیفہ ہیں اور ایک ایک لطیفہ میں دس دس ہزار پردے ہوتے ہیں۔ اگر طالب آہستہ آہستہ ذکر سے ان پردوں کو بچھاڑتا ہو اور اصل ہو گا تو اس کی طبیعت متحمل مشاہدہ جمال الہی کی ہو جائے گی اور بعد وصل دنیا کی طرف عود کرنا اس کے حق میں ناممکن ہو جائے گا۔ وَذَٰلِكَ الْفَقْرُ اور دنیا کی طرف لوٹ کر نہ جانا یہی فقر ہے۔ اسی واسطے اکابر نے فرمایا ہے۔ اَلصُّوْفِيُّ كَايْنٌ وَ اَلْبَايْنُ یعنی صوفی دنیا کے اندر بھی ہے اور دنیا سے علیحدہ بھی۔ باطن اس کا مشاہدہ جمال الہی میں ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اے طالبِ مولا! یہ مقام ہے کہ جہاں ملائکہ مقربین بھی حیران ہیں اور اس کی تفصیل سے خوفِ طوالت ہے لیکن اسی قدر بطور اشارہ کہے دیتے ہیں کہ اَلْمُجَاهِدَةُ مُوْرِثَةُ الْمَشَاهِدَةِ یعنی مجاہدہ طالب کو مشاہدہ کا وارث بنا دیتا ہے۔ ہمت درکار ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خائے بود گلہ ستہ گردد

(ترجمہ) جس کام کیلئے ہمت مضبوط باندھ لی جائے وہ اگر کانٹوں کا انبار ہو تو بھی پھولوں

کا گلہ ستہ بن جاتا ہے۔ ۱۲

پس ہمت مرد کا اسمِ اعظم ہے۔

فصل در بیان کمالات نبوت و رسالت و الواعزم کمالات نبوت

یہ عبارت ہے تجلیات ذات دائمی سے جو اوپر عنصر خاک کے وارد ہوتی ہیں۔ اس مقام یعنی کمالات نبوت کا فیس جو کہ عناصر ثلاثہ کے سوائے فقط عنصر خاک پر وارد ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل میں پہلے کچھ لکھا ہے کہ پہلے اشغال اور اذکار نکالے معلوم ہوتے ہیں۔ فی الحقیقت اگرچہ وہ کار آمد ہیں اس سے عنصر خاکی میں ایک قسم کی حالت پیدا ہو جاتی ہے مگر ہاں اتنی بات یاد رکھ کر عمل میں لانے کی بہت ضرورت ہے وہ یہ کہ کسی اہم صفاتی کا یہاں ذکر کرے۔ تب مقام کمالات نبوت اپنے اصلی ظہور پر آتا ہے۔ چنانچہ میرے پیر دستگیر فداہ روحی نے جاری پانی میں بلکہ ناف تک کھڑے ہو کر اللہ الصمد بارہ ہزار پڑھنے کا حکم فرمایا تو اس میں بڑا اثر و عروج معلوم ہوا اور نیز یہ معلوم ہوا کہ انوار پہلے اس مقام کے سینہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے اندر آتے معلوم ہونے لگے اور ہدایت کے تصرفات شروع ہونے لگ گئے۔ اور اطمینان و سکون اور تسلی ذکر الہی کی خصوصیت کے ساتھ ہونے لگی۔ اور لوگوں کو جو پاس آتے جاتے ہدایت شروع ہوئی اور اسماء سبعہ کی زکوٰۃ مع توجہ جو تحریر کی گئی وہ اس مقام میں بہت ہی فائدہ بخش ہے خواہ اللہ الصمد بطریق مذکور پڑھے یا اسمائے سبعہ بھی۔ سالک کے مرشد کو اختیار ہے چاہے دونوں کرائے چاہے ایک ہی پڑھائے۔ ان دونوں میں اکتفا کرے ہمت اور حوصلہ کا خیال کرے اگرچہ یہ اسماء سبعہ شغل قادر یوں کا ہے مگر چونکہ یہ مجددی نقشبندی مرکب قادر یہ سے ہے۔ اس لئے ان اسماء کی زکوٰۃ میں حضرت

غوث الثقلین کی روحانیت سے بہت مدد پہنچتی ہے اور یہ مقام طے ہو جاتا ہے۔ اور خاص کر اسم و ہَآب اور وَدُود کے ورد سے عجیب کیفیات اور انعامات الہی ظاہر ہوتے اور محتاجی دُنیا ئے دُور ہو جاتی ہے اور استغناء فقیر پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذُرْ ط یعنی جس نے چکھا نہیں وہ نہیں جانتا۔ جو آئے گا اس مقام میں وہ خود بخود ہی معلوم کرے گا۔ اس مقام میں طالب کو چاہیے کہ گھبرانہ جائے کیونکہ جب یہ فیض کمالات نبوت کا وارد ہوتا ہے تو جو معارف پہلے تھے مفقود ہو جاتے ہیں اور تمام سابقہ حالات نکالے۔ - معلوم ہونے لگتے ہیں۔ باطن میں بے رنگی اور بے کیفی نقد وقت ہوتی ہے اور ایجابیات و عقائد میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اسدلال بحق بدیہی ہو جاتے ہیں اور معارف اس مقام کے شرائع انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ اس جگہ وسعت باطن کی اس قدر ہو جاتی ہے کہ وسعت جمیع ولایات صغریٰ و کبریٰ و علیا کی اس کے آپ کنارے میں مثل لاشے کے معلوم ہوتی ہے بلکہ تنگ البتہ ولایتوں میں نسبت ایک دوسرے کے مناسبت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ نسبت صورت و حقیقت کی ہو۔ مگر باوجود فقدان و نکارت حالات ولایت سے بوجہ قصور دید اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر دیکھتا ہے اور حقیقت وصل عربانی کی اس جگہ حاصل ہوتی ہے اور پہلے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ وہم اور خیال کے دائرے میں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سراب آب ناما تشنہ کو نظر آتا ہے۔ جب اس میں جاتا ہے تو سوائے حسرت و ندامت اور کچھ نہیں ملتا۔ مگر جب توجہ پیشوائے کامل سے ہوتی ہے تو تشبیہ رویت کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ رویت موعود باخترت ہے لیکن معاملہ اس جگہ میسر ہو جاتا ہے کہ مشاہدہ کی تصدیق مثل رویت کے ہو جاتی ہے جیسے کہ رویت آخرت کی مخصوص بعالم خلق ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی عالم خلق کو نصیب حاصل ہو جاتا ہے۔ لطائف عالم امر اس جگہ لاشے محض ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ کو جن کا معاملہ اس مقام میں مخصوص

بعضر خاک ہے۔ اگرچہ دوسرے عناصر ثلاثہ کو بھی اس دولت سے حصہ ہے۔ مگر بالتحق اپنے عنصر لطیف کے وہ بالاصالة عنصر خاک ہی کو ہے۔ لطافت احکام شرائعہ اخبار غیب وجود حق اور اس کی صفات ایسے ہی معاملہ قبر و حشر و ما فیہا بہشت دوزخ وغیرہ جن کی مخبر صادق نے خبر دی ہے۔ اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ حق سبحانہ، تعالیٰ موجود ہے تو کوئی شک و شبہ اور دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ وجود حق سبحانہ، تعالیٰ مثل شیشے کے نظر آتا ہے یہ معاملہ بہت ہی عجیب ہے کہ باوجود علو اور بساطت اور بیرنگی اس مقام کے جس وقت کشف تام حاصل ہو جاتا ہے تو مقابل اس مقام پر نظر پڑ کر حیرت زیادہ ہوتی ہے۔ بوجہ برابر میں ہونے اس مقام یعنی کمالات نبوت اور اقر بیت کے۔ اس واسطے کہ پہلے یہ اس قدر مدت میں کبھی نظر نہ آیا۔ اس وقت کیوں آنکھیں نہ کھلیں اور میں نے باوجود لطائف عالم امر کی آنکھوں کے عین مقصود کو اب تک کس واسطے نہ ڈھونڈا۔ اس مقام میں معمولی اذکار صوفیوں کے فائدہ نہیں دیتے۔ مگر تلاوت قرآن مجید با تریل اور ادائے صلوٰۃ با داب بسیار بہت ترقی بخشتا ہے۔ ہاں اگر سالک اہل علم ہو تو تعلیم علم حدیث اور اتباع سنن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قسم کی قوت اور نور عطا فرماتا ہے اور رُتَبَرِ قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اسی دائرے میں منکشف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سابقہ ہر مقام میں اس معرفت کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس جگہ معاملہ اطلال و صفات کے ساتھ تھا۔ اور اس جگہ حضرت حق سبحانہ، تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے اور سالک کو اس مقام میں فناء اور بقاء صفات واجب کے ساتھ جیسا کہ لائق ہے میسر ہو جاتا ہے اور پھر صفات بشریہ کو ذات حضرت حق سبحانہ، تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہوتا ہے کہ اطلاق لفظ لاهو ولا غیرہ کا کیا کرتے ہیں اور سالک کو جو صفات فنا کے مرتبہ میں حاصل ہوئی۔ ہے اس قرب سے حصہ پا کر قَابِ قَوْسَیْنِ کے قابل ہو جاتا ہے۔ جب حضرت

ذات سبحانہ کے مرتبہ میں فانی ہو کر پھر اس مقام میں بقا پائے تو تکلم ساتھ قرب
 اَوَادُنِی کے ہو جانا ہے اور حقیقت اس معاملہ کی اس پر ایسی منکشف ہوتی ہے کہ
 تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ اگر کچھ لکھوں تو کوئی کیا سمجھے۔ جب دَنی فِتْدَلِی
 اس مقام میں مکشوف ہوتا ہے تو وہ پہلے مقام سے بھی زیادہ نازک تر ہے نہم عوام بلکہ خواص سے
 زیادہ نازک تر ہے۔ اے قلم تو بس کہ تیری طاقت نہیں۔ نیت اس دائرہ (دائرہ کمالاتِ نبوت) کی اس طرح ہے۔
 فیض آتا ہے تجلیات ذاتی دائمی کا اوپر عنبر خاک
نیت کمالاتِ نبوت میری کے اس ذات سے جو منشا کمالاتِ نبوت کا ہے
 اس جگہ تین مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ کمالاتِ نبوت کا، دوسرا کمالاتِ رسالت کا اور تیسرا کمالات
 اولوالعزم کا ہے۔

فیض آتا ہے (دائرہ کمالاتِ رسالت) دائرہ
کمالاتِ رسالت، نیت مراقبہ کمالاتِ رسالت

کمالاتِ رسالت سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا کمالاتِ رسالت
 کا ہے اور ہیئت وحدانی کے معنی عالم امر اور عالم خلق کے مجموعہ کے نام ہیں جو بعد از کبریا
 تصفیہ کے ہیئت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ کوئی شخص معجون بنائے تو اولاً دُعاؤں کی الگ
 الگ صورت ہوتی ہے مگر جب معجون تیار ہو جاتا ہے تو اس کی لذت اور صورت و خواص
 اور ہی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لطائف عشرہ سالک کے اس مقام میں اور فوقانی مقامات
 میں عروج کثیرہ پکڑ جاتے ہیں اور کثرت النورات میں پہلے سے زیادہ وسعت اور
 بیرنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقام اور دیگر مقاماتِ فوقانی کی نسبت اپنے ماتحت مقاموں
 سے نسبت پوست اور مغز کی ہے۔

مرتبہ کمالات اولوالعزم نیت کمالات اولوالعزم

فیض آتا ہے
داڑھ کمالات
داڑھ کمالات

اولوالعزم سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سچو منشا کمالات اولوالعزم کا ہے اس مقام میں کشف اسرار مقطعات قرآنی اور منشا بہات فرقانی کا ہوتا ہے۔ بعض اکابر اسرار محب اور محبوبوں کے اس جگہ حاصل کرتے ہیں۔ بواسطہ اتباع حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور اسرار حروف مقطعات مثلاً ص ق وغیرہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ نہ ہی حوصلہ اور طاقت بشر ہے کہ بیان کر سکے۔ اگر بالفرض والتقدیر کرے بھی تو سننے والے کے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتا اور بیان کرے تو لفظ کہاں سے لائے۔ ہاں سالک کا سینہ اس کا محل اور مظہر ہوتا ہے۔ عوام الناس کو یہ قوت نہیں۔ اگر یہ اسرار بیان ہو سکتے تو امام الطریقیت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی بیان فرمادیتے اور کس کی طاقت ہے اس طریقہ میں کمالات نبوت کے دائرہ کے حصول کے بعد پیشوا کو چاہیے کہ فقر کی ٹوپی مرید کو پہنا کر اجازت تلقین و سکینۃ القلوب کی توجہ مرید پر ڈالے اور وظائف اشراق تہجد اوابین کی اجازت سالک کو بخشیں۔ اگر ختم خواجگان بھی پڑھ لیا کرے تو بہت ہی مفید ہے۔ اس وقت مرید کو خلیفہ مجاز کہا جاتا ہے۔ مگر ابھی خلیفہ مطلق نہیں کہلا سکتا۔ میں سید بھیکہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بھیکھا اوہ نہ کوڑھے جو گر کو سمجھے اور

ہر روٹھے گر میل دیں گر روٹھوں نہیں ٹھور

مرد کی سیوا کے بغیر کچھ نہیں بنتا۔ اس مقام پر میرے پیر دستگیر قبلہ عالم نے جو مجھے ٹوپی عنایت فرمائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

رنگی سیج بچھائے کے پردے رکھے دو

تن دیا من نہ دیا سہاگن کت بدھ ہو

جب تک پردہِ دونیٰ کا تجھ سے دور نہ ہو لے اور تیرے لطیفوں میں مقامات مذکور کا فیضان نہ وارد ہو لے تو بزرگوں کی سیرت و صورت کس طرح بنے۔ یہ معاملہ باطنِ محض بفضلِ خدا طے ہوتا ہے یا بشفقتِ پیر عمل کو اس میں دخل نہیں۔ اگرچہ جمع مقامات میں بغیر فضلِ الہی کوئی عمل فائدہ نہیں بخشتا تاہم عمل بمنزلہ اسباب ظاہری کے ہے لیکن ان مقاماتِ ثلاثہ میں اسباب کو بھی دخل نہیں۔ اگرچہ ذکرِ ازالہ کدورتِ بشری کیلئے پورا اثر رکھتا ہے۔ مگر ترقیِ باطن کے واسطے نتیجہ بخش نہیں ہے مثلاً ذکرِ اسمِ ذات یا نفیِ اثبات، تہلی سانی کوئی بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ راستہ ہی میں رہ جاتا ہے مگر جب لفظ محمد رسول اللہ کا تہلی کے ساتھ ختم کیا جائے یا درود شریف اس کے ساتھ ملایا جائے تو پھر بہت قوتِ مقاماتِ فوقانی میں حاصل ہوتی ہے بلکہ وسعتِ لفظ محمد رسول اللہ کے ذکرِ تہلی سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ بواسطہ قرأتِ قرآن مجید ترقیات ان مقامات کی بے حد حاصل ہوتی ہیں۔ آگے جس مرتبہ میں پہنچے گا بواسطہ قرآن مجید پہنچے گا۔ اس جگہ سے آگے دور راستے ہیں۔ مرشدِ کامل کو اختیار ہے جس رستے سے چاہیں آگے چلائیں ایک راستہ حقائقِ الہیہ کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقت کعبہ حقیقتِ قرآن حقیقتِ صلوٰۃ سے، اور دوسرا راستہ حقائقِ انبیاء علیہم السلام کا ہے جو عبارت ہے۔ حقیقتِ ابراہیمی حقیقتِ موسوی، حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اس مسکن کو پیر و شکیبہ قبیلہ عالم نے حقائقِ الہیہ ہی کے راستے سے طے کرایا تھا اس لئے میں پہلے حقائقِ الہیہ کو ہی بیان کرتا ہوں۔

فصل در بیان حقائق الہیہ

۱۔ حقیقتِ کعبہ

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ کعبہ ^{دائرہ} حقیقتِ کعبہ سے اوپر ہیئت و حدانی میری کے اس ذات سے جو مسجود ممکنات کی ہے اس جگہ عظمت اور کبریائی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی مشہود ہوتی ہے جب فنا اور بقا اس مرتبہ پاک کی حاصل ہو جائے تو سالک اپنے آپ کو اس شان میں پاتا ہے کہ توجہ ممکنات کی اپنی طرف معلوم کرتا ہے۔ مرتبہ کمالات میں جو کمال بیرنگی مشہود تھی۔ اگرچہ وہ اس مقام میں نہیں لیکن علو نسبت باطن بیش از بیش ہے۔ حقائق انبیاء میں علو و وسعت نسبت اور بے رنگی حقائق الہیہ سے کم ہے اور اس کا بھید یہ ہے کہ چونکہ سالک کو فنا اور بقا مرتبہ ذات بحت میں میسر ہو کر متخلق باخلاق اللہ اس مرتبہ مقدسہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ قوت مدرکہ میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ ادراک نسبت فوقانی کا کرے۔ اس باعث سے بے رنگی اس مقام کی معلوم نہیں ہو سکتی کمالات میں نسبتیں ایک سی معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ نسبت کمالات کی بے رنگی کو حقائق الہیہ کی بیرنگی سے مناسبت صوری ہے جو اس سے گزر گیا ہے وہی جانتا ہے۔ سالک کو پہلی ولایتوں میں جس قدر فنا و بقا مرتبہ صفات و شیونات حاصل ہو چکی ہے اسی قدر مدرکہ میں تھی۔ بعدہ ادراک دشوار ہو جاتا ہے۔ کمالات ولایت دوسرے مرتبہ سے حاصل ہوتے ہیں اور کمالات نبوت دوسرے سے۔ آپس میں ان کو کوئی مناسبت نہیں۔ اگرچہ مناسبت صوری ہے لیکن حقیقت

میں کوئی بھی مناسبت نہیں اور بعض اکابر نے ولایت کو ظل مرتبہ نبوت کا قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں اور دریافت سے میں نے کسی امر میں اس کے درمیان نسبت نہیں پائی۔ البتہ مرتبہ کمالات کہ ان حقائق کے ساتھ ایک طرح کی نسبت ثابت ہے جیسا کہ مجدد صاحب نے فرمایا ہے کہ حقائق کو کمالات کے ساتھ نسبت امواج کی طرح کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تجلیاتِ الہی ظہورِ تجلیاتِ دائمی کا ہیں ضروری ہے کہ جو نسبت فوقانی ہے خارج مرتبہ ذات سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ لفظ امواج کا درست ہے۔ درحقیقت میری ناقص عقل میں یہ آتا ہے کہ جو چیزیں حقائق میں ظہور کرتی ہیں وہ کمالات کی نسبت سے نہیں ہیں۔ مثلاً حقیقتِ کعبہ معظمہ کے ظہور میں عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور مسجودیت ہر ممکنات کی اس ظہور میں آتی ہے کہ عقل اس کے ادراک سے لنگ اور عاجز ہے اصل حال یہ ہے کہ حصول اس مرتبہ متعالیہ کا بدوں توجہ مرشد کے متعذر ہے۔ اِلَّا اَنْ

بِسَاءَ اللّٰہ

۲۔ حقیقتِ قرآن شریف کا بیان

نیت دائرہ حقیقت قرآن اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت قرآن سے اوپر ہیئت وحدانی میری کے اس ذات سے جو نیچوں و نیچکوں ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام کی توجہ میں اس طرح دیکھا ہے کہ کعبہ کے اوپر ایک زمین ہے جس کے ذریعہ سے میں اوپر چڑھ کر حقیقت قرآن میں داخل ہوا ہوں۔ حقیقت قرآن مراد ہے۔ مبداء وسعت بیچوں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس مقام میں مشرح صدر ہو جاتا ہے اور احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں وسعت اور بے چوٹی میں اور اطلاق لفظ وسعت سے میدان تنگ معلوم ہوتا ہے اور سر شگفتہ غنیچہ دہن محبوب حقیقی کا معلوم ہوتا ہے۔ بطون کلامِ الہی کے اس جگہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر حرف کلام اللہ کا ایک دریائے بے پایاں دکھائی دیتا ہے جو موصل کعبہ مقصود کا ہے۔ قصائص مختلفہ او اوامرو نواہی قرآن مجید کے پڑھنے سے عجیب چیزیں ظہور کر کے اسرار درمیان میں آتے اور قدرت و

حکمت بالغہ حق سبحانہ، وتعالے کی ظاہر کرتے ہیں اور پسند و نصائح اور قصص و حکایات انبیاء علیہم السلام جو واسطے تفہیم عوام اور ہدایت بنی آدم اور احکام شریعت کے جو ارشاد فرمائے ہیں۔ ان سب کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ بطور ان حروف میں عجیب کیفیات اور عجیب معاملات ہیں۔ جن سے حیرت پر حیرت بڑھتی ہے اور ہر حرف سے ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے کہ اس پر دل و جان قربان کر دے۔

نہ حسنش غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہم چنناں باقی

(ترجمہ) نہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی انتہا۔ استسقا کا مرض پیاسا مرجانا ہے اور دریا ویسا ہی باقی ہے۔

قرآن مجید کے پڑھنے کے وقت قاری کی زبان حکم شجرہ موسیٰ کا رکھتی ہے۔ اس وقت حقیقت قرآن کی جو سالک کو حاصل ہوتی ہے تو تمام قالب سالک قاری کا ہی زبان معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ کی علو و نسبت مشابہ ہے ساتھ کمالات کی نسبت کے اور نسبت کمالات باوصف اس علو و وسعت کے بلکہ حقیقت کعبہ معظمہ بھی باوجود اس عظمت و کبریائی کے حقیقت قرآن کے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

۳۔ بیان حقیقتِ صلوٰۃ

نیت حقیقت صلوٰۃ یہ ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت صلوٰۃ (دائرہ حقیقت صلوٰۃ سے) اوپر ہیئت وحدانی میری کے جو کمال بے چونی وسعت سے مراد ہے۔ اس دائرہ میں کمال وسعت نیچونی حضرت ذات حق سبحانہ تعالیٰ مشہود ہوتی ہے وسعت علو اس مقام کا کیا ظاہر کیا جائے کہ حقیقت قرآن مجید ایک جزو حقیقت صلوٰۃ کا ہے۔ اور دوسرا جزو حقیقت کعبہ معظمہ اور واردات اس مقام کا بیان کیا کہہ سکتے ہیں اور اگر کہا جائے

تو کون سمجھے یہ نماز کی حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ
 تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَامْتِكْرٍ ط اس جگہ نماز کی حقیقت کے تین فرض ہیں۔
 حقیقت قرآن، حقیقت کعبہ، ارکان مخصوصہ۔ انسان پر رحمان کی طرف سے لَبَّيْكَ
 يَا عَبْدِي اور فَجِدِّي عَبْدِي کی ندا کا ظاہر ہونا۔ یہاں پر کمال وسعت ذاتِ حق
 سبحانہ تعالیٰ کی ظاہر ہوتی ہے۔ جس سالک کو اس حقیقت مقدسہ سے حصہ ملا تو ادائے
 صلوٰۃ میں وہ اس جہان سے نکل کر آخرت میں پہنچ گیا اور شبیہ رویت اخروی کی اس
 نے یہیں حاصل کر لی۔ وقت تحریمہ کے گویا کہ دونوں جہاں سے ہاتھ دھو کر ان اسرار
 حقیقتِ صلوٰۃ کو پس پشت ڈال دیا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر حضور سلطان ذی شان
 کے دربار میں حاضر ہو گیا اور ہیبت و عظمت و کبریائی حضرت جل جلالہ کے سامنے اپنے
 آپ کو ذلیل و لاشے محض جان کر محبوبِ حقیقی کے قربان ہوتا ہے اور قرأت کے وقت
 وجودِ موہوب کہ اس مرتبہ کے ہے۔ متکلم حق سبحانہ، تعالیٰ کے ساتھ ہو کر مخاطب اس
 جناب باری کل ہو جاتا ہے اس وقت لسانِ قاری کی شجرہ موسیٰ ہو جاتی ہے جیسا کہ پہلی
 حقیقت میں ذکر ہو چکا ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے تو نہایت خشوع کرتا ہے۔
 پھر زیادہ قرب سے ممتاز ہو جاتا ہے اور تسبیح میں دوسری طرف مشرف ہوتا ہے۔
 پھر واسطے حصول ایک اور نعمت کے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتا ہوا قومہ کرتا ہے۔
 یعنی حضور حق سبحانہ تعالیٰ میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور بھید اس نعمت کا یہ ہے کہ اب
 چونکہ قصد ادائے سجدہ رکھتا ہے پھر قیام سے سجدہ میں جاتا ہے۔ یہ موجب زیادتی تذل
 وانکساری ہے بہ نسبت رکوع کے۔ اب سجدہ میں گیا تو اس قرب کا جو وقت ادائے سجدہ
 کے بندہ کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بے مثل ہے جس کے
 ادراک سے انسانی عقل عاجز ہے اور یہ سجدہ ہی خلاصہ تمام نماز کا ہے۔ اسی واسطے حدیث
 شریف میں آیا ہے۔ السَّاجِدُ يَسْجُدُ عَلَىٰ قَدَمِي اللّٰهِ (ترجمہ) سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ

کے دونوں پاؤں پر سجدہ کرتا ہے۔ ۱۲۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود اسی قرب کے واسطے حکم فرماتا ہے۔ **وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** سجدہ کر اور نزدیک ہو۔ ۱۲

۷ سرور قدمش دادن ہر بار چہ خوش باشد

راز دل خود گفتن محبوب چہ خوش باشد

(ترجمہ) ہر بار اس کے پاؤں میں سر رکھنا کیا ہی اچھا ہے۔ محبوب سے اپنے دل کا بھید کہنا کیا ہی اچھا ہے۔ جب تو ہم ہوا کہ میں نے تمام مشاہدہ پایا ہے تو اس کے رفع کرنے کے واسطے پھر تکبیر کہتا ہوا یعنی اللہ اکبر من ان اعبدہ حق عبادتہ و اتقرب بہ حق قربہ ط (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا ہے کہ میں اس کی عبادت کر سکوں جیسا کہ اس کا قرب حاصل کرنے کا حق ہے۔ ۱۲

جلسہ میں بیٹھ کر سوال مغفرت کا کیا جو جرائم کہ ادائے نماز میں عدم حضور یا خطرات سے پیدا ہوئے۔ ان سے مغفرت مانگی۔ پھر زیادہ طلب قرب کے واسطے دوسرے سجدہ میں گیا۔ پھر تشہد میں بیٹھا اور شکر و تحیات بجناب باری اس قرب کے احسان پر جو ہوا ہے بجالایا اور کلمہ شہادت یہاں اس واسطے ہے کہ یہ دولت قرب الہی کی بدولت تصدیق اور اقرار توحید و رسالت کے محال ہے اور درود اس واسطے ہے کہ وقت ادائے نماز کے جو خلوت محبوب حقیقی کے ساتھ نصیب ہوئی ہے یہ خاص منصب خلت کا رکھتی ہے اور یہ منصب نصیب حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ السلام ہے۔ گویا کہ بطفیل ان کے وہ خلت یعنی خلوت اس معبود کے ساتھ طلب کرتا ہے اور جاننا چاہیے کہ سنن و نوافل بااداب تمام بجالائے کہ مکروہ و خطرات فاسد سے خالی ہوں تو حقیقت صلوٰۃ کہا میںبھی جلوہ فرماتی ہے اور حضور اور جمعیت نماز کی رکھتی ہے۔ آنکھیں بند کرنی نماز میں بدعت ہے اگرچہ واسطے حضور ہی کے جائز ہے تاہم خلاف سنت نہ کرنا چاہیے اور اگر قرآن مجید خوش خوان اور صحیح خوان ہو تو نسبت حقیقت صلوٰۃ کی اس سے بھی بہت ظہور پاتی ہے اور ظہور فوقانی اس نسبت کا ظاہر ہوتا ہے

اگر کوئی خوش خوان نہ ہو مگر صحیح خواں ہو تو بھی حقائق نماز جلوہ فرماتے ہیں یہاں تک سیر قدمی سالک کی ہوتی ہے اس سے آگے آگے سیر نظری ہے یعنی اس جگہ تک سالک اپنے آپ کو دائرہ میں داخل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آئندہ دائرے میں داخل نہیں کر سکتا۔ ایک اصل حقیقت اس نماز کے بارے میں تحقیق ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے اوزان اہل دنیا یعنی دنیا پر رہنے والوں کے ہیں کہ قیمتی اشیاء کے ذرہ ذرہ کا وزن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اوزان عالم آخرت کے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (ترجمہ) جو شخص ایک ذرہ کے برابر بھلائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ایک ذرہ کے برابر بُرائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

دعویٰ خلافت ملائکہ و مقابلہ آدم و ملائکہ

حضرت باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ بتاؤ آدم علیہ السلام کا بدن کتنے ذروں سے مرکب ہے تو حساب کرنے والے ملائکہ نے حساب کر کے عرض کیا کہ بارِ الہا! ساڑھے تین کروڑ ذرہ سے بدن آدم علیہ السلام کا مرکب ہے۔ پھر ملائکہ نے باری تعالیٰ سے یہ راز دریافت کیا کہ یا الہی اس کی اولاد زمین پر فساد و خونریزی کرے گی۔ اس کو کیوں خلیفہ بناتا ہے حالانکہ ہم تیری تسبیح و حمد پہلے ہی بیان کر رہے ہیں اس منصب کا حقدار ہم کو کیوں نہ سمجھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اور آدم کے علم اور تسبیح و عبادت و حمد کا مقابلہ کرتے ہیں جو بڑھے گا اس کو یہ منصب دیا جائے گا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے پوچھا کہ زمین کے اوپر کی چیزیں اور ان کی تاثیریں بتاؤ۔ ملائکہ نے عرض کیا۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ط جب ملائکہ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا تو پھر آدم علیہ السلام سے پوچھا تو آدم علیہ السلام نے تمام چیزوں کے نام اور تاثیریں اور جو جو چیزیں ان سے بنتی تھیں۔ سب بتلا دیں مثلاً گیہوں کی روٹی، مٹھائی، حلوہ، پراٹھا، سیویاں وغیرہ۔ اسی طرح ہر چیز سے

جو جو چیزیں بنتی تھیں سب بتا دیں۔ پھر عبادت کا مقابلہ کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایک دفعہ دل سے کہا سُبْحَانَ اللَّهِ تو آپ کے ہر ذرہ سے یہی اسم مبارک نکل کر ساڑھے تین کروڑ کی ایک تسبیح ہو گئی ملائکہ میں یہ بات نہ تھی کیونکہ وہ محض بسیط ہیں۔ ان میں دل جگر دماغ اور ان کے ذرات کہاں وہ صرف نوری پتلے ہیں ان کی فقط ایک تسبیح کہی ہوئی ہے ایک ہی رہی۔ تین کروڑ ملائکہ ہوں تو آدم کی ایک تسبیح کا مقابلہ کریں اور آدم علیہ السلام نے اکیلے ایک لحظہ میں ساڑھے تین کروڑ فرشتوں کی عبادت کر لی جس قدر ذروں سے آدم علیہ السلام مرکب تھے۔ اسی قدر ذروں سے آپ کی تمام اولاد بھی مرکب ہے خواہ چوہڑا ہو یا کوئی بھی ہو۔ بناوٹ میں کسی کی ذرہ بھر فرق نہیں۔ جب بنی آدم نے حضور الہی کے ساتھ قلب سے ایک دفعہ تسبیح ایک اسم ذات کی کی تو اس کی ساڑھے تین کروڑ تسبیح اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو گئی۔ اسی طرح نماز جو حضور الہی اور اس حقیقت کے ساتھ ہو کہ جس میں بدن کو فناء اور بقا حقیقتِ صلوٰۃ میں ہو چکی ہو تو پھر اس کی ایک نماز ساڑھے تین کروڑ ہوگی اور نماز عبادت تام ہے اور ذکر و اذکار جزوی عبادت ہے اور جو اس عبادت تام کو نہیں پہنچ سکتے۔ چودہ طبق کی عبادت ایک طرف جس میں یہ نماز نہ ہو اور یہ نماز ایک طرف ہو تو نماز بھاری رہے گی اور یہ نماز ہی امانتِ ربی ہے جو ہم کو ملی ہے جس کے اٹھانے سے زمین اور پہاڑوں نے انکار کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور ہے کہ نماز جس ہیئت مجموعی کے ساتھ انسان کو عطا ہوئی ہے بلکہ اس کی جامعیت کے ویسی تمام مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں ہوئی کیونکہ انسان کے سوا باقی تمام مخلوقات نماز کے تمام ارکان ادا کرنے پر قادر نہیں۔ مثلاً چوپائے جانور ہمیشہ رکوع میں رہتے ہیں قیام و سجود نہیں کر سکتے اور کل نباتات ہمیشہ قیام میں رہتی ہیں رکوع و سجود نہیں کر سکتیں اور پیٹ کے بل چلنے والے جانور ہمیشہ سجدے میں رہتے ہیں۔ قیام و رکوع نہیں کر سکتے۔ غرض کہ اسی طرح ہر ایک مخلوق نماز کا ایک ایک رکن ادا کر سکتی ہے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے خاص انسان کو ہی عطا فرمائی ہے کہ ساری مخلوق کے ارکان اکیلا ہی ادا کر دے۔

اسی واسطے تمام مخلوق نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا کیونکہ سب جانتے تھے کہ اس کے ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ دوسری اور مخلوقات میں قلب نہیں کہ جس میں بار کے ساتھ ملنے کا جوش اور ذوق و شوق ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس خاکی پتلے نے بھی حق خلافت ادا کر کے دکھا دیا کہ جو کام تمام مخلوق سے پورا نہیں ہوتا تھا وہ اس اکیلے نے پورا کر دیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی

پر فرشتوں سے نہ ہوا جو کام ہے انسان کا

معبودیت صرف

نیت دائرہ معبودیت صرفہ کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے معبودیت صرفہ ^{دائرہ} معبودیت صرفہ سے اور پرفت نظری میری کے ذات بحت سے۔ اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ مقام عابدیت میں تھا جب ہادی برحق اس میں توجہ دیتا ہے تو ایسا کشف ہوتا ہے جیسا کہ یہ مقام عالی ہے بلند بیرنگی بہت ظاہر ہوتی ہے سالک ہر چند اس دائرے میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر یہ اس کو میسر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معبودیت صرفہ محضہ ہے اس میں گنجائش قدم کی کیونکہ ہو مگر نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے۔ ”نظر ہر کجا تماشائے کند“ یعنی نظر جس کا تماشائے دیکھے دیکھ سکتی ہے۔ ۱۲

اور سر کلمہ لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ کا یہاں ظہور پاتا ہے۔ فی الحقیقت حق عبادت کسی قسم کا ہو سوائے ذات مجرورہ کے کسی کو نہیں۔ ممکنات کو کیا لیاقت ہے کہ اس مرتبہ میں شریک ہو۔ هُوَ كَانَتْ مَنْ كَانَتْ حَقِيقَتِ شَرِكِ ذَاتِ الْإِلَهِيَّ اس جگہ نہیں رہتی بلکہ بیخ و بن اس جگہ اکھڑ جاتی ہے۔ سیر حقائق الہیہ کی اس جگہ تک تھی۔ آگے حقائق انبیاء علیہم السلام کا

بیان ہوگا۔

فصل در بیان حقائق انبیاء علیہم السلام

اب حقائق انبیاء علیہم السلام بیان کی جاتی ہیں جو عبارت ہے حقیقتِ ابراہیمی، حقیقتِ موسوی، حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حقیقتِ احمدی علی خاتمہم اولاً وجمعہم ثانیاً الصلوٰۃ والسلام نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو منشاء حقیقتِ ابراہیمی ہے۔ اس مقام کے بہت سے انوار اسرار ہیں۔ اس عالی مقام میں خاص انس اور خلوت جو مخصوص بحضرت ذات سبحانہ کے ہوتی ہے۔ ظاہر ہو کر خلت اس حضرت کی اور عظمت سالک کو معلوم ہوتی ہے اس عالی مقام میں جو کیفیت حاصل ہوتی ہے وہ دوسرے مقامات میں کیفیت و خصوصیت حاصل نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ فضل جزوی ہوتا ہے اور اس مقام میں محبوبیت صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقتِ محمدی و احمدی میں ذاتی ہے اور اس عبارت کے یہ معنی ہیں جیسا کہ ذات متعالیہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے پہلی قسم حقیقتِ محمدیہ و احمدیہ ہے اور دوسری کا نام خلت و حقیقتِ ابراہیمی ہے۔ محبوبیت صفاتی مثل خدو خال قدو عارض ہے۔ اس وجہ سے اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں بخلاف ذاتی محبوبیت کے۔ جس کا بیان آگے اس کے محل پر ہو گا کہ اس منصب کے مقام عالی ہیں۔ جب میں نے اس میں توجہ کی تو خصوصیت اپنی حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ ہوتی ہوئی معلوم ہوئی میں نے حضور پر نور قبلہ عالم سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہم کو بھی خصوصیت حضرت خلیل علیہ السلام کے ساتھ ہو گئی تھی مگر ہم حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے حضرت خلیل علیہ السلام کی خلت بھی حقیقتِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے تو سالک کو چاہیے کہ سوائے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے ایسی خصوصیت کے ساتھ غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ حالت بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اگر ذرا بھی متوجہ کی غیر کی طرف ہوگی تو منصب سے گر جائے گا۔ اس مقام میں سالک کو بخود ہی حضرت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ سوائے ذات کے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ اسماء ہوں یا ظلال، مزارات، مشائخ کرام ہوں یا ارواح طیبہ ملائکہ کرام۔ اس کو استعانت غیر خدا سے خوش نہیں لگتی اس کو یہ واردات رہتی ہے رَبِّيْ اَعْلَمُ بِمَا لِيْ مِنْ سَوَالِيْ (ترجمہ) میرا پروردگار میرے حال کو میرے سوال کی نسبت زیادہ جانتا ہے۔ ۱۲۔ صلوة ابراہیمی اس مقام میں بہت فائدہ بخشتی ہے جو نماز پڑھی جاتی ہے آگے اس سے دائرہ محبت صرفہ یعنی حقیقت موسوی کا ہے۔

دائرہ
حقیقت موسوی
علیہ السلام

حقیقت موسوی

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقت موسوی سے اور پھیلتا وحدانی میری کے اس ذات سے جو منشا حقیقت موسوی کا ہے۔ اس مقام کی کیفیت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوتی ہے اور محبت اللہ تعالیٰ کی جو واسطہ ذات اپنی کے ہے اور حقیقت موسوی سے یہی مراد ہے یہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں بعض اکابر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبوبیت ثابت کی ہے۔ اور ان بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ یہ محبوب خدا کے ہیں۔ ہم ملتے ہیں کہ مرتبہ نبی اولوالعزم اور رسالت کا بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ انبیائے کرام محبوب حق سبحانہ تعالیٰ ہوتے ہیں اور محبوبوں کو اجتناب ہوتا ہے یہ ہمارے منافی نہیں کیونکہ امام الطریقیت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تابعین نے محبوبیت ذاتی حقیقت احمدیہ کو قرار دیا ہے۔ محبوبیت ذاتی اور صفاتی میں فرق معلوم کر لو کہ کیا ہوتا ہے۔ اس مقام کی خصوصیات یہ ہیں جب حقیقت موسوی کا فیض وارد ہوتا ہے تو بعض طبائع سے بیباختہ لفظ رَبِّ اَمْرِيْ اَنْظُرْ اَيْتِكَ (ترجمہ) اے میرے پروردگار تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھاتا کہ میں تیری طرف دیکھوں، نکلنے لگتا ہے اور بعض متحمل ہوتے ہیں برداشت کر لیتے ہیں مگر جن طبائع میں جوش ہے ان سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ یہ مقام عالی ہے اس میں ظہور ایسے الفاظ کا کم ہونا مناسب ہے تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ اس مقام میں ظہور محبت ذاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے نشان بیماری

واستغنا کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ بظاہر اجتماعِ ضدین ہے۔ مگر یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حالات وارد ہونے کے وقت کا ذکر ہے یعنی جب آپؑ پر اس کی حقیقت وارد ہوتی تھی تو ایسے لفظ اس وقت زبان مبارک سے نکلتے تھے جو عام لوگوں کو گستاخانہ معلوم ہوتے تھے۔ فی الحقیقت یہ ضدان حالات میں ہے کہ گاہے ایک حال ہے گاہے دوسرا حال۔ اس مقام میں ترقی بخش درود یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَعَلٰی جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰی كَلِمِكَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حقیقتِ محمدی نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حقیقتِ محمدی سے کہ عبارت ہے محبت و محبوبیت ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر اور پرہیت و حدانی میری کے۔

دائرہ
حقیقتِ محمدی یا
محبوبیت

جب اس مرتبہ مقدسہ میں فنا و بقا ہو جاتی ہے تو اتحادِ خاص حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیسر ہو جاتا ہے اور لطفیل سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سالک اس مرتبہ میں پہنچتا ہے اگر اس مقام کے راز بیان کئے جائیں تو فتنہ جاگ اٹھے۔ رفعِ توسط کے بعض اکابر قائل ہو گئے ہیں۔ اس قدر فنا ذاتِ مقدسہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتی ہے کہ ہمکنار و ہم آغوش بسترو یک رنگ ہو جاتا ہے۔ یہ اجتنابِ الہی کہ خاصہ جنابِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے سالک کو نصیب ہو جاتا ہے اور بھیدِ کلام حضرت امام الطریقیت مجددِ صاحبِ رضی اللہ عنہ ظاہر ہو جاتا ہے جو فرمایا ہے کہ میں اللہ جل شانہ کو اس واسطے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اس مقام میں جمیع امور جزئی و کلی دینی و دنیوی میں مناسبت و مشابہت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے اور مجددِ صاحبِ رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے موافق علمِ حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبتِ کلی ہو جاتی ہے کہ اس مقام میں آپ نے اسی کی ترغیب فرمائی ہے۔ اگر سالک اہل علم نہ ہو تو اس مقام میں ترغیب کثرتِ درود خوانی ہونی چاہیے کیونکہ یہ بھی وہی حالت کہ دیتی ہے جو تعلیمِ حدیث سے ظہور میں آتی ہے۔ یہ مقام

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقتِ احمدیہ بعینہ حقیقتِ کعبہ ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ حقائق الہیہ سے ہے اور حقیقتِ احمدیہ حقائقِ انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سیر نظری اس مقام کی کھلی تو معلوم ہوا کہ فرمانِ امام ربانی رضی اللہ عنہ عین صحیح و درست ہے کیونکہ درحقیقت کعبہ میں جو کبریائی اور عظمت ہے۔ یہ بھی خاصہ محبوبیت کا ہے اور محبوبیت و سجدیت یہ دونوں شیونات آنحضرت حقیقتِ احمدیہ کے ہیں اور میرے پیروستگیر کو اس مقام میں ایک شان خاص عنایت تھی۔ اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے جیسی کہ خلتِ محبوبیت صفاتی ہے محبوبیت کے معنی یہ ہیں یعنی محبوبیت ذاتی وہ ہوتی ہے کہ محبوب کو قطع اس کے صفات مثل خدو خال اور قد و لباس وغیرہ کے خود اس کی ذات کو پیارا رکھنا۔ کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے تمام نقش و نگار کی موجب ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

شاہد آں نیت کہ موئے و میانے دارد بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

(ترجمہ) معشوق وہ نہیں ہے کہ جس کے بال دلفریب اور جس کی کمر پتلی ہو ہم تو اس کی خوبصورتی کے غلام ہیں جو کوئی ادا رکھتا ہو۔ ۱۲۔ اس جگہ درود یہ فائدہ دیتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّمَّا تَعَلَّفَ اَلْفَ مَرَّةٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ وَ صَلِّ عَلَيِّهِ ۝

نیت اس کی اس طرح ہے کہ فیض آتا ہے دائرہ حب صرفہ (دائرہ حب صرف ذاتیہ) ذاتیہ سے اوپر بہت وحدانی میری کے اس جگہ کمال علو اور

بزرگی باطن نسبت میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ بہت قریب ساتھ ذات اور لائقین کے ہے اور یہی مقام مخصوصہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حق میں ثابت نہیں ہوتا اور نزدیک امام ربانی رضی اللہ عنہ کے اول تعین جو حضرت لائقین کو لاحق ہوا ہے تعین حب صرفہ ہی ہے۔ انہوں نے تعین اول کو ہی حقیقتِ محمدیہ قرار دے کر بعد اس کے مرتبہ لائقین کو ذات

پر بولا ہے۔ یہ مقام بھی خاصہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اس میں سیر قدمی نہیں ہوتی۔ مگر نظر بھی کہاں تک کام کرے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

(ترجمہ) نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول بیشمار۔ تیری بہار کے پھول چھنے والے دامن ہی شکایت رکھتا ہے۔ ۱۲

یہاں تک سلوک ہے۔ آگے جو دائرے ہیں وہ سلوک سے علیحدہ ہیں۔

سیف قاطع | اس دائرہ کا نام اس واسطے سیف قاطع ہے کہ سالک جب اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو مانند شمشیر قطع کرنے والی کے سالک اپنی ہستی کو نیست و نابود کر لیتا ہے۔ یہ دائرہ نام و نشان اس کا چھوڑتا نہیں۔

دائرہ قیومیت | یہ دائرہ اگرچہ راہ سلوک میں واقع ہے مگر طریقہ اولیاء اللہ کا توجہ دینا اس پر نہیں ہے وجہ یہ کہ دائرہ منصب اولوالعزم ابنیاء علیہم السلام کا ہے جو کہ یہ منصب عظیم الشان نصیب اس امت مرحومہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بعض فرزندوں اور خاص خلفاء کو عطا فرمایا ہے اور یہ محض مشیت ایزدی سے متعلق ہے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ یہ منصب دے دے۔ اس کے اسرار و عجائبات بیان میں نہیں آسکتے۔

فیض روح القدس اربا ز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچه مسیحا می کرد

(ترجمہ) روح القدس کا فیض اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہی کام کرنے لگیں جو مسیحا کیا کرتے تھے۔ ۱۲

دائرہ حقیقت صوم | دائرہ حقیقت صوم محاذی حقیقت قرآن کے ہے اور اس کے انوار و اسرار بھی اسی حقیقت

کے متعلق ہیں۔

فصل در بیان طریقہ بیعت

طریق بیعت کے اہل اسلام کے صوفیائے کرام میں مختلف ہیں۔ بعضے بال کرتے ہیں۔ بعضوں میں مقال میں پانی ڈال کر ایک طرف پیر ہاتھ رکھتا ہے اور ایک طرف مرید۔ ان سب کا ثبوت شریعت بیضا میں ہے اور کئی طریق ان کے سوا ہیں مگر جن کی مہارت طرق اربعہ میں چلی آئی ہے وہ ہاتھ پیر ہاتھ رکھنا یا ہاتھوں میں ہاتھ لے لینا ہے نقشبندیہ سلسلہ میں یہ معمول ہے کہ پیر مرید کے دونوں ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے ایسی صورت ہو جاتی ہے جیسے دونوں نے آپس میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ہے اس وقت پیر مرید سے کہے کہ توبہ کر تمام گناہوں سے ظاہری باطنی گناہوں سے۔ مرید کہے کہ میں نے توبہ کی تمام گناہوں ظاہری و باطنی سے۔ پھر پیر کہے مرید سے کہہ **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ** تو مرید یہ الفاظ کہے بحضور قلب اس کے بعد پیر کہے **پڑھ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَسْتَهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَّرَسُوْلُهُ** اور مرید پیر کے کہنے کے سے کلمہ شہادت کو پڑھے۔ پھر پیر فرمائے یہ بیعت خاندان نقشبندی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منظور ہے یا نہیں۔ تو پیر خود کہے کہ کہہ مجھے منظور ہے۔ اسی طرح پھر دو بارہ استغفر اللہ اور کلمہ شہادت پڑھا کر طریقہ قبول کرائے۔ تیسری دفعہ بعد استغفار بجائے کلمہ شہادت فقط کلمہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھا کر طریقہ منظور کرائے جب تین دفعہ کراچکے تو الحمد شریف سالم ایک دفعہ **قُلْ شَرِيْفٌ سَالِمٌ تِنٍ دَفْعُهُ** اور آلم سے **تَامُفْلِحُوْنَ** ایک دفعہ اور آیت **اِنَّ الَّذِيْنَ يُّبَايِعُوْنَكَ اِنَّهَا يُّبَايِعُوْنَ اللّٰهَ بِيَدِ اللّٰهِ**

فَوْقَ اَيْدِيهِمْ فَمَرًا نَكَتَ فَاِنَّمَا يَنْكُتُ عَلٰى نَفْسِهِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَاَسْوٰتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ط ایک دفعہ بڑھ کر مرید کے قلب اور منہ کی طرف پھونک دے اور ہاتھ چھوڑ دے اور شیرینی کی قسم سے جو کچھ ہو اس میں سے تھوڑی سی لیکر اور اس پر صَلَّٰتِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تین دفعہ اور سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيْمٍ ط تین دفعہ بڑھ کر پھونک دے اور مرید کو اپنے ہاتھ سے کھلا دے۔ اگر مرید مرد ہے۔ اور اگر عورت ہے تو اس کے ہاتھ میں دے اور وہ خود کھالے۔ پھر تلقین طریقت کرے۔ یہ طریقہ جو بیان کیا گیا ہے مردوں کے واسطے ہے۔ اگر عورت مرید ہونے لگے تو پیر کو چاہیے کہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ بلکہ عورتوں کو دور بٹھا کر اپنے عامہ یا چادر کا پلہ اس کے دونوں ہاتھوں میں پکڑا دے اور اس کو بھی ویسی ہی تلقین و توبہ و استغفار کرائے جیسا کہ ہم مردوں کے واسطے اوپر لکھ آئے ہیں۔ اگر بیعت کے وقت ہجوم زیادہ ہو تو پیر اپنی چادر یا عامہ دور تک پھیلا دے اور ان سے کہے کہ سب پکڑ لو اور ان سب کو پکڑا کر سب کو ایک ہی دفعہ تلقین توبہ و استغفار کرے اور تلقین شہادت کر کے بدستور طریقہ منظور کرائے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ لیکن مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے۔ بلکہ مردوں کی جماعت کو علیحدہ بیعت کرے اور عورتوں کی جماعت کو علیحدہ۔ تاکہ پردہ قائم رہے اور مناسب یہی ہے اور یہی بزرگوں کا معمول ہے کہ پیر اپنے اور بیعت ہونے والی عورتوں کے درمیان چار پائی کھڑی کرالے یا کسی اور طریقہ سے پردہ کر کے پھر بیعت کرے اور اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ عورتوں کو تنہائی میں بیعت نہ کرے۔ بلکہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کر لے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہے۔

فصل در بیان نزول سلوک

جب سالک یہ سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے اوروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے پھر وہی سبق جو قلب کا مہتمم شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ایک ذکر سے خواہ اسم ذات کرے یا لفظی اثبات یا تہلیلی یا درود شریف تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ مغرب کے بعد گردان تمام مقامات کی کرتا رہے یعنی ولایتِ صغریٰ سے لیکر تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا ہوا جہاں تک ہو سکے روزمرہ بلاناغہ کیا کرے جو مقام رہ جائے تو پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔ یہاں پہنچ کر سالکوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مستہلکین دوسرے راجعین الی الدعوة۔ مستہلکین وہ ہوتے ہیں جو ذات میں ہلاک ہو گئے اور جمالِ الہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے وہ انشرف ہیں اور دوسرا گروہ راجعین الی الدعوة کا ہوتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے اور میرے بندوں کو اسی راستے سے جس سے کہ تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور لوگوں سے احتیاط کرو۔ تمہارا مشاہدہ اب تو بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی طرف سے ہوگی۔ کیا وجہ کہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب مریدوں کو اللہ کی طرف دیتا ہے اور اسی تعلیم میں اپنا مشاہدہ اللہ تعالیٰ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس صورت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعثِ مشاہدہ ہو جاتا ہے اور سالک کامل اس وقت محفوظ ہو جاتا ہے یعنی حفاظتِ الہی اس پر نازل ہو جاتی ہے گناہوں کی اس میں طاقت نہیں رہتی۔ بے اختیار اس سے موافق شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افعال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ سلوک ختم کرنے سے پہلے عبادت نفع معرفت کا نہیں دیتی بلکہ

خطرہ تھا کہ شیطان لعین جو عدو انسان قدیمی ہے دھوکا دے کر راہِ راست سے نہ ہٹا دے مگر جب سلوک پورا کر لے تو تھوڑی سی عبادت بھی اس راہِ راست سے کہ نفل اولیاء اللہ میں آکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے محبوبوں کی لڑی ہے مبرکت خواجگان کوئی خطرہ اولہ خلل نہیں رہتا۔

۷ دیوے نالوں دیوا بالن ہیرگا بڑا سوکھالا

نویں سرے کوئی دیوا بالے ہوندا بڑا کشالا

اے سالک بعد طے سلوک اب بیشک تیرے مجاہدہ اور عبادت کا وقت ہے سلوک سے پہلے نہیں تھا اگر پہلے سلوک سے عبادت و مجاہدہ تو نے کیا تو مشاہدہ نہیں ہوگا۔ ہمت ہار بیٹھے گا بلکہ تیرے دل میں یہ سما جائے گی کہ عبادت میں کچھ بھی نہیں۔ پھر دنیا کے کاموں میں پڑ کر آخرت کی نعمت سے محروم رہے گا۔ یہ شیطان انسان کا جدی دشمن ہے۔ یہ ہمیشہ یہی چاہتا رہتا ہے کہ جس طرح ہو سکے انسان اپنے مطلب کو نہ پہنچ سکے۔

قصہ ایک حاجی کا

بزرگوں نے ایک حاجی کا قصہ نقل کیا ہے کہ وہ بہت دُور دراز سے حج کرنے چلا جب جدہ پہنچا تو بیمار ہو گیا اور سخت غشتی لاحق ہو گئی جب کسی وقت ہوس آتا تو شوقِ الہی میں رونا اور نعرے مارتا کہ یا الہی میں ایک دفعہ تیرے خانہ کعبہ کو دیکھ لیتا اور تیرے حضور میں احرام باندھ کر بیٹک پکارتا۔ غرضیکہ ایسے جوشِ محبت سے درد و سوز والے کلمات میں اس کا کچھ وقت گزرا تو اچانک ایک نے آکر کہا کہ اے حاجی! تو رو نہیں۔ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ۔ میں تجھ کو ایک لمحہ میں بیت اللہ شریف پہنچا دیتا ہوں۔ حاجی بہت خوش ہوا کہا الحمد للہ علی احسانہ مراد برآئی۔ حاجی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور اس نے اڑا کر اچانک خانہ کعبہ میں پہنچا دیا۔ حاجی خوش ہوا اور اس سے پوچھا کہ اے بزرگ تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے؟ اگر میں یہ واقعہ

لوگوں سے بیان کروں تو تیرا منصب لوگوں کو کیا بتاؤں۔ اُس نے کہا بس یہ نہ پوچھو۔ اگر میں نے بتا دیا تو تو بہت غمگین اور نادام ہوگا۔ اسی طرح چپ چاپ رہنے دے۔ حاجی نے کہا کہ نہیں ضرور بتلا ہی دو۔ جب حاجی صاحب اس کے سر ہو گئے اور بہت ہی اصرار کیا تو اس اڑالے جانے والے نے کہا کہ شیطان الرجیم جس کو ملعون کہتے ہو وہ ہوں۔ حاجی نے حیران ہو کر کہا کہ تیرا تو یہ کام تھا نہیں تو تو کعبہ سے ہٹنے والا ہے نہ کہ ملانے والا۔ تجھ سے یہ کام کس طرح سرزد ہوا۔ شیطان نے کہا کہ جب تو نے جدہ میں نعرے اور فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ فریاد منظور فرمائی اور حکم دیا کہ اگر یہ حاجی یہاں رستے میں فوت ہو جائے تو ملائکہ قیامت تک جو حج ہوں ان کا ثواب نامہ اعمال میں لکھتے رہیں اور ہر سال حج کے وقت اس حاجی کا نائب مقرر ہو کر حج کرتا ہے اور ثواب اس حاجی کو ملتا ہے۔ جب یہ منادی میں نے سنی تو مجھے حسد ہوا کہ ایک آدمی اس قدر لاکھوں حجوں کا ثواب مفت لے جائے گا میں دوڑا اور تجھ کو یہاں پہنچا دیا۔ اب صرف ایک ہی حج کا ثواب ملے گا اور جو قیامت تک کے حجوں کا ثواب ملتا وہ نہ ملے گا۔ یہ بات سن کر حاجی دھاڑیں مار کر رویا اور کہا ہائے افسوس! اگر مجھے یہ خبر ہوتی تو تجھے ہاتھ نہ لگاتا اسی جگہ پڑا جان دے دیتا۔

سوائے عزیز! یہ خوب طرح جان لے کہ یہ لعین ہر وقت انسان کے پیچھے لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ مرتبہ نہ لے جائے اور ہر طرح سے دھوکہ اور فریب دے کر انسانوں کو بھلے اور نیک کاموں اور صحبت اولیاء اللہ سے پھیرتا رہتا ہے تاکہ ان کو مراتب آخرت نہ حاصل ہوں۔ یہ مردود ہر طرح سے خطرے دیتا ہے کہ فقیروں اور فقیری میں کیا رکھا ہے؟ یہ سب مفت میں کھانے کے ڈھنگ ہیں اور کچھ بھی نہیں اور صد ہا طرح کے وسوسے و خطرات ڈالتا رہتا ہے کبھی اس حج کرانے کی طرح یہ کہتا ہے کہ میاں نماز روزے سے کیا لینا ہے؟ حرام حلال میں فرق رکھو بس یہی بہت ہے۔ جب یہ لعین بہت ہی لاچار ہوتا ہے تو پھر حاجی کی طرح نماز میں مشغول اور ہوشیار کرتا ہے تاکہ کسی بڑے مرتبہ سے رہ جائے۔ اے سالک! جہاں تک ہو سکے اس کے خلاف کر۔ اگر یہ عبادت میں لگائے تو وہ بھی نہ کر۔ کیونکہ یہ عبادت

بھی کسی فساد کے واسطے یا تجھ کو کسی بڑی نعمت سے محروم کرنے کے واسطے تجھ سے کرائے گا۔
کسی نے خوب کہا ہے۔

آکھے نفس نہ لگ بھراوا بھاویں نفل پڑھاوے
اس کتے دا کیہہ بھروا سامت کھوہے وچ پاوے

فائدہ

سوال : مرید پیر کے مقامات حاصل کر سکتا ہے ؟

جواب : مرید پیر کے مقامات کو حاصل کر سکتا ہے لیکن حصول اور وصول میں بڑا فرق ہے

مرید کو پیر کے مقامات کا حصول تو ہو جاتا ہے مگر وصول یعنی ان مقامات میں پہنچ کر ان کا مالک

بن جانا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے چاہے وصول سے بھی مشرف فرمادے۔ اس کی آسان

سی مثال یہ ہے کہ مقامات مجددیہ کا حصول آپ کے سلسلہ میں تمام خلفاء کو ہوتا چلا آیا ہے

اور ہوتا چلا جائے گا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سب کے سب مجدد بھی بن جائیں۔

یعنی یہ ضروری نہیں کہ ان کو مقام و منصب مجددیت میں بھی وصول ہو جائے جیسا کہ کوئی

بادشاہ کے دیوان خاص اور تخت و محلات شاہی کی سیر کرے لیکن وہاں ٹھہرنے سکے تو ظاہر

ہے کہ اس کو ان میں وصول نہیں ہوا یعنی ان کا مالک نہیں بنا۔ اسی طرح پیر کے مقامات

مرید حاصل کر سکتا ہے کہ دور سے سیر کر لے۔ باقی رہا وصول یعنی مالک بن جانا یہ سب

کو متیسر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ جسے چاہے دے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

مبارک و معاد کے صفحہ ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ مریداں را آگاہ ہست کہ ایں توہم در حق خود پیدا شود

و حصول مقامات پیراں ایثاں را در تخیل مساوات اندازد۔ حقیقت معاملہ

ایں ست کہ مذکور شد کہ حصول مساوات بر تقدیر وصول باں مقامات

است۔ نہ بر تقدیر حصول آں مقامات کہ حصول طفیل است۔ این جا کہے
گمان نکند کہ مرید مساوی پیر خود نباشد نہ چنین است بلکہ مساوات مجوز است
بلکہ واقع لیکن فرق در میان حصول آں مقام و وصول بآں مقام بسیار دقیق است
ہر مرید بایں دولت ہتد نیست۔ کشف صحیح و الہام صریح دریں فرق درکار
است۔ واللہ سبحانہ، الملمہم بالصواب والسلام علی من اتبع الہدی۔

(ترجمہ)

جاننا چاہیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مریدوں کو یہ وہم اپنے حق میں پیدا ہو جاتا ہے
اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو مساوات یعنی برابری پیر کے خیال میں ڈال دیتا
ہے حالانکہ حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوئی کہ حصول مساوات کا دار و مدار ان مقامات
میں واصل ہونے پر ہے نہ کہ ان کے مقامات کے حصول پر کیونکہ حصول طفیلی ہے۔ اس جگہ کوئی
یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں بلکہ مساوات جائز ہے۔ بلکہ
واقع۔ لیکن فرق اس مقام کے حصول اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک ہے
ہر مرید اس دولت سے مشرف نہیں ہے۔ کشف صحیح اور الہام صریح اس فرق کو معلوم کرنے
کے واسطے ضروری ہے۔

در بیان حقوق پیر و آزار پیر

حقوق پیر اور آزار پیر کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-
 باید دانست کہ حقوق پیر ساثر ارباب حقوق است بلکه نسبت ندارد. حقوق
 پیر بحقوق دیگران بعد از انعامات حضرت حق سبحانہ و احسانات رسول او
 علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ پیر حقیقی ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ و آلہ وسلم۔ ولادتِ صوری ہر چند از والدین است اما ولادتِ معنوی
 مخصوص بہ پیر است۔ ولادتِ صوری را حیات چند روزہ است و ولادتِ
 معنوی را حیات ابدی است۔ نجاسات معنویہ مرید را پیر است کہ لقلب و
 روح خود کناسی مے نماید و تطہیر اشکنبہ اومی فرماید۔ در توجہات کہ نسبت
 بہ بعضی مستر شدان واقع می شود محسوس می گردد کہ در تطہیر نجاسات باطنیہ
 ایشان تلوٹے بصاحب توجہ نیزی دود و تا زمانے مکدر می دارد۔ پیر است
 کہ بتوسل او بخدای رسد عزوجل کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ است
 پیر است کہ بوسیله او نفس امارہ کہ بالذات خبیث است مزکی و مطہری گردد
 و از امارگی باطمینان می رسد و از کفر جلی باسلام حقیقی مے آید۔ مصرع
 گم بگوئم شرح این بے حد شود

پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست و تفاوت خود را در رد او
 نعوذ باللہ سبحانہ من ذالک، رضائے حق سبحانہ، را در پس رضائے پیر مانده
 اند۔ تا مرید در مرضی پیر خود را گم نسازد بر ضیات حق سبحانہ، نرسد آفت

مرید در آزار پیر است۔ ہرزلتے کہ بعد آں باشد تدارک آں ممکن است
 اما آزار پیر را نہیچ چیز تدارک نتواں نمود۔ آزار پیر یخ شقاوت است
 مرید را عیاذاً باللہ سبحانہ من ذالک۔ خلیے در معتقدات اسلامیہ و فتویے
 در اتیان احکام شرعیہ از نتائج و ثمرات آں است۔ از احوال و مواجید کہ
 بباطن تعلق دارد۔ چہ گوید و اثرے از احوال اگر باقی ماند از استدراج باید
 شمرد کہ آخر بخرابی خواهد کشید۔ وغیر از ضرر نتیجہ نخواهد داد۔ والسلام علی من
 اتبع الهدی۔

(ترجمہ)

جاننا چاہیے کہ پیر کے حقوق تمام اہل حقوق سے بالاتر ہیں بلکہ پیر کے حقوق کے مقابلہ
 میں دوسروں کے حقوق کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ جل جلالہ کے انعامات اور فخر و عالم
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کے بعد پیر ہی کے حقوق ہیں بلکہ سب کے پیر
 حقیقی رسول اللہ ہی ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدنی پیدائش ہر چند کہ والدین سے ہے
 لیکن باطنی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بدنی پیدائش کی زندگی چند روزہ ہے اور
 باطنی پیدائش کے لئے حیات ابدی۔ مرید کی باطنی پلیدیوں کو پیر ہی ہے جو اپنے قلب و روح سے
 خاکروب کی طرح دور کرتا اور اس کے بدن کو پاک و صاف کرتا ہے۔ توجہات کے اندر جو کہ
 بعض مریدوں کے بارے میں وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ مریدوں کی باطنی نجاستیں
 دور کرنے کے اندر قدرے تلوث صاحب توجہ پیر پر بھی دوڑ کر پہنچتا ہے اور ایک عرصہ تک
 مکدر رکھتا ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو کہ تمام دنیوی
 و اخروی سعادتوں سے بالاتر ہے۔ پیر ہی ہے کہ جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو کہ بالذات
 خبیث ہے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور کفر جہلی
 (پیدائشی) سے اسلام حقیقی کی طرف لوٹ آتا ہے۔

مصرع :

جو کہوں اس کی شرح بے حد ہو

پس اپنی سعادت کو قبولیتِ پیر کے اندر جانا چاہیے اور اپنی شقاوت کو اس کے رد کر دینے کے اندر میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا میں گم نہیں کرے گا۔ مرضیاتِ حق سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی آفت آزار پیر ہی کے اندر منحصر ہے۔ مرید ہونے کے بعد جو لغزش بھی وقوع میں آئے علاج اس کا ممکن ہے لیکن آزار پیر کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ آزار پیر بد بختی کی جڑ ہے مرید کے لیے۔ اللہ سبحانہ، اس سے محفوظ رکھے۔ عقائدِ اسلامیہ میں خلل اور احکامِ شرعیہ بجالانے میں فتور پڑ جانا یہ اس کا پھل اور نتیجہ ہے۔ احوال و مواجید جو کہ باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کی نسبت تو کیا کہا جائے اور باوجود اس کے اگر احوال میں سے کچھ اثر باقی رہ جائے تو اس کو استدراج میں شمار کرنا چاہیے جو کہ آخر میں خرابی تک پہنچائے گا اور سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ نہ دے گا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

بد اعتقادی پیر کے بیان میں

اسی مضمون کے متعلق معمولاتِ مظہریہ کے صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ طالبین مولانا کی صحت عقیدت کے واسطے درج کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر دوستوں یعنی اپنے مریدوں کی کسی لغزش اور تقصیر سے ناامید نہیں ہوتا مگر دو چیزوں سے ایک دُنیا داروں سے میل جول۔ دوم پیر کے ساتھ بد اعتقادی۔ کیونکہ یہ دونوں مہلک اور لاعلاج بیماریوں میں سے ہیں۔ حضرت ابو جعفر امیر ماہ بھڑاچی رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ المملووب فی عشق المحبوب میں فرماتے ہیں ”اے عزیز پناہ بخدا۔ اگر سالک دل سے مُنہ پھیر لے اور اس راستہ کی محنتوں کو نہ برداشت کرے اور دنیا میں مشغول ہو جائے یا دل کو بہشت کے بناؤ سنگار کی طرف لگا دے اور اسی کی رغبت کرنے لگے تو سمجھ لو کہ اس کو عشق سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسکے کام میں لغزش پیدا ہو گئی ہے اور اس راستہ کی لغزشوں کی سات قسمیں ہیں۔ اول اعراض یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُنہ پھیر لینا اور وہ شدت محنت و بلا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دوسرے حجاب اور وہ دنیا و آخرت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ تیسرے تفصل یعنی جدائی اور وہ طبائعِ سفلی کی لذتوں میں مشغول ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے۔ چوتھے سلب مزید یعنی زائد انعامات کا چھین جانا اور وہ غیر خدا جل شانہ کی طرف مشغول ہونے سے وقوع میں آتا ہے۔ پانچویں سلب قدیم یعنی انعاماتِ اصلیہ کا چھین جانا اور وہ سستی دل کی وجہ سے وقوع میں آتا ہے اور اس وقت میں ممکن ہے۔ طالبِ عبادت ہی نہ کر سکے۔ چھٹے تسلی اور وہ غفلت ہے (جیسی کہ عوام کا لانا عام کو ہوتی ہے۔ ساتویں عداوت یعنی دشمنی اور وہ دل کی صفت کو نفس کے تابع کر دیتا ہے پس جب دل نفس کی صفت پر ہو گیا تو ظاہر ہے کہ نفس جل جلالہ کا دشمن ہے پس لامحالہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے گی۔ ان قسموں کی مثال ذرا وضاحت کے ساتھ سنئے۔ اعراض کی

مثال یہ ہے کہ جیسے عاشق و معشوق کے درمیان اگر عاشق کی طرف سے کوئی حرکت ناپسندیدہ ظہور میں آئے تو ضرور ہے کہ معشوق اس سے روگردانی کرے گا یعنی منہ پھیر لے گا پس عاشق کیلئے واجب ہے کہ فوراً استغفار اور معذرت میں مشغول ہو جائے تاکہ معشوق اس سے راضی ہو کر روٹے تو جو اس کی طرف کر لے۔ اگر وہ دوست اسی خطا پر قائم رہے گا اور اس کی معافی نہ چاہے گا تو وہ اعراض سے حجاب تک پہنچ جائے گا کہ معذرت میں کوشش کرے اور توبہ کی طرف متوجہ ہو۔ اگر اس بارہ میں بھی تقصیر کرتا ہے تو وہ حجاب تھما لیا یعنی جدائی تک پہنچ جاتا ہے۔ پس اول اعراض سے زیادہ بات نہ تھی (یعنی معشوق نے صرف منہ ہی پھیر لیا) جب عاشق نے معافی نہ چاہی تو حجاب ہو گیا (عاشق و معشوق کے درمیان پردہ پڑ گیا) جب عاشق اسی خطا پر حمار ہا تو تھما لیا ہو گیا (یعنی عاشق و معشوق کے درمیان جدائی ہو گئی) اگر عاشق پھر بھی اسی خطا پر اصرار کرتا رہا تو سلب مزید ہو جاتا ہے اور سلب مزید اس کو کہتے ہیں کہ کارکنانِ قضا و قدر ذوق طاعت و عبادت اس سے واپس چھین لیں کیونکہ لکھا ہے بِكُلِّ شَيْءٍ عُقُوبَةٌ وَعُقُوبَةُ الْمُحِبِّ انْقِطَاعُهُ عَنْ ذِكْرِهِ (ترجمہ) یعنی ہر چیز کیلئے ایک سزا ہے اور عاشق کی سزا یہ ہے کہ محبوب کی یاد سے اس کو انقطاع ہو جائے۔ اگر عاشق پھر بھی اس کی معافی نہیں چاہتا تو پھر سلب قدیم ہو جاتا ہے یعنی جس طرح پہلے عبادتِ نافلہ اور طاعاتِ مستحبہ کا ذوق و شوق چھینا تھا۔ اب عبادتِ فرضیہ اور طاعاتِ اصلیہ کا ذوق بھی چھین لیتے ہیں۔ پس اس جگہ بھی اگر عاشق توبہ اور عذر تقصیر میں کوشش نہیں کرتا تو تسلی ہو جاتی ہے یعنی یار کی جدائی پر اس کا دل آرام پا جاتا ہے توبہ اور رجوع الی اللہ میں اگر عاشق کی طرف سے اب بھی سستی ہی چلی جائے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس خسارہ سے جب معاملہ عداوت تک پہنچ چکا پس پھر علاج اس کا دشوار ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ اہل طریقت و شریعت کے امام گزرنے ہیں لوگوں نے پوچھا کہ اس کا علاج کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ایک جہان ہی اس حالت کے قہر میں مبتلا ہے کیونکہ مَنْ غَمَّصَ عَيْنَهُ عَنِ اللَّهِ طَرَفَةً عَيْنٍ لَمْ يَهْتَدِ أَبَدًا (ترجمہ) یعنی جس نے اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک لمحہ یعنی پلک جھپکنے تک کے لئے بھی اپنی آنکھ کو بند کر لیا کبھی ہدایت نہیں پائے گا۔ (فقط)

در بیان عقیدتِ پیر

جاننا چاہیے کہ طالبِ مولا کیلئے اس راستہ میں پیر کا سچا اعتقاد بہت ہی ضروری ہے۔ طالب جس قدر اعتقادِ پیر کی نسبت رکھے اسی قدر محبتِ پیر کی زیادہ بڑھے گی اور جس قدر محبتِ زیادہ ہوگی طالب اسی قدر جلدی اور آسانی کے ساتھ پیر کے کمالاتِ ذاتیہ کو خود بخود جذب کرتے کرتے بہت جلدی مقامات طے کر کے نہایت نہایت تک پہنچ کر وصل و دیدار اور مشاہدہِ جمالِ الہی سے مشرف ہو جائے گا۔

حضرت امام ربانی مجددِ الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں ہم تین شخص تھے جن کو تمام برادرانِ طریقہ میں سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے دربار میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ میرا تو عقیدہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس بعینہ فخرِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ہے اور جو حضور و جمعیت اور جذب و ذوق و شوق حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ مبارک میں میسر تھا بالکل وہی بات آج حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاصل ہے اور ان دو برادرانِ طریقہ کی نسبت خود حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ فلاں ہم کو صاحبِ کمال سمجھتا ہے صاحبِ تکمیل نہیں سمجھتا اور وہ دوسرا ہماری نسبت خیال رکھتا ہے کہ ہم صاحبِ کمال و تکمیل تو ہیں صاحبِ ارشاد نہیں۔ شاید ان کے نزدیک مرتبہ ارشاد کمال و تکمیل کے علاوہ کوئی اور ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ ہمارے عقیدت مندوں کے موافق معاملہ فرمایا کہ مجھے میرے عقیدہ کے موافق ملا اور میرے ان پیر بھائیوں کو ان کے عقیدے کے

موافق اور وہ دونوں بہت ہی بڑے خسارے میں رہے۔

چونکہ طریقہ فضلیہ نقشندیہ میں تمام مدارِ کارِ پیر کی ذات پر منحصر ہے یعنی مرید کی تمام اول سے آخر تک پیر ہی کو کرنی پڑتی ہے۔ اس واسطے اس طریقہ علیا میں طالب کو پختہ عقیدت کے سوا ہرگز چارہ نہیں۔ طالب کے اندر اعتقاد و تقلید کی قوت جس قدر قوی ہوگی اسی قدر اس کا کام جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ (رسالہ مبداء و معاد میں) لکھتے ہیں کہ کس قدر اعتقاد پیر کے ساتھ رکھنا طالب کو واجب بلکہ فرض ہے ترجمہ اس عبارت کا یہ لکھا جاتا ہے۔ وہو هذا مرید کو اپنے پیر کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ باکمال ہیں محبت کے ثمرات اور مناسبت کے نتائج میں سے ہے جو کہ فیض لینے اور فیض دینے کا موجب ہے لیکن چاہیے کہ پیر کو اس جماعت پر کہ جن کی فضیلت شریعت میں مقرر ہے فضیلت نہ دے کہ محبت میں افراط (زیادتی) خرابی کا باعث ہے اور وہ مذموم ہے۔ شیعوں کو محبت اہل بیت کی افراط سے ابدی ذلت نصیب ہوئی اور نصاریٰ کو جنہوں نے افراط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا کہا ابدی خسارہ میں رہے لیکن ان لوگوں کے ماسوا اور جس کسی پر بھی فضیلت دے دے جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے اور یہ فضیلت دینا مرید کے اپنے اختیار سے بھی نہیں بلکہ مرید اگر سعادت یافتہ ہے بے اختیار اس کے اندر یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کے وسیلہ سے پیر کے کمالات حاصل کرتا ہے اور اگر یہ فضیلت دینا اس کے اپنے اختیار سے ہو اور تکلف کے ساتھ پیدا کرے جائز نہیں اور نہ اس اعتقاد سے کوئی نتیجہ نکلے گا۔ طریق صوفیہ بلکہ مذہب اسلام میں سے بہت بڑا حصہ اس شخص کے لئے ہے جس کی فطرت یعنی طبیعت میں تقلید اور جس کی جبلت (یعنی پیدائش) میں اتباع کا مادہ زیادہ ہے۔ اس کا مدار کارِ تقلید ہی پر ہے اور معاملہ کا انحصار اس مقام میں اتباع و تقلید انبیاء ہی پر ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام جو

درجات علیا پر پہنچاتی ہے اور اصفیاء یعنی بزرگان اولیاء اللہ کی اتباع و تقلید مدارجِ عظمیٰ پر لے جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ فطرتی طور پر مادہ تقلید زیادہ رکھتے تھے بلا توقف تصدیق نبوت کی حاصل کرنے میں جلدی فرمائی اور صدیقیوں کے رئیس بن گئے اور ابو جہل ملعون چونکہ اتباع و تقلید کی استعداد نہیں رکھتا تھا اس سعادت سے مشرف نہ ہوا اور ملعونوں کا سردار ہو گیا۔ مرید جس مقصد کو بھی حاصل کرتا ہے۔ اپنے پیر کی تقلید کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔

پیر کی خطا مرید کے صواب

سے بہتر ہے اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہو کی آرزو کر کے فرماتے ہیں۔ **يَا لَيْتَنِي كُنْتُ سَهْوًا مُحَمَّدٍ** (ترجمہ) یعنی کیا ہی اچھا ہوتا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھول مجھ کو عطا ہو جاتی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بلالؓ کا سین اللہ جل شانہ کے نزدیک شین ہے۔ کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ عجمی تھے اور اذان میں اسہد چھوٹے سین کے ساتھ کہتے تھے اور خدائے تعالیٰ عزوجل کے نزدیک اس کا اسہد **أَشْهَدُ** ہی ہے۔ پس حضرت بلال کی خطا دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔ ع

اشہد پیرے ہنستا ہے اسہد بلالؓ کا

میں نے اپنے عزیز بزرگ سے سنا ہے کہ کہتے تھے بعض دعائیں جو بزرگوں سے منقول ہیں اور اتفاق سے ان بزرگوں نے بعضی دعاؤں میں خطا کی اور بگاڑ کر پڑھا۔ اگر ان کی ان دعاؤں کو اسی بگاڑ کے ساتھ پڑھتے ہیں تب وہ دعائیں تاثیر بخشی ہیں اور اگر درست کر کے پڑھتے ہیں۔ تو تاثیر سے خالی پاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ ہم کو قائم رکھے۔ اپنے انبیاء کی تقلید پر اور اپنے اولیاء کی پیروی پر بطویل اپنے حبیب کے ان پر تمام انبیاء و مرسلین پر اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں پر صلوات و تسلیمات نازل ہوں۔

آدابِ پیر کے بیان میں

اے طالبِ مولا! اگر تو چاہتا ہے کہ حق سبحانہ، و تعالیٰ کے مقامِ حضورِی میں رہے اور شیطان کے مکروہ و سوسہ سے آزاد ہو جائے بلکہ فرشتوں کو بھی تیری حضورِی کی اطلاع نہ ہو اور خود تیرے نفس کو بھی تیری حضورِی کی خبر تک نہ ہو تو تیرے لئے لازم ہے کہ تو ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت و ہم نشینی اختیار کرے کہ ان کا دل ذکرِ ذاتِ الہی میں مستغرق ہو چکا ہو اور وہ اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا ہو اگر ایسے صاحبِ دولت کامل مکمل کی ہر وقت کی صحبت تجھے میسر نہ ہو اور علاقہ ہر وقت خدمت میں رہنے کی فرصت نہ دیں تو تجھ کو چاہیے کہ طریقہ ذکر یا طریقہ توجہ یا جذبہ خاندانِ نقشبندیہ قبول کر کے اس کی مشق میں ایسا مشغول ہو کہ دنیا و مافیہا کا خیال تیرے دل سے محو ہو جائے اور آدابِ پیر کا ہر وقت ایسا خیال رکھ کہ کہیں ایک رات کے دانہ کے برابر بھی اس میں لغزش نہ آئے۔ اگر ذرہ بھر بھی کسی ادب میں تجھ کو اپنی لغزش معلوم ہو تو فوراً استغفار و توبہ کے ساتھ اس کو دور کر اور ہر وقت پیر کے سامنے اپنے آپ کو حاضر جان۔ پھر ان کی برکت و توجہ سے بفضلہ تعالیٰ تجھ کو وہ تمام مقاماتِ عالیہ نصیب ہو جائیں گے جو اس کتاب میں درج ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام آداب کے پیچھے اور آئندہ درج ہیں نگہداشت کے سب سے بڑے دو موقعے ہیں۔ طالبِ مولا کو ان دو موقعوں کا خیال بہت ہی اہتمام و کوشش سے رکھنا واجب ہے۔ ایک یہ کہ جب پیر کی خدمت مبارک میں ان کے مکان پر جائے تو ایسی صورت اختیار کرے کہ پیشوا کو اسکے کھانے پینے اور رہنے سونے کے متعلق کچھ فکر نہ کرنا پڑے تاکہ ہمہ تن ان کی ہمتِ باطنی مرید کی تربیت و ترقی باطنی میں لگی رہے اس صورت میں بہت جلد ترقی اور بہت بڑا

نفع حصول کمالاتِ باطنی میں ہوتا ہے اور طالب پرکشائشِ باطنی کا دروازہ بہت جلد کھل جاتا ہے اور رحمتِ الہی جل شانہ ہر طرف سے طالب کو گھیر لیتی ہے اور اگر کسی وجہ سے اپنے کھانے پینے اور آرام و آسائش کا انتظام علیحدہ نہ کر سکے اور بجز بوری سارا بارہ پیر کی ذات پر ہی پڑے تو پیر کے خوانِ نعمت سے جو کچھ بھی روکھا پھیکا خلافِ طبع کھانے کو اور جیسی کیسی جگہ آرام کے واسطے مل جائے اسی کو بے حد رغبت و شوق کے ساتھ استعمال کرے تاکہ یہ معلوم نہ ہو پائے کہ طالب کو کسی بات سے کراہت پیدا ہوئی ہے بلکہ سرے سے دل میں کسی طرح کی کراہت کو آنے ہی نہ دے اور اگر پیدا ہو ہی جائے تو اس کو دوسرے شیطانی سمجھ کر دور کر دے اور خیال کو اس کی طرف سے ہٹا کر توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا موقعہ وہ ہے جبکہ پیشوا خود مرید کے ہاں تشریف لائیں تو مرید کو چاہیے کہ ان کی خدمت و مدارات میں حد سے زیادہ تکلف نہ کرے۔ کیونکہ حدیث تشریف میں تکلف کی ممانعت آئی ہے اور دوسرے تکلف میں ضرورت سے زیادہ خرچ ہوتا ہے اور بے نفع جو اکثر اوقات اسراف کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس واسطے اس وقت میں ایسا کر لے کہ جو چیزیں پیو الو مرغوب ہوں وہ میانہ روی کے ساتھ کھلائے پلائے اور باقی جو کچھ خدمت کرنی ہو ایسے طور سے کہ ان کے پیچھے اہل و عیال کے اخراجات کی تشویش سے بے فکر رہے تاکہ اس بے فکری کی حالت میں ان کی توجہ مرید کی تربیت اور صفائی و ترقیِ باطنی میں ہمہ تن مصروف ہو جائے اور مرید کی تربیت و تکمیل میں کسی طرح کی خامی نہ رہتے پائے۔ ان ہر دو موقعوں کی حفاظت مرید کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے مستغنی کر دیتی ہے باقی آداب پیر کے متعلق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب پوری تفصیل کو حاوی ہے جس کا ترجمہ مجنسہ یہاں نقل کیا جاتا ہے و ہو ہذا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَا دَابِ النَّبِیَّیْنِ
مکتوب شریف وَهَدَانَا بِاخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلَیْهِ وَعَلَىٰ اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ
 الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ اَتَمَّهَا وَاَكْمَلَهَا۔ جانا چاہیے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے

خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو بشارت ہے ان کے لئے جذب و محبت کے راستہ سے ان کو کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور مطلب اعلیٰ تک پہنچائیں گے اور جس ادب کی ضرورت ہوگی واسطہ کے ساتھ یا بلا واسطہ ان کو تعلیم کر دیں گے۔ اگر لغزش واقع ہوگی تو ان کو جلد آگاہ کر دیں گے اور اس پر مواخذہ نہ کریں گے اور اگر ان کو پیر ظاہری کی حاجت ہوگی تو بغیر ان کی کوشش کے اس دولت سے بھی مشرف فرمائیں گے۔ حاصل کلام عنایت ازلی جل شانہ ان بزرگواروں کے حال کی مشکفل ہے سبب کے ساتھ یا بلا سبب ان کاموں کو انجام دیں گے۔ **اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ** (ترجمہ) یعنی اللہ جل جلالہ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف منتخب فرمالتے ہیں۔ اگر مرید ہیں تو کام بغیر واسطہ پیر کامل مکمل کے دستوار ہے اور پیر ایسا چاہیے جو دولت جذبہ و سلوک اور سعادت فنا و بقا سے مشرف ہو اور سیر الی اللہ و سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ تمام کو پہنچا چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور وہ مرادوں کی تربیت سے پرورش پائے ہوئے ہے تو ایسا شخص کبریتِ احمر یعنی اکسیر ہے۔ اس کی کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف پر منحصر ہے اور مٹھڑی ہوئی جانوں کی تازگی اس کے التفات کے ساتھ مربوط اگر اس قسم کا صاحب دولت میسر نہ آئے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت وہ بھی کر سکتا ہے اور طالب اس کے وسیلہ سے دولت فنا و بقا تک پہنچ جاتے ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود

ورنہ بس عالیت پیش خاک تود

(ترجمہ) آسماں کو عرش سے ہے پست تر

(ترجمہ دیگر) گونک کو عرش سے نسبت نہیں

خاک تودہ سے تو ہے بالا کہیں

اگر عنایتِ خداوندی جل شانہ کسی طالب کو ایسے پیر کامل کے در دولت تک پہنچا دے

تو طالب کو چاہیے کہ ان کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے تئیں ہمہ تن ان کے حوالے کر دے

اپنی سعادت ان کی رضامندی میں جانے اور اپنی شقاوت ان کی خلاف مرضی باتوں میں سمجھے

خلاصہ یہ کہ اپنی خواہشات کو ان کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث شریف نبوی میں (اُن پر اور ان کی آل پر صلوة و تسلیمات تمام و کمال نازل ہوں) آیا ہے — لَنْ يُّؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ ط (ترجمہ) تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا مگر اس وقت کہ تمہاری خواہشیں اس چیز کے تابع ہو جائیں کہ جس کو میں لے کر آیا ہوں) اور جانا چاہیے کہ آداب صحبت کی رعایت اور شرائط طریقہ کی نگہداشت اس راستہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فیض دینے اور فیض لینے کا راستہ کھل جائے اور بغیر آداب کے نہ صحبت کا کچھ نتیجہ ہے اور نہ مجلس کا کوئی نفع اس واسطے بعض ضروری ضروری آداب و شرائط بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کو ہوش و عقل کے کانوں سے سُننا چاہیے۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ تمام طرفوں سے ہٹا کر اپنے پیر کی طرف کر لے اور ان کے سامنے بغیر ان کی اجازت کے نوافل اور ذکر و اذکار میں مشغول نہ ہو اور ان کی حضوری میں ان کے سوا کسی اور کی طرف التفات و توجہ نہ کرے بالکل انہی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ حتیٰ کہ ذکر میں بھی مشغول نہ ہو مگر جبکہ وہ حکم فرمائیں اور ان کی حضوری میں سوائے فرض و سنت کے اور کوئی نماز نہ پڑھے۔

نقل بادشاہ و وزیر

ہماری زمانہ کے بادشاہ کی نقل ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاق سے اسی اثنا میں وزیر اپنے کپڑے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے بند کو درست کرنے میں مشغول ہو گیا اسی حال میں بادشاہ کی نظر وزیر پر جا پڑی۔ دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے تو غصے میں آ کر کہا کہ میں اس کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میری حضوری میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف متوجہ ہو۔ پس غور کرنا چاہیے کہ جب کتنی دُنیا کے وسائل کے واسطے ایسے باریک آداب کی ضرورت ہے تو وصل و دیدارِ خداوندی جل شانہ کے وسائل کے لئے تو تمام و کمال طریقہ

پران آداب کی رعایت ہونی چاہیے۔

القصد جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سایہ پر پڑے اور ان کے مصیبت پر پاؤں نہ رکھے اور جس جگہ وہ وضو کیا کرتے ہوں وہاں وضو نہ کرے اور ان کے خاص برتن آپ استعمال نہ کرے اور ان کی حضوری میں پانی نہ پیئے نہ کھانا کھائے اور کسی سے بات نہ کرے بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ اس طرف منھ کے اوپر پیر کی پیٹھ پیچھے جس جگہ وہ ہوں اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور پیر سے جو کام بھی ظہور میں آئے اس کو درست ہی سمجھے۔ اگرچہ ظاہر میں درست نہ دکھلائی دیتا ہو کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے۔ الہام سے کرتا ہے اور حکم خداوندی سے کرتا ہے۔ پس اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا بھی ہو جائے کیونکہ خطائے الہامی اور خطائے اجتہادی دونوں برابر ہیں۔ اور اس پر اعتراض جائز نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ جب طالب کو پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی تو عاشق کی نظر میں محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی صادر ہو محبوب ہی دکھلائی دیتا ہے۔ پس اعتراض کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور تمام معاملات کلی و جزئی میں پیر کی تقلید کرے۔ کھانے پینے میں کیا اور سونے و عبادت کرنے میں کیا۔ نماز کو بھی پیر ہی کے طرز پر ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو بھی اسی کے عمل سے لینا چاہیے۔

آں را کہ در سرائے نگار سیت فارغ است : از باغ و بوستان و تماشائے لاله زار
(ترجمہ) ہے یاد جس کے گھر میں فارغ ہے وہ ہمیشہ باغوں کی اور لالہ کے خطوں کی سیر سے

(ترجمہ دیگر) گھر میں کارشک باغ ہر اک گلزار سے کیا کام پھرا سے چمن و لالہ زار سے
اور پیر کی چال ڈھال میں کسی اعتراض کو جگہ نہ دے۔ اگر وہ اعتراض ایک رائی کے دانہ

کے برابر ہو کیونکہ اعتراض میں سوائے محرومی کے کوئی نتیجہ نہیں اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بے سعادت اور بد قسمت وہ ہے جس کی نظر اس پاک گروہ کے عیب تلاش کرنے میں لگی رہتی ہے۔ مَجَانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَنْ هَذَا الْبَلَاءِ الْعَظِيمِ (ترجمہ) اللہ سبحانہ ہم کو

اس بلائے عظیم سے نجات دے) اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرے اور دسواں ہی کے طریقہ پر ہو۔ کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنے والے ہمیشہ کفار اور اہل انکار ہی ہوتے ہیں۔

اشعار

معجزات از بہر قہر دشمن است بوئے حبیت پے دل برون است

موجب ایماں نباشد معجزات بوئے حبیت کند جذب صفات

ترجمہ ۱: معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہیں اور عشق کی خوشبوؤں کو اڑا لے جانے کے لئے

۲: معجزے ایمان کا موجب نہیں ہوتے بلکہ عشق کی خوشبو ہی صفات کمال کو جذب کرتی ہے۔

ترجمہ شعر ۱: معجزے ہیں قہر دشمن کے لئے بوئے عشقی دینے تن من کے لئے

۲: موجب ایماں نہیں ہیں معجزات بوئے عشقی کرتی ہے جذب صفات

اگر کوئی شبہ طالب کے دل میں پیدا ہو تو اس کو بلا تامل پیر کی خدمت میں عرض کر دے

اگر جواب سے تسلی نہ ہو تو اپنی تفصیر سمجھے اور کسی نقصان کو پیر کی طرف منسوب نہ کرے (یعنی یہ

نہ سمجھے کہ پیر کے اندر کسی بات کی کمی ہے) اور جو خواب دیکھے پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور خوابوں

کی تعبیر انہی سے پوچھے اور جو تعبیر کہ طالب پر منکشف ہو اس کو بھی عرض کر دے اور خطا و

صواب انہی سے پوچھے۔ اپنے کشفوں پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ حق و باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے

اور صواب خطا کے ساتھ مخلوط اور بے ضرورت و بغیر اجازت کے پیر سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ

اس کے غیر کو اس کی ذات پر ترجیح دینا ہے جو مریدی کے خلاف ہے اور اپنی آواز پیر کی

آواز سے بلند نہ کرے اور بات اونچی آواز سے نہ کرے کہ بے ادبی ہے۔ اور جو فیض و

فتوح اس کو پہنچے (خواہ کہیں سے اور کسی طریقہ سے ہو) اس کو اپنے پیر ہی کے واسطے

سے تصور کرے اور اگر خواب میں دیکھے کہ دوسرے بزرگوں سے فیض پہنچا تو اس کو بھی

اپنے پیر ہی کی طرف جانے اور یہ جان لے کہ چونکہ پیر تمام فیوض و کمالات کا جامع ہے۔

اس واسطے پیر سے مرید کو ایک خاص فیض ملا ہے۔ جو اس خاص مرید کی استعداد کے مناسب اور اس بزرگ کے کمال سے مشابہ ہے جس سے خواب میں فیض پہنچتا۔ مرید نے دیکھا ہے اور پیر کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا تھا ان بزرگ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس مرید نے آزمائشِ خداوندی جل شانہ کی وجہ سے اس لطیفہ کو دوسرا شیخ خیال کر لیا اور فیض پہنچنے کو اس کی طرف سے جان لیا ہے اور یہ ایک بڑا سخت مغالطہ اور دھوکا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاؤں پھسلنے سے محفوظ اور پیر کے اعتقاد و محبت پر مستقیم رکھے۔ بظیفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خلاصہ یہ کہ :-

الطَّرِيقُ كُلُّهُ آدَبٌ (ترجمہ) راہِ تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے)

اور مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر بعضے آداب کے بجالانے میں اپنی کوتاہی دیکھے اور جیسا چاہیے ویسے آداب نہ بجالاسکے بلکہ اگر کوشش کرے تب بھی پورا حق ادا نہ کر سکے تو معاف ہے لیکن ایسی صورت میں اپنے تئیں قصور وار سمجھتے رہنا بھی ضروری ہے۔ اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ رکھے۔

امین ثم امین۔ انتہی

تذکرہ نیک و صایا خاص برائے مسلمان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک طویل مکتوب کے ذیل میں ان وصیتوں کے بیان میں جو پیروں کے واسطے لازم و واجب ہیں ارقام فرماتے۔ چونکہ یہ کتاب منتہیان علم سلوک کیلئے ہے جو اکثر اجمعین الی الدعوت ہوتے ہیں۔ لہذا اس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ سالک ہادی اس کو اپنا دستور العمل بنا کر ہدایت خلق میں مشغول ہو اور شیطانی دھوکوں اور غلط کاریوں سے محفوظ رہے۔ آمین وہو ہذا

وہ جو ہم فقیروں کے ذمے لازم و واجب ہے وہ ہمیشہ بارگاہِ خداوندی جل شانہ میں ذلیل و محتاج رہتا ہے اور انکساری و زاری اور التجا اور حقوقِ بندگی بجالانا، حدودِ شرعیہ کی محافظت کرنا اور سنتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو درست رکھنا اور اپنے باطن کو غیر خدا جل شانہ سے خلاص کر لینا اور ہمہ تن اللہ جل جلالہ کے سپرد کر دینا اور اپنے عیبوں کو ہر وقت دیکھتے رہنا اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرنا اور پھر خدائے علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہنا اور تھوڑا خیال کرنا اپنی نیکیوں کو اگرچہ بہت ہوں اور بہت زیادہ سمجھنا اپنی برائیوں کو اگرچہ تھوڑی ہو اور مشہوری و قبولِ خلق سے کانپتے اور لڑتے رہنا۔ فرمایا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحسب امر من الشران یشار الیہ بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصی اللہ (ترجمہ) یعنی آدمی کے لئے یہی بُرائی کافی ہے کہ اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں۔ دین کے بارے میں یا دنیا کے بارے میں مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے رکھے اور تہمت دیتے رہنا اپنے فعلوں کو اور نیتوں کو اگرچہ سفیدیِ صبح کی مانند روشن ہوں اور اپنے وجد و حال کی کچھ پرواہ و اعتبار نہ کرنا۔

اگرچہ وہ صحیح و مطابق ہی ہوں اور محض دین کی تائید اور تقویت مذہب اور شریعت کے رائج کرنے اور مخلوق خدا کو اللہ جل جلالہ کی طرف بلانے کو ہی مستحسن نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی تائید کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اللہ لیوید ہذا الذین بالرجل الفاجر (ترجمہ) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مرد فاجر سے کر دیتا ہے (اور جو مرید کہ طلب مولا کے واسطے آئے اور نام خدا کی مشغولی کا ارادہ کرے اس کو شیر بر کی صورت میں جاننا چاہیے کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اسی راستہ سے اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کا استدراج کرتے ہوں۔ اور اگر مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی و سرور معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک سمجھیں اور اس کا تدارک یعنی علاج ندامت و استغفار سے اس قدر کریں کہ اس خوشی کا کوئی اثر باقی نہ رہے بلکہ بجائے خوشی کے خوف اور غم دل میں بیٹھ جائے اور اس بارے میں بہت زیادہ تاکید و کوشش رکھیں کہ مرید کے مال میں کوئی طمع اور اس سے دنیاوی منافع کی کوئی توقع نہ پیدا ہونے پائے کیونکہ یہ مرید کی ہدایت کا مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے وجہ یہ کہ اس دربار میں دین خالص مانگتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (ترجمہ: یعنی آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے) شرک کی اس بارگاہ میں کسی وجہ سے بھی گنجائش نہیں اور جاننا چاہیے کہ جو ظلمت و کدورت بھی دل پر طاری ہو اس کو توبہ و استغفار اور ندامت و التجا کے ذریعے سے زائل کر دینا بہت آسانی کے ساتھ مسیر آسکتا ہے مگر وہ ظلمت و کدورت کہ جو مردار دنیا کی محبت کے راستہ سے دل پر طاری ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی پریشان و ذلیل کر دیتی ہے۔ اور اس کے زائل میں سخت دشواری ہے اور کمال مشکل۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ (ترجمہ: یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے) اللہ سبحانہ ہم کو اور تم کو نجات دے۔ دنیا کی محبت اور دنیا داروں کی محبت اور دنیا کے پوتوں کی محبت سے اور اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے

کیونکہ زہر قاتل ہے اور مہلک بیماری اور ایک عظیم بلا ہے۔ اور متعدی بیماری۔
انتہی۔ فقط

وصیت نامہ حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ وصیتیں ہیں جو خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزند ارجمند خواجہ اولیاء کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تحریر فرمائی تھیں۔

”اے فرزند ارجمند! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علم و ادب اور تقویٰ اور سنت و جماعت کے اتباع کو لازم پکڑنا۔ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا، علم و فقہ و حدیث سیکھنا۔ جاہل صوفیوں سے بچنا اپنے احوال کو مشہور نہ کرنا۔ شہر کا قاضی اور حاکم نہ بننا، قبایلوں اور تمسکوں پر اپنا نام نہ لکھنا۔ بادشاہوں اور امیروں کے ساتھ صحبت نہ رکھنا، خالقاہ نہ بنانا، اپنے آپ کو شیخ نہ کہلانا، سماع نہ سُننا اور اس سے انکار بھی نہ کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، عام مخلوقات سے الگ رہنا۔ مردوں یعنی بے رشتوں اور عورتوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا، دنیا کی طلب میں مصروف نہ ہونا، بہت رونا، کم ہنسنا، خندہ اور قہقہہ سے بالکل احتراز کرنا، کسی مخلوق کو اپنے آپ سے کمتر نہ جاننا، اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھنا، اپنے آپ کو راستہ نہ کرنا، جہاں تک ہو سکے مشائخ کی خدمت میں جان و مال سے دیغ نہ رکھنا، مشائخ کو جان سے عزیز جاننا اور ان کے افعال پر انکار نہ کرنا چاہیے کہ تیرا بدن لاغر اور تیری آنکھ گریاں اور تیرا دل غمناک اور تیرا عمل خالص اور تیری دعا تفرع اور ناری ہو۔ تیرے کپڑے پھٹے پرنے اور درویش تیرے دوست ہوں۔ عبادت تیرا سرمایہ، مسجد تیرا گھر، تیرا دل ذاکر، تیری زبان شاکر، ذکر تیرا مونس اور فکر تیرا یار ہو اور حتی المقدور تو طریقہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہم پر ثابت قدم رہے۔

بارہ کلموں کے فائدے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بارہ کلمے تورات و انجیل و زبور و فرقان سے چنے ہیں جو ایسا نادر ایک ورق پر لکھے اور ہر روز اس کو دیکھے، اور اس پر عمل کرے خدا تعالیٰ کے مقبولوں میں سے ہو جائے گا۔

پہلا کلمہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا۔ جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے اور میرا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

دوسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! بادشاہ ظالم اور امیر کبیر سے نہ ڈر۔ جب تک میری سلطنت ہے اور میری سلطنت ہمیشہ کے لئے ہے۔

تیسرا کلمہ

اے فرزندِ آدم! کسی سے محبت مت کر اور کسی سے کچھ مت مانگ۔ جب تک تو مجھے چاہے گا پائے گا۔

چوتھا کلمہ

اے ابنِ آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لئے بنائی ہیں اور تجھ کو اپنے لئے پس تو اپنے آپ کو دوسروں کے دوازے پر ذلیل مت کر۔

پانچواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! میں جس طرح تجھ سے کل کا عمل نہیں چاہتا اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ۔

چھٹا کلمہ

اے آدم کے بیٹے! جس طرح سات آسمان اور عرش و کرسی اور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا۔ اسی طرح تیرے پیدا کرنے اور روزی دینے سے عاجز نہیں ہوں گا۔ بے شک روزی پہنچاؤں۔

ساتواں کلمہ

اے آدم کے بیٹے! جس طرح میں تیری روزی نہیں کھوتا۔ اسی طرح تو بھی میری عبادت مت چھوڑ اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

آٹھواں کلمہ

اے ابنِ آدم! جس قدر میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے اس پر راضی رہ اور نفس و شیطان کی خواہشوں سے دل کو مت بہلا۔

نواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بنا رہ اور میری محبت و عشق و غم سے کبھی خالی نہ ہو۔

دسواں کلمہ

اے ابنِ آدم! میرے غصے سے نڈر مت ہو جب تک تو پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے۔

گیارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصہ ہوتا ہے اور اپنے نفس پر

میری رضامندی کے شے نہیں ہوتا۔

بارہواں کلمہ

اے فرزندِ آدم! اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑالے گا اور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو نفس کو تجھ پر مقرر کر دوں گا تاکہ جانوروں کی طرح تجھ کو جنگلوں میں دوڑائے پھرائے۔ قسم ہے مجھے اپنی ذات کی کہ کچھ حاصل نہ ہو مگر اسی قدر جو میں نے مقدر میں کیا ہے۔

شجرہ شریفِ نقشبندیہ مجددیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شافعِ اُمتِ مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰے کِیو اِسطے
اہلِ بیتِ حَسَنِینِ حضرتِ مُصْطَفٰے کِیو اِسطے
حضرتِ صدیقِ اکبرِ ابوالوفاء کِیو اِسطے
حضرتِ سلمانِ فارسی باحثِ کِیو اِسطے
حضرتِ قاسمِ سراجِ الاولیاء کِیو اِسطے
جعفرِ صادقِ امامِ الائتہ کِیو اِسطے
اسِ ولیِّ طالبِ ذاتِ خُدا کِیو اِسطے
ابوالحسنِ خرقانی بدرالدجی کِیو اِسطے
قاسمِ گورگانی نورالہدیٰ کِیو اِسطے
ابوعلیٰ صاحبِ دل پارسا کِیو اِسطے
خواجہ یوسفِ ہادی شمسِ لضحیٰ کِیو اِسطے
عبدخالقِ عجدوانی مقتدا کِیو اِسطے
اسِ مُحَمَّدِ عارفِ صاحبِ ضیا کِیو اِسطے
حضرتِ محمودِ انجیرِ اولیا کِیو اِسطے
ابوعلیٰ رامیتنی بوالعلاء کِیو اِسطے

رحمِ کرہم پر خُدا ذاتِ خُدا کِیو اِسطے
بہرِ بوجہِ عمرِ عثمانِ علیِّ اصحابِ کُلِّ
نفسِ امارہ کے پھندے سے بچا پروردگار
اُلفتِ حقِ حبِّ احمد میں رہوں ثابتِ قدم
مجھ کو مکر و ہاتِ دُنیاوی سے تو محفوظ رکھ
تشنہ لب ہوں جامِ وحدت سے مجھے سیراب کر
کرفانی اللہ مجھ کو بہرِ حضرتِ بایزید
روز و شب ہو یاد تیری اے کریمِ کارساز
مجھ غریبِ خستہ دل کی دستگیری ہے ضرور
ہمتِ عالی عطا فرما مجھے یا ذوالجلال
کر زینجا کی طرح سرمستِ جامِ بیخودی
پردہٴ چشمِ بصیرت کھول دے ربِّ کریم
سختیء سکرات کو آسان کرنا اے رحیم
گورمیری نور سے بھرنا خدائے ذوالکرم
کیا عجب گر پرستشِ منکر نکیر آسان ہو

بابا ساسی محمد خوش ادا کیواسطے
 حضرت میر کلال اولیاء کیواسطے
 شہ بہاؤ الدین تاج الاولیاء کیواسطے
 شہ علاؤ الدین شمس الاولیاء کیواسطے
 خواجہ یعقوب چرخ باون کیواسطے
 شہ عبید اللہ احرار اولیاء کیواسطے
 اس محمد زاہد صاحب رضا کیواسطے
 خواجہ درویش محمد پر ضیا کیواسطے
 خواجہ ملکلی ولی صاحب شفا کیواسطے
 باقی باللہ مقبول الدعاء کیواسطے
 شہ محمد و الف ثانی ذوالعطا کیواسطے
 حضرت معصوم مرشد راہنما کیواسطے
 خواجہ سیف الدین تاج الاتقیا کیواسطے
 خواجہ عابد لفت شبندی پارسا کیواسطے
 شہ محمد محسن نور الہدی کیواسطے
 حضرت نور محمد اولیاء کیواسطے
 میرزائے جان جان بیستوا کیواسطے
 شہ غلام باعلی صاحب ہدی کیواسطے
 بو سعید اولیاء نجم الہدی کیواسطے

مومنوں میں حشر ہو میرا جناب کبریا
 آفتاب حشر میں مجھ پر ہوسایہ عرش کا
 نامہ اعمال مجھ کو ہاتھ سیدھے میں ملے
 پلہ نیکی ہوسنگیں عدل کے میزان میں
 عیب پوشی حشر میں کرنا میری ستار تو
 برق کی مانند ملے ہو جائے راہ پل صراط
 جام کو تر دے پلا دست محمد سے مجھے
 اور ہوں فردوس میں ہمسایہ حضرت نبی
 ہووے اہل اللہ میں یارب ہاں میرا شمار
 بعد اسکے ہو وہاں دیدار رب مجھ کو نصیب
 آتش دوزخ کا ہو مجھ کو نہ کچھ خوف و خطر
 دین و دنیا میں مجھے خوشحال رکھنا اے خدا
 کر زباں کو سیف میرے قلب کو پر نور کر
 اتباع شرع میں ثابت قدم رکھنا مجھے
 نور دل سے ہو بدن روشن میرا فانوس دار
 نور عرفاں سے میرا دل کر منور اے خدا
 جو میری اولاد ہو سب ہو تقی و پارسا
 باب رحمت کھول دے مجھ پر خداوند غفور
 ذکر حق ہو روز و شب مونس میراے ذوالمنن

مجز خیال نور حق کچھ دل میں گنجائش نہ ہو
 حافظ حاجی محمد شاہ محمود اللقب
 شاہ قادر بخش خواجہ خواجگاں حق کے شہید
 تیرے در پہ آپڑا ہوں اپنا کر لے اب مجھے
 دو جہاں کی گل مرادیں میری اور سبکی بر لارے خدا
 شاہ مولینا شریف الاولیا کیواسطے
 آرزو بر لا میری اس پار سا کیواسطے
 بخش دے مجھ کو خدا اس مقتدا کیواسطے
 شہ توکل شاہ پیر رہنما کیواسطے
 خواجہ محبوب عالم پیشوا کیواسطے
 ہو مجھے عشق الہی اور ہو حسب نبی
 خواجہ صدیق احمد با صفا کیواسطے

فاتحہ شریف

اول درود شریف گیارہ بار بعدہ الحمد شریف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط الْحَمْدُ لِلّٰهِ
 رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ط اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ
 اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ط صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ط غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ
 وَلَا الضَّالِّیْنَ ط آمین سات بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ط اللّٰهُ
 الصَّمَدُ ط لَمْ یَلِدْ وَّلَمْ یُوْلَدْ ط وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ط سات بار بعدہ درود
 شریف گیارہ بار بعدہ بڑے خشوع کے ساتھ کہے یا اللہ . الحمد شریف . قل شریف کا ثواب
 مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا کر طفیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواجہ پاک
 خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب تاحضور پر نور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان سلسلہ
 کی خدمت شریف میں پہنچا دے بحق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

تالیخ طبع کتاب فیض انتساب خیر الخیر اعمنی مرغوب السلوک

مصنفہ حضرت خواجہ محبوب عالم سیدی رحمۃ اللہ علیہ
از جذبات عقیدت فقیر درگاہ امیدوار نگاہ نظام الدین توکل شاد یوال گجرات

○

واقف و عوّا ص بحس عاشقی
قاسم کنز توکل شاه اوست
رمزستان الہہ در قال گفت
نیست جز نغمات عشق ذوالمنن
اہل دین بس حبّ عقبتی داشتند
عاشقان در سینه دارند ورد ہمو
ہم بجز جنت مونس نیستی
ہوشش باید یاد کن عہد بلی
تا کہ باشی از ہدایت مستنیر
عاشقی گر زیر قدمش دل نہی
بادل و جاں خواہ زاو فیض نگاہ
ہست آن نور الہی جان جان
منہائے عشق و ذوق و جستجو

خواجہ محبوب عالم سیدی
مظہر رمز توکل شاه اوست
گوہراں ناسفتہ بر قرطاس صفت
از نوشتن مقصد خواجائے من
اہل دنیا حبّ دنیا داشتند
زاہدان از زہد کردند پیر سبو
تو مخواہ دنیا مختش نیستی
مرد باش و در صف مرداں بیا
وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِينَا بغير
زاہدان رفتند بر گام نبیؐ
انتظارش کن میں صبح و پگاہ
در نگاہش هست جان تو نہاں
سجدہ گاہ عاشقان درگاہ او

گر نمازت اشتیاق و انتظار
 زیب گردن کن موئے گیسوئے او
 بہر احمد مضطر و بیتاب دل
 گرز جھنش چاک و امانت شدے
 کار عاشق دیدن یلائے دل
 عاشقال از دو جہاں بگریختند
 ہمت مردانہ در صحرائے نجد
 عاشقی در وصل او منزل تراست
 از ہمہ بازار ہامستانہ رو
 تو دریں دنیائے دوں زری بے خطر
 ہم بعقبی رولے رولے بے حزن
 قطرہ از عشق واں آپ حیات
 ایں در مکنون را محفوظ دار
 ایں بسینہ دار گوہر بے بہا
 پیش جانان نہ در مکنون ایں
 گر خریدارت بود آل جان جان
 احتیاط از پیروان حرص و آرز
 ہست رمز عشق فیض سردی
 کار بندہ بندگی بہر رضا ست
 جنت عشاق دیدار خداست
 مرجباے طالب اقلیم عشق

بہر تست آغوش رحمت بیقرار
 شو قتلِ خنجر ابروے او
 نزد حق ست گوہر نایاب دل
 لطف سرد و اں کہ قربانت شدے
 ہمت اورستن از ایں آب و گل
 جان و دل در راہ مولیٰ ریختند
 ایں ہمہ آفاق را آرد بوجہ
 دین و دنیا ایں ہمہ بازار ہاست
 وز ہمہ نیرنگہا بے گانہ شو
 زانکہ لاخوف ز معشوقہت خیر
 مژدہ لا یحزنون در قلب زن
 اطلبوہا گر تو می خواہی ثبات
 پاسباں باشی ہمہ دم ہوشیار
 ہاں بہائش ہست دیدار و لقا
 زانکہ بہر ش نیست پشت پیش ازیں
 تو بیابی کنز رمز کن فکاں
 تانہ نیفتی در کف دزدان راز
 ہر کس و ناکس نیابد آگہی
 لیک فضلش واں کہ یوتی من یشاست
 خطہ سقر است ہرچہ ماسواست
 اے ذبیح خنجر تسلیم عشق

تجدائے کشتہ شمشیرِ عشق شاد باش اے بسمل و نچیرِ عشق
خواجہ من در ہمہ تحریرِ این داد لفظِ عشق را تفسیرِ این

گیر باعین الیقین باشد عیاں
کاں یدِ بیضا برائے عاشقان

۳۳۲
۱۶۳۱
۶۱۹۶۵

مئی ۱۹۶۳ء



(۷۸۷)
(۷۹۷)

سفر کا آغاز کرنے سے پہلے پڑھنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اللّٰهُمَّ
اصْحَبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلَفْنَا فِي اَهْلِنَا اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ وَعْتَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلِبِ وَمِنْ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَمِنْ
دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمُنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ .

اَيْضًا : دُسْتُوْرِيَا اصْحَابِ التَّوْبَةِ اَنْ تُرَاعِيْنَا بَيْنَا اِلَى اَنْ نَرْجِعَ

(۷۸۷)
(۷۹۷)

سفر کا آغاز کرنے سے پہلے پڑھنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اللّٰهُمَّ
اصْحَبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلَفْنَا فِي اَهْلِنَا اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ وَعْتَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلِبِ وَمِنْ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَمِنْ
دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمُنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ .

اَيْضًا : دُسْتُوْرِيَا اصْحَابِ التَّوْبَةِ اَنْ تُرَاعِيْنَا بَيْنَا اِلَى اَنْ نَرْجِعَ

فترت خواجہ محبوب عالم شاہ سیدوی رحمۃ اللہ علیہ
بیتہ اعظم حضرت قبلہ توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ
کی

دیگر تصانیف

عرصہ سے منصب شہود پر رونق افروز ہونے والی تصوف کی چند مایہ ناز
کتابیں جن کا مطالعہ مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتا ہے اور
دل نور ایمان سے منور ہو جاتے ہیں۔ یہ کتابیں آپ کے لئے بہترین مولس
و ہمد ثابت ہوں گی۔ مطالعہ شرط ہے۔

ذکر خیر المعروف صحیفہ محبوب

مشتمل بر حالات سراپا کرامات و خوارق عادات نمونہ سلف حج خلف

منوکل علی اللہ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری

بے نظیر تصنیف

شہد حسین بر عرش بریں

المعروف

اسراء حمیل الی ربہ الحلیل

جو کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات واقعات اور عجائبات پر ایک بے نظیر تصنیف ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ باضافہ

اسلامی تصوف

جو کہ حضرت خواجہ صدیق احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدوی کے قلم سے نکلا ہوا شاہکار ہے جو کہ تصوف کی حقیقت سمجھنے کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔

اورادو و وظائف کا بے نظیر مجموعہ

ذکرِ شہید

المعروف

محبوب السلوک

جس میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اورادو و وظائف کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہر عقیدت مند کے لئے نہایت ضروری ہے

تصویر الالبصار

جس میں راہ طریقت کے دقیق مسائل پر سلجھے ہوئے
اندازہ میں بحث کی گئی ہے

علاوہ ازیں حضرت خواجہ صدیق احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی بے نظیر تصنیف
ذکر محبوب

جو کہ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب سیدی خلیفہ اعظم حضرت خواجہ
توکل شاہ صاحب انبالوی کی سوانح حیات کا ایمان انروز مجموعہ ہے۔ جس کے
مطالعہ سے اس صدی کے ایک محبوب ترین عالم دین عظیم المرتبت علمبردار تصوف
اور صاحب کرامات ہستی کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدہ کی تمام تصانیف

مندرجہ ذیل کسی ایک پتہ سے طلب فرمائیں،

(۱)

صاحبزادہ محمد احمد سجادہ نشین آستانہ عالیہ توکلہ محبویہ
سید اشرف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

(۲)

صدر بزم توکلہ، بابو محمد اکرم صاحب

۴۵۰ بی، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ



